سلسلۂ دار المصنفین اعظم گڈھ نمبر

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ

فائدہ

جن لوگوں نے اپنے وجدانِ سلیم کو بے اعتدالیوں یا ترغیبات

بیجا سے خلط ملط نہیں کیا، وہی امن میں ہیں،

نفسیاتِ ترغیب

مؤلفہ

سید وہاج الدین احمد کنتوری

پروفیسر عثمانیہ کالج، اورنگ آباد دکن،

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی،

٥١٤

مطبع معارف اعظم گڈھ

بنامِ آنکہ نامش حرزِ جانہاست،

ھدیہ

زبان اُردو کی اس سچّی اور قابلِ قدر خدمت کی یاد میں،

جو میرے محترم دوست،

جناب مولوی عبدالماجد صاحب بی اے (دریابادی)

نے کی اور کر رہے ہیں،

نیز

اس "عہدِ کہن" کی یادگار کے طور پر جب انھوں نے پہلی مرتبہ

اُردو بولنے والی دنیا کو،

نفسیات جیسے اہم اور دلچسپ علم سے روشناس کیا،

یہ کتاب انھیں کے نامِ نامی پر صدقِ دل اور اس آرزو کیساتھ معنون کیجاتی ہے کہ

"شاید کہ بجوئے رفتہ آب آید باز"

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف،

خاکسار یوسف

فہرست ابواب

تفصیلی فہرست مباحث

باب اوّل

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم

باب ششم

باب ہفتم

باب ہشتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

از

(مولوی عبد الماجد صاحب بی اے)

ہندوستان اِس وقت جس دور سے گزر رہا ہے، اُس کا قدرتی تقاضا یہ ہی کہ مغرب کے تمام علوم و فنون اِس مین بھی پھیلین، اور پھیلائے جائین، چنانچہ جدید فلسفہ اور سائنس کی تمام شاخین اُردو مین بھی ایک ایک کرکے آرہی ہین، اور لائی جارہی ہین، یہ صورت کس حد تک مفید ہے، اِس بحث کا یہ موقع نہین، بہرحال ایک امر واقع ہی، مغربی انداز پر ترجمہ، تالیف، تصنیف کا کام تیزی کے ساتھ ہو رہا ہی، اور بظاہر احوال، زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتا جائے گا،

فلسفۂ جدید کی ایک صنف، نفسیّات بھی ہی، جس کا نام پُرانے مترجمین نے عِلم النفس رکھا تھا، مگر اب مغرب کی درسگاہون اور معملون مین اِس فن کو جو ترقی ہو رہی ہی، اس کے لحاظ سے اس کا شمار اب اگر بجائے فلسفہ کے سائنس کے اصناف مین کیا جائے، تو زیادہ صحیح ہوگا، اپنے نفس کی کیفیات کا مطالعہ کرتے رہنا، باطن کی طرف رجوع کرنا، اپنے اعمال ذہنی پر غور و فکر کرتے رہنا، تحقیقات جدید اِن سب طریقون کو باطِل ٹھہرا رہی ہے، اور اب مغربی عِلم و فضل کا فتویٰ یہ ہی کہ، ان متروک اور دقیانوسی طریقون کے بجائے نفس۔ ذہن و شعور کو بھی مِثل مادّیات کے خوردبین اور دیگر آلات مادی کی مدد سے جانچنا چاہیئے، حکمت قدیم یہ تھی، کہ مادّیات کو نفسِ مدرِکہ کی وساطت سے پہچانا جائے، و دانش جدید یہ ہے

کہ نفسیات کو آلاتِ مادّی کے ذریعہ سے جانچا جائے، مشرق کی معراج کمال یہ تھی، کہ مادّہ کو نفس و روح کے حکم مین لے آیا جائے، مغرب کا منتہائے ترقی یہ ہو کہ نفس و روح کو مادّیات کی شاخ بنا دیا جائے پہلے ظاہر کو باطن کے ماتحت رکھا جاتا تھا، اب باطن کو ظاہر کا محکوم کر لیا گیا ہے۔ مغرب کی یونیورسٹیون مین جہان طبعیات، کیمیائیات، وغیرہ کے معمل ہین، انہین کے پہلو مین نفسیات کے تجربہ گاہون اور عملون کی عمارتین بھی کھڑی نظر آتی ہین۔

فن نفسیات، اب بجائے خود، متعدد اور مستقل شاخون مین تقسیم ہو گیا ہے، مثلاً نفسیات نظری۔ نفسیات عملی۔ نفسیات حیوانی، نفسیات قومی، نفسیات اجتماعی، وقس علیٰ ہذا، اور یورپ نے انہین سے ہر شاخ پر تصانیف کا ایک طومار لگا دیا ہی اُردو مین اس سارے ذخیرہ، یا کم از کم اسکے بڑے حصہ کو منتقل کرنا، ایک دن یا ایک شخص کا کام نہین، صدہا قابل و مستعد کارکن ہون، اور مدت دراز تک یہ کام برابر ہوتا رہے، جب کہین جا کر مغرب کا سرمایہ سرزمین ہند پر منتقل ہو سکتا ہی، اُس وقت تک یہ گنتی کے چند افراد، جو باوجود اپنی بے بضاعتی کے محض اپنے ذوق علم اور ذاتی جوش کی بنا پر اِس کٹھن کام مین لگے ہوئے ہین، اون کی محنت کی داد نہ دینا، انصاف کی آنکھ پر پٹی باندھ لینا ہے،

نفسیات مین ایک اہم اور دلچسپ بحث "ترغیب" کی آتی ہی، عمل ترغیب کی ماہیت نفسی کیا ہی؟ انسان کو خود کیونکر کسی فعل کی جانب ترغیب ہوتی ہی، اور وہ دوسرون کو کیونکر ترغیب دیتا ہی؟ جذبات اور عقل کا ترغیب سے کیا تعلق ہے؟ دلائل منطقی اور ترغیب نفس کے درمیان کس قسم کا رشتہ ہے؟ مؤیدات ترغیب و موانع ترغیب کیا کیا ہین؟ ترغیب کے صحیح مواقع استعمال کیا ہین؟ غلط رجحانات و باطل ترغیبات سے کیونکر بچنا چاہیے؟ اِس قسم کے سارے مباحث کے لیئے ایک جامع نام "نفسیات ترغیب" ہے، اور مغربی زبانون مین مستقل اسی

موضوع پر تصانیف تیار ہوچکی ہین، پروفیسر سید وہاج الدین صاحب نے (عثمانیہ کالج اورنگ آباد دکن) جن کا ذوق خالص علمی ذوق ہی، اور جو مسائل و مباحث نفسیات سے خاص دلچسپی رکھتے ہین، ہمت کرکے اُردو کے خزانہ مین یہ سرمایہ منتقل کر دینا چاہا ہی، چنانچہ اُن کی سعی و کاوش کا نتیجہ اگلے صفحات مین موجود ہی،

ہمارے جوان عمر وجوان ہمت دوست نے اپنا اصلی ماخذ میکفرسن کی انگریزی کتاب "سائیکالوجی آف پرسوائے شن" کو رکھا ہی، لیکن اِس کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف ومضامین سے استفادہ کیا ہی، اور اِس لحاظ سے اُن کی کتاب ترجمہ نہین رہی، بلکہ اچھی خاصی تالیف بنگئی ہی، اُردو ابتک جن خیالات والفاظ سے اجنبی و ناآشنا ہی، اُنھین اُردو مین لاتے وقت جو محنت و کاوش کرنی پڑتی ہی، اِس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کرسکتے ہین، جنھین خود کبھی اِس قسم کے کام کا اتفاق ہوا ہی، وہاج الدین صاحب کی کوشش اس جماعت کے نزدیک مستحق صد داد و ہزار ستائش ہوگی، البتہ اگر اُنھون نے کچھ وقت اور صرف کیا ہوتا تو کتاب کو موجودہ حالت سے بھی بڑھکر شگفتہ سلیس اور دلچسپ بنا سکتے تھے، طبع ثانی مین امید قوی ہی، کہ وہ بعض الفاظ کو بدل دینگے، طرز بیان مین زیادہ شستگی اور سلجھاؤ پیدا کر دینگے، اور گردو پیش کی اور زیادہ مثالین دے کر کتاب کو زیادہ دلچسپ بنا دینگے، بہ حیثیت مجموعی، کتاب، اب بھی اِس قابل ہی کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے نفسیات خوان طلبہ کے زیر مطالعہ رہے، اور دوسرے لوگ بھی جو مغربی نفسیات کی نوعیت مباحث سے واقف ہونا چاہین، اس سے فائدہ اُٹھائین، دارالمصنفین کے زیر اہتمام اِس سے قبل برکلے، لی بان وغیرہ حکمائے مغرب کے مقالات اُردو مین منتقل ہوچکے ہین، آج اِس کتاب کی اشاعت اس کے کارنامون کی فہرست مین ایک جدید عنوان کا اضافہ کررہی ہے،

ہونہار مؤلف کا مستقبل بہت اُمید افزا ہی، ابھی وہ الفاظ کے اُلجھاؤ مین پڑے ہوئے ہین،

خدا وہ دن جلد لائے کہ وہ عالم معنی کی سیر کر رہے ہوں، آج میک ڈوگل و میکفرسن کی جیب میں وہ پڑے ہوئے ہیں، کل خدا کرے میک دوگل و میکفرسن اُن کی جیب میں پڑے ہوں، وہ مجھے فرطِ محبت سے ترغیب دے رہے ہیں، کہ میں پھر "قیل و قال" کی جانب متوجہ ہو جاؤں، لیکن میری صدقِ دل سے اُن کے حق میں یہ دعا ہے کہ وہ جلد "قال" سے گزر کر "حال" میں قدم رکھیں، اور اُس وقت اُن پر "فی انفسکم افلا تبصرون" کی صحیح اور اعلیٰ نفسیات کے اسرار منکشف ہوں، حقائق کا علم، کتبخانوں کے اندر محفوظ نہیں، اُس کی یافت کی تڑپ اگر دل میں ہے تو بجز ایک "اُمی" کے نقشِ قدم پر چلنے، اور "علیم و خبیر" سے اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑنے کے اور کوئی سبیل نہیں،

صد کتاب و صد ورق در نار کن ۔۔۔ جان و دل را جانبِ دلدار کن

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ۔۔۔ جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ

علمہائے اہلِ دل حمالِ شان ۔۔۔ علمہائے اہلِ تن احمالِ شان

علم را بر دل زنی یارے بود ۔۔۔ علم را بر تن زنی بارے بود

گفت ایزد یحمل اسفارہ ۔۔۔ بار باشد علم کان نبود ز ہو

اسم خواندی، رو مسمیٰ را بجو ۔۔۔ مہ بہ بالا دان نہ اندر آبِ جو

ہمچو آہن ز آہن بیزنگ شو ۔۔۔ در ریاضت آئینہ بے زنگ شو

خویش را صافی کن از اوصافِ خویش ۔۔۔ تا بہ بینی ذاتِ پاکِ صافِ خویش

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

۱۰ ردسمبر ۱۹۲۵ء ۔۔۔ عبد الماجد

دریاباد۔ بارہ بنکی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ مؤلف

شکر کہ جمازہ بہ منزل رسید کشتی اندیشہ بہ ساحل رسید

کم و بیش ایک سال کی محنت کا نتیجہ اِن اوراقِ پریشان کی صورت مین ہدیۂ ناظرین ہی۔

دیباچے آجکل ہر کتاب کا ضروری جزو سمجھے جاتے ہین، اِن کا مفہوم یہ ہوتا ہے (یا یہ ہونا چاہیے) کہ مقصد کتاب کا ایک سرسری اندازہ ہوجائے، اور جس ضرورت کی تکمیل کے لیئے وہ وجود مین آرہی ہے اسکا بھی کم از کم الفاظ مین اظہار کر دیا جائے، پیشِ نظر کتاب کا دیباچہ بھی ضرورت پر مبنی ہی، اِس کا غیر مانوس عنوان "نفسیات ترغیب" بجائے خود کسی نہ کسی تشریح کا محتاج ہے،

"ترغیب" کے لفظ سے قریب قریب ہر اُردو دان واقف ہی، لیکن لوگون کے ذہن مین اِسکا مفہوم بہت کچھ محدود ہی کسی برگشتۂ مذہب شخص کو اوس کے قدیمی مذہب کی طرف واپس لانے کیلئے جو کچھ دلائل اِستعمال کیئے جاتے ہین، اون کو ہر شخص ترغیب کہے گا، اگر مین ایک بات پر مُصر ہون، اور میرا دوست، ہے مجھے سمجھا بُجھا کر اوس ارادے سے باز رکھے، تو اوس کو بھی لوگ

ترغیب وہی خیال کرینگے، لیکن کتنے لوگ ہین، جنھین اپنے ذاتی خیالات کی کشمکش، دمون کی چرب زبانی، اشتہارات کے جاذب توجہ عنوانات، موسیقی، نقاشی اور مصوری کے شاندار نمونون مین ترغیب کا پہلو نظر آتا ہی، حالانکہ یہ باتین آلۂ ترغیب ہین!

وسیع ترین معنون مین ترغیب کا مفہوم یہ ہی کہ کسی نہ کسی طرح، خود کو، یا دوسرون کو کسی طرز عمل کی طرف مائل کیا جائے، اِس اعتبار سے دیکھا جائے تو اپنے نفوس کو سمجھانا، دوسرونکو سمجھانا، یا جذبات اور تخیلات کی وساطت سے اونھین کسی کام کے کرنے پر ادبھارنا تقررونکی تقریرین، مصنفون کے مطالب، اشتہارات، باہمی مکالمت، اخبارات کی رائین، دوکاندارون کا سمجھانا، یہ سب باتین ترغیب کے وسیع حلقہ مین شامل ہین، اور اِنھی کی نفسیاتی تشریح ہماری کتاب کا مقصد ہی،

یون تو نفس انسانی کے پر اسرار اعمال کی واقفیت نتائج مفیدہ سے کبھی خالی نہین ہوتی، تاہم اِس کتاب کے مقاصد مین دو باتون پر خاص طور سے زور دیا گیا ہی،

(۱) ایک تو یہ ہی کہ خود ہمارا نفس بھی بعض اوقات ہم کو غلط راستون پر لے جاتا ہے اور ہمارے اطمینان کے لیئے عجیب وغریب مکائد سے کام لیتا ہی، خود ترغیبی کے اِس مضر اثر مین آکر اکثر لوگ بلا تامل خراب افعال کر گذرتے ہین، صفحات آیندہ مین مناسب موقعون پر اسکی مثالین ناظرین کو نظر آئینگی، اِس کا جو علاج ممکن ہوسکتا ہی وہ یہی ہے کہ عقل انسانی کے متضاد فیصلون تناقضات جذبی، اور تخیلات کی ابلہ فریبیون سے لوگون کو واقف کر دیا جائے۔ واقف ہونا حالتِ شعور کو مستلزم ہے، اور شعور کا تقاضا اِن افعال سے باز رکھ سکتا ہی دوسرا باب تمام وکمال اِسی سے متعلق ہی،

(۲) دوسرا ضروری مقصد یہ ہی کہ عمل ترغیب کی اچھی طرح تشریح کر کے باطل ترغیبات کے

محرکات کو واضح کرکے، لوگون کو دوسرون کے پُر فریب ترغیبات سے بچنے کی تدابیر بتائی جائین؛ ترغیبی تحریرون اور تقریرون کا جتنا آجکل زور شور ہے، شاید پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا، مسائل حاضرہ کی کشاکش اور مختلف آرار کے ہجوم کا نتیجہ یہ ہے کہ زعمار قطعاً آزاد ہوگئے ہین، بعض حضرات قیادت کی جدوجہد مین جہد للبقار کو بھی فراموش کرگئے ہین ہندوستانی پبلک بیدار ضرور ہوگئی ہے چنانچہ قصبہ قصبہ سیاسیات کا چرچہ ہے لیکن یہ بیداری مُکمل نہین ہے جس طرح کوئی شخص دیر کا سُویا ہوا بیدار ہوکر ہنوز اپنی آنکھین مل رہا ہو، اور اتنے مین ایک گروہ اوسکے چارون طرف جمع ہوجائے، اور ہر شخص مختلف دلفریب مناظر کی تصویرین پیش کرکے یہ کوشش کرے کہ پوری طرح بیدار ہوکر یہ میری ہی طرف متوجہ ہو، یا ایک اجنبی کسی نئے شہر مین وارد ہو، اور اوس کی ناواقفیت سے فائدہ اُٹھاکر ہر شخص اوسے اپنی طرف مائل کرنا چاہے، بعینہٖ آج ہمارے ہندوستان مین، ہندوستانیون کی نیم بیداری کی حالت سے فائدہ اُٹھانے کے لیئے، مختلف گروہ موجود ہین اور اسی فکر مین ہین کہ دیر کے سوئے ہوئے کو چونکتے ہی اپنے بس مین لے آئین، کونسلون اور میونسپلیٹیون کے انتخابات پر منصفانہ نظر ڈالی جائے تو ہمارے بیان کی کافی صداقت ہوسکتی ہے؛

اِس خرابی کا علاج یہی ہے کہ باطل ترغیبات (انفرادی اور جماعتی) کے خصائص سے لوگون کو روشناس کرایا جائے۔ صحیح و باطل ترغیبات مین فرق بتلایا جائے، اور اون کے جائز یا ناجائز ہونے کا ایک معیار قایم کیا جائے، دوسرے تیسرے اور چوتھے باب مین اسی کے متعلق اظہار خیال کیا گیا ہے، اور پانچوین باب مین اِس ضمن مین اشتہارات اور اخبارات کی ترغیب پر بھی تحقیق کی نظر ڈالی گئی ہے، اِن دو اہم باتون کے علاوہ ناظرین کو اور بہت سے ضمنی مباحث مثلاً سطوت، نفوذ، مکتسب شخصیت، اشارات، موسیقی، نقاشی کے متعلق بھی کافی مواد مِل سکے گا، اور ترغیب مین اُن کی جداگانہ حیثیت، اور اون کے جائز یا ناجائز استعمال کا

طریقہ بھی معلوم ہو سکے گا، باب ہفتم مین کتب اور تقریرون کی ترغیب سے بحث کی گئی ہی اور
اصل مین اِسی کو عرف عام مین ترغیب کہا جاتا ہی،

اِس کتاب کی اصل اساس مسٹر میکفرسن کی کتاب Psychology of Persuasion
ہے، لیکن ضرورت کے لحاظ سے حذف و اضافہ سے برابر کام لیا گیا ہی۔ ابواب کی ترتیب مین
اصل انگریزی کتاب کی ترتیب کو مدنظر رکھا گیا ہے، لیکن بجائے نو کے آٹھ باب قایم کیئے
گیئے ہین۔ اِس کتاب کے علاوہ اور کتب جن سے مدد لی گئی ہی حسب ذیل ہین۔

نمبر(۱) Psychology of Conviction joseph jastrow.

نمبر(۲) Social Psychology Macdonell

نمبر(۳) فلسفۂ اجتماع، عبدالماجد صاحب

نمبر(۴) Pschology unconscious jung

ان کتابون سے حسب موقع مدد لی گئی ہی، مثالون کے لیئے بعض اخبارات و رسائل کی پُرانی
جلدون سے بھی اقتباسات لیئے گئے ہین،

اگرچہ اصل انگریزی کتاب کا اکثر مقامات پر آزادانہ ترجمہ کیا گیا ہے تاہم اس کتاب کو
ترجمہ نہین کہا جا سکتا، اور وہ محض اِسلیئے کہ مؤلف ترجمہ کی پابندیون اور ذمہ داریون سے عہدہ
برآ نہین ہو سکا ہی، نہ صرف یہ کہ اکثر مثالین ہندوستانی حالات سے لی گئی ہین، بلکہ جابجا اون
خیالات کا اظہار بھی کیا گیا ہے جن کا انتساب مصنف کی طرف جرم سے کم نہ ہوگا، مؤلف
کے لیئے فخر کا مقام ہوتا اگر بجائے تالیف کے اِس کتاب کو ترجمہ کہا جا سکتا لیکن انگریزی
ڈرامون اور ناولون کے اقتباسات یا انگریزی سیاسیات کی مثالین ہندوستانی مذاق پر بار
ہوتین اور توضیح کا مدعا اون سے اتنا پورا نہین ہو سکتا جتنا کہ اپنے گرد و پیش کے واقعات اور

خود ہندوستان کی فرضی مثالون کے استعمال سے ممکن ہو سکا ہی، تحریف اور تصرف خیالات کی یہ جسارتین اِس کتاب کو ترجمہ کہنے سے مانع آتی ہین،

سب سے اخیر مین ایک ضروری عرض اِس کتاب کے نام کے متعلق کرنا ہی "نفسیات" پر دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کو چھوڑکر ہماری اُردو زبان مین صرف دو کتابین (میرے خیال مین) لکھی گئی ہین، اور وہ دونون مولانا عبدالماجد صاحب کے قلم کی ہین لیکن ان کے نام "فلسفۂ جذبات" اور "فلسفۂ اجتماع" ہین۔[1] اِن کتابون کو "فلسفہ" کے لقب سے ملقب کرنے کی وجہ خاکسار مؤلف کی سمجھ سے باہر ہی[2] ممکن ہی کہ یہ محض اِس لیئے کیا گیا ہو کہ نفسیات یا عِلم النفس اُردو دان حضرات کے لیئے ایک غیر مانوس عنوان ہوتا، موجودہ کتاب کا عنوان "نفسیاتِ ترغیب" رکھا گیا ہے نفسیاتی تشریح کو فلسفیانہ نکتہ آفرینی نہین کہا جاسکتا، ضرورت ہے کہ فلسفہ کا پردہ دور کیا جائے اور صحت تسمیہ کو اوس کے عام فہم اور قابل قبول ہونے پر قربان نہ کیا جائے، اُمید ہے کہ آئندہ جب کبھی ہمارے مصنفین نفسیات کے متعلق کچھ لکھین گے تو اِس کا ضرور لحاظ رکھین گے۔ کبتک لوگون کو نفسیات کے نام سے ناآشنا رکھا جائے!

---

[1] اِن دونون سے بہت قبل، پروفیسر انعام علی صاحب بی اے نے ۱۸۹۵ء مین "علم النفس القومی" کے نام سے لاہور مین اِس فن پر ایک رسالہ شایع کیا تھا میری نظر سے یہ کتاب فلسفۂ جذبات و فلسفۂ اجتماع دونون کی تالیف کے بہت بعد گزری، (عبدالماجد)

[2] اُردو مین فلسفہ کے دو مفہوم ہین ایک وسیع مفہوم جس مین ہر عقلی توضیح و تشریح پر فلسفہ کا اطلاق ہوتا ہی، دوسرے محدود و اصطلاحی مفہوم جس مین فلسفہ علم کی ایک مخصوص صنف کا نام ہی، ان کتابون کے عنوانات مین فلسفہ اپنے عام و وسیع مفہوم مین استعمال کیا گیا ہی: اس کے علاوہ نفسیات کو بھی اُس وقت فلسفہ ہی کی ایک شاخ مانا جاتا تھا، اِس لحاظ سے نفسیات کی کتاب کو فلسفہ کی کتاب کہنا اسی طرح درست تھا جس طرح فن تشریح کی کتاب کو طب کی کتاب کہنا،

(عبدالماجد)

اس کتاب کی خامیون کے متعلق جو صائب رائے دیجائے گی شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیگی، ترتیب خیالات، انشاء، مثالین، اور ایسی ہی دوسری باتون کے متعلق اگر ناظرین مؤلف کو اپنی قیمتی ہدایات سے مطلع فرمائین تو اوس کی مشکوری کا باعث ہوگا۔

ناشکری ہوگی اگر اس موقع پر جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی ایڈیٹر معارف کی مختلف عنایات پر اظہار ممنونیت نہ کیا جائے، جناب موصوف نے نہ صرف اپنے قابل قدر مشورہ سے سرفراز فرمایا ہی، بلکہ موجودہ کتاب کے پہلے دو ابواب کو معارف سے نقل کرنے کی اجازت بھی عطا فرمائی ہی، مجھے فخر ہی کہ یہ کتاب دار المصنفین کی علمی سرپرستی مین شایع ہو رہی ہے۔ ع

بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس ست

۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۴ء
کلیہ عثمانیہ، اورنگ آباد، "دکن"

خاکسار مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

عملِ ترغیب کی ماہیت اور اوسکے اجزائے ترکیبی ترغیب کی تعریف، عملِ ترغیب کی نفسیاتی تشریح، ترغیب کے عناصرِ ثلاثہ، جذبہ، ذہن، تخیّل، عملِ ترغیب مین اِن تینون کا حصّہ

جذبہ اور استدلال کا تعلق، **انسان** اور دیگر حیوانات مین اگر کوئی شے مابہ الامتیاز ہوسکتی ہے تو وہ **تعقل** اور استدلال کا مادّہ ہے، جو قدرت نے اِنسان مین ودیعت رکھا ہے، اور جس سے مؤخر الذکر محروم ہین، اِسی بنا پر حضرتِ اِنسان اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کا خطاب دیئے بیٹھے ہین، اور حیوانات کو جو جذبہ اور فطرت کی تحریک سے مجبور ہوکر فی الفور کوئی کام کرگذرتے ہین نظرِ حقارت سے دیکھتے ہین، اور خود اُن کی جنس کا کوئی فرد اگر مغلوب الجذبات ہوکر، بغیر منطقی دلائل سے کام لیئے ہوئے، کوئی فعل کرتا ہے، تو اُسے اِنسانیت سے دُور، اور صفاتِ بہیمیہ سے متّصف قرار دیتے ہین، زیادہ مقامِ تعجب یہ ہے کہ عوام سے قطع نظر، خود

قدیم ماہرین نفسیات بھی ہماری زندگی کے عقلی و استدلالی رُخ سے بحث کرتے رہے ہیں،
بہرحال کسی قدر مقام شکر ہے کہ زمانۂ موجودہ میں جو زبردست اضافہ معلومات نفسیات میں
ہوا ہی، اوس میں سے ایک یہ بھی ہو کہ انسانی زندگی میں جذبات اور دیگر جبلی رجحانات سے
بحث کرکے اون کی اہمیت کے لحاظ سے اون کو ایک علیحدہ رتبہ دیا گیا ہے، اور پہلے کی طرح
عقل اور استدلال کی قربان گاہ پر ان صفات انسانی کی بھینٹ نہیں چڑھائی گئی ہو،
عقل اور استدلال، کو خاص صفت انسانی تو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے،
کہ کتنے فیصدی انسان ایسے ہیں جو روزانہ اپنی زندگی میں پہلے ٹھنڈے دل سے کسی فعل کے
مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہوں، اور پھر وہ فعل کرتے ہوں؟ برخلاف اس کے کیا یہ واقعہ
نہیں ہو کہ انسان کے ہر فعل کی تہ میں، خواہ اُس میں ظاہرا کتنی ہی منطق اور استدلال سے
کام کیوں نہ لیا گیا ہو، ہمیشہ ایک نہ ایک جذبی یا جبلی محرک کام کرتا رہتا ہی، کیا ایسا کرنا
طبائع انسانی کے لیئے باعث ننگ ہی؟ کیا جذبات کی تحریک، یا فطرت کے غلبہ سے متاثر ہوکر
کوئی فعل کرنا انسان کو بہیمیت کے الزام کا سزاوار بنا دیتا ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے،
کیا بسا اوقات فوری کام کرنا، اور عقلی اُدھیڑ بُن میں نہ پڑنا، انسان کو فرائض انسانیت کی
ادائیگی میں مدد نہیں دیتا؟ کیا جذبات کی فوری تحریک صیانت حیات انفرادی وملی میں
ہماری معاون نہیں ہوتی؟ ایک محتاج تم سے بھیک مانگتا ہے، تمھارے لیئے جذبۂ ترحم سے
مجبور ہوکر فی الفور خیرات دینا زیادہ مستحسن ہے، یا یہ کہ استدلال و منطق سے بحث کی جائے،
معاشیات کے مسائل پر غور کیا جائے، اور بالآخر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ اوسے خیرات دینا
اوس کو مجہول بنانا، اور قوم کے ناکارہ افراد کی تعداد میں اضافہ کرنا ہے؟ اس سے کوئی
انکار نہیں کرسکتا کہ جذبات اپنی شدت اور قوت کے اعتبار سے بعض اوقات ہم پر حاوی

ہوجاتے ہین، اور اکثر لغزشین اون کی کورانہ تقلید کی وجہ سے سرزد ہوتی ہین۔ ہم اس سے
بھی انکار نہین کرتے کہ جرائم بھی زیادہ تر غلبۂ جذبات ہی کا نتیجہ ہوا کرتے ہین، لیکن اِس
حقیقت کے اظہار سے بھی ہم باز نہین رہ سکتے کہ اگر کوئی چیز فنون لطیفہ یا سائنس کا منبع
اور زندگی کی بہترین نعمات (رحم۔ ہمدردی۔ حب الوطنی اتفاق وغیرہ) کے لیئے وسیلہ
ثابت ہوسکتی ہی تو وہ چیز جذبہ ہے نہ کہ دلیل منطقی محض ارسطو اور مل کے بنائے ہوئے اصول پر
دنیا نہین چل سکتی ہے

با ہر کمال اندکے آشفتگی خوش است　　　　ہر چند عقل کل شدۂ بے جنون باش

جیسا کہ ہم ابھی کہہ چکے ہین اِس مین شک نہین کہ ہماری فطرت کے عناصر ترکیبہ
مین جذبات کی حیثیت غیر استدلالی ہے یعنی یہ کہ استدلال اور تعقل سے اُن کو کوئی علاقہ نہین
ہوتا لیکن جذبات کا غیر عقلی ہونا، اون کے مخالف عقل ہونے کو مستلزم نہین ہے، جذبہ عقل
اور دلیل کی ضد نہین ہے، اور اس کی تحریک استدلال سے بے نیاز سہی، لیکن سراسر مخالف
عقل بھی نہین ہے کہ ہماری آنکھون پر جہالت کا پردہ ڈالکر ہم کو اندھے کنوئین مین ڈھکیل دے،
اِس باب مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ عمل ترغیب بالاصل ایک جذباتی عمل ہے
جو بجائے عقل کے ہمارے جذبات، وجدانات، اور جبلّت کے زیادہ زیر نگین ہے، ترغیب کا
جذباتی عمل ہونا اِس امر کی کافی توجیہ کردے گا، کہ لوگ اِس سے متاثر ہوکر یا دوسرون پر
اِس کا اثر ڈالکر کیونکر دھوکے کھاتے یا فریب دیا کرتے ہین، تاہم ترغیب کی اِس خاصیت
کی بنا پر کہ یہ بداہتہً جذبات پر منحصر ہے، اِس کو استدلال عقلی کا مخالف اور اسلیئے قابلِ
تحقیر ٹھہرانا، غلط نتیجہ اخذ کرنا ہے،

ترغیب کی اساس۔ **اثر ترغیب کا** خواہ ذاتی ہو یا صفاتی، ہر حال مین آغاز کسی نہ کسی خواہش یا

یا اعتقاد سے ہوتا ہے، جب کبھی کسی مسئلہ پر ہمارا کوئی ذاتی اعتقاد ہوتا ہے، یا کسی خاص طرز عمل کی پیروی کی خواہش ہمارے دل پر مسلط ہوتی ہے تو ہم فوراً اپنے اعتقاد کو حق بجانب اور اوس کی وجہہ سے جو افعال سرزد ہون اون کو مستحسن ثابت کرنے کی کوشش مین منہمک ہو جاتے ہین، یہ اس صورت مین ہوتا ہی جبکہ ترغیب موضوعی یا ذاتی ہو، یعنی خود اپنے نفس کو دیجارہی ہو، معروضی یا صفاتی ترغیب مین بھی، جو دوسرون کو دیجاتی ہے، عمل ترغیب کے آغاز کی حد بھی "اعتقاد" یا "خواہش" ہوا کرتی ہے، دیکھو جب ایک خطیب منبر پر سے دریائے فصاحت بہاتا ہے، یا ایک سیاسی مقرر کسی مقصد کی تبلیغ واشاعت کی غرض سے اپنے سامعین کے دلون کو ہلا دیتا ہے، یا ایک مدبر سلطنت ایوان مباحثہ مین گرمی استدلال سے اپنے مخالفین کو لاجواب کر دیتا ہی، تو ہر صورت مین آغاز گفتگو سے قبل، ان حضرات کے دماغ مین کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد کا ہیولی موجود ہوتا ہے، جو ان کے دلائل وبراہین کے لیئے سرچشمہ کا کام دیتا ہے، اور جتنی زیادہ وضاحت اور تیقن کے ساتھہ یہ خواہش یا اعتقاد ان کے دماغ مین موجود ہوتا ہی، اوسی اعتبار سے اون کی ترغیب کم وبیش موثر ہوتی ہی، خود ترغیبی مین بھی کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد کا ہیولی قبل از قبل موجود رہتا ہے جس کو بجا ثابت کرکے، اوسپر عمل کرنا ترغیب ذاتی کا اصل مقصد ہوتا ہے،

منطق اور ترغیب کا فرق، | **ترغیب** مین چونکہ سمجھا کر دلائل وبراہین کے استعمال سے لوگون سے کسی بات کے منوانے کا سوال ہوتا ہے اسلیئے اکثر لوگ خیال کرتے ہین کہ اس مین اور دلائل منطقی مین کوئی فرق نہین، یہ غلط ہی، پہلی بات تو یہی ہے کہ دلائل کے استعمال کے علاوہ اور طریقون سے بھی ترغیب دی جاسکتی ہے، جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھین گے، اور دوسری بات یہ ہے کہ ترغیب مین ایک نہ ایک اعتقاد قبل از قبل موجود رہتا ہے، جسے بجا ثابت کیا جاتا ہے، حالانکہ منطق کے معنی تو یہ ہین کہ آزادانہ اور منصفانہ کسی نتیجہ پر پہونچا جائے، سوء ظن، یا حسن ظن کا اس مین دخل نہین ہوتا،

ہر استدلال کی غایت یہ ہوتی ہے کہ یا تو دو واقعات مین علاقہ سببیت دریافت کیا جائے، یا کسی واقعہ کی توضیح کرکے عقل یا نقل سے اُسے ثابت کیا جائے، فرض کرو تمہارا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ ایک موم بتی بعض حالات کے ماتحت روشن رہ سکتی ہے، اس کا ثبوت متعدد تجربات دکھانے اور پھر دلیل استقرائی سے کام لینے سے بہت آسانی کے ساتھ فراہم ہو سکتا ہے، اتنی بات تو ہر شخص تسلیم کریگا کہ ہر منطقی اور عقلی بحث کا اصل مقصد صحیح نتیجہ تک پہونچنا ہوتا ہے نہ کہ کسی نتیجہ کا قبل از قبل تعین کرکے اوس کو خواہ مخواہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا، تم شاید یہ اعتراض کرو کہ منطقی بحث کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مفروضہ نتیجہ قائم کرکے، اوس کے ثبوت کی کوشش کرتے ہین؟ لیکن پھر بھی یہ نتیجہ فرضی ہے، اگر ثابت ہو گیا تو بہا ورنہ دوسرا مفروضہ قایم کرکے بحث کا آغاز کیا جاتا ہے منطقی دلیلون سے مظاہر قدرت کی توجیہ یا اون کے ثبوت مین بہت کچھ مدد ملتی ہے اسلیئے کہ اون مین تجربہ کا امکان ہے، مگر انسانی اُمور مین بالخصوص انسانی ترغیبات مین منطقی طریقون سے کام لینا ذرا دشوار ہے، ہم یہ نہین کہتے کہ انسان دلائل سے کام ہی نہین لیتا نہین، بیشک لیتا ہے، خاصکر دوسرون کے افعال کی اچھی طرح چھان بین کرتا ہے، دو ممکنہ صورتون مین سے کسی ایک کا انتخاب اون کے باہمی مقابلہ اور موازنہ کے بعد کرتا ہے، دوسرون کے بتلائے ہوئے نتیجون کو بغیر کافی جرح و تحقیق کے قبول نہین کرتا، یہ سب کچھ ہے لیکن عمل ترغیب بہ نسبت اس منطقی طریقہ کے زیادہ عام ہے، بجائے اس کے کہ بحث کے بعد کسی عقیدہ کو صحیح یا غلط قرار دیا جاے، پہلے کسی خواہش یا اعتقاد کو تسلیم کیا جاتا ہے اور پھر بحث کی جاتی ہے، جو بالعموم یک طرفہ ہوتی ہے، منطق اور ترغیب کے طریقون مین یہی وجہ باعث اختلاف ہے،

انسان اور انسانیت کے متعلق جو کچھ بھی ہمارے راسخ اعتقادات ہوتے ہین وہ صرف استدلال کا نتیجہ نہین ہوا کرتے، بہت سے غیر شعوری اثرات، بہت سے غیر استدلالی

اسباب اپنا عمل کرتے رہتے ہین، اور ہمارے معتقدات پر اثر ڈالتے ہین، اپنے کسی اعتقاد کو ٹٹولو اوس کا اچھی طرح جائزہ لو، تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کو تسلیم کرنے کی وجہ بجز اس کے تمھارے پاس اور کچھ نہین ہو کہ تم اس کو اپنی مخفی خواہشات کے موافق پاتے ہو، یا اسکی وساطت سے تشفی جذبات کر سکتے ہو، یا ماحول اور تعلیم کے اثر کی وجہ سے یہ اعتقاد تم مین سرایت کر گیا ہے، یا یہ ہی اعتقاد تمھارے آبا و اجداد کا تھا، اور تمھارے ہمسایون کا بھی ہے، لہذا تم اسکو مانتے ہو، اب نظر انصاف سے دیکھو کہ اس اعتقاد کے تسلیم کرنے مین تم نے کس حد تک منطق اور استدلال سے کام لیا، کیا اب بھی تم کو یہ ماننے مین تامل ہو گا کہ اس اعتقاد کے متعلق جو کچھ عمل ترغیب ہوا خواہ خود تمھارے نفس نے تم کو ترغیب دی ہو، یا دوسرون نے، وہ تمھارے شعور سے کم و بیش باہر رہا، ترغیب ذاتی کی بنا کوئی نہ کوئی ایسی خواہش یا اعتقاد ہوتا ہے جو ہمارے لیے خارج از شعور رہے، بسا اوقات کل عمل ترغیب نفس کی لاعلمی اور حالت بیخودی مین واقع ہوتا ہے۔ ہم صریحاً اپنے آپ کو کسی فعل کی ترغیب دیتے ہین، لیکن نفس واقف نہین ہوتا، ہمارے شعور کی خُردہ گیر نظرین وہان تک نہین پہونچتین، مخفی جذبات اور خواہشات کی تحریک ہم کو جدھر چاہتی ہے لیجاتی ہے یہ تو ترغیب ذاتی مین ہوتا ہے، لیکن جب ہم دوسرون کو ترغیب دیتے ہین تو اگرچہ اوس کی محرک بھی کوئی نہ کوئی اعتقاد یا خواہش ہی ہوتی ہی، تاہم یہ ہمارے شعور مین ہوتی ہے، ہمارا نفس نہ صرف اس سے واقف ہوتا ہے، بلکہ دیدہ و دانستہ ایک خاص ترتیب و انتظام کو مدنظر رکھکر دوسرون پر اپنی خواہش کا سکہ جمانا چاہتا ہے، خلاصہ یہ کہ خواہ ترغیب ذاتی ہو، یا صفاتی، ہر صورت مین اوسکا مدعا یہ ہوتا ہے، کہ اون اعتقادون اور خواہشون کو جن کو ہم بغیر ارادہ یا بالارادہ قبول کر چکے ہین اپنے نفوس سے اور دوسرون کے نفوس سے بھی منوا دیا جائے، تاکہ وہ ہمارے شریک خیال یا شریک عمل ہو جائین،

ہم نے ابتک "اعتقاد" اور "خواہش" اِن دو الفاظ کا اِستعمال اِس طرح کیا ہے گویا یہ مُرادِف الفاظ ہین - اگرچہ عام گفتگو مین یہ الفاظ مختلف معنی رکھتے ہین، لیکن جہان تک ترغیب کے نقطۂ آغاز کا تعلق ہو اُن کی حیثیت اور انکا مفہوم ایک ہی ہے جس کیفیت نفس سے ترغیب کا آغاز ہوتا ہے، اوس مین دُو عناصر پائے جاتے ہین، ایک عنصر ذہنی ہوتا ہے اور اسے ہم لفظ اعتقاد سے تعبیر کرتے ہین، دُوسرا عنصر "ذہنی" نہین بلکہ زیادہ تر عملی ہوتا ہے یعنی اِس کا تعلق کم وبیش انسانی طرزِ عمل اور افعال سے ہوتا ہی، اِس عملی عنصر کو "خواہش" کا نام دیا جا سکتا ہی، کہنے کو تو دونون مین مذکورۂ بالا فرق ضرور ہے، لیکن ترغیب کی اساس دونون یکسان طور پر بن سکتے ہین، فرض کرو کہ ایک سیاسی مقرر ہندوستان مین سوراج کے مسئلہ پر گفتگو کر رہا ہے، اور لوگون کو اُس کے حصول کے لیے آئینی جدوجہد کی تلقین کر رہا ہے، اِس کی ترغیب کی اساس جو شے ہے اُسے خواہش یا اعتقاد دونون نام دیئے جا سکتے ہین، اِس کا اعتقاد ہے کہ ہندوستان کو سوراج ملنا چاہیئے، نیز اس کی خواہش ہی کہ ہندوستان کو سوراج ملجائے، دونون کے دونون یکسان طور پر ہمارے مقرر کے دلائل کا سرچشمہ بن سکتے ہین، دونون مین مخاطبین کے کسی آیندہ طرزِ عمل یعنی آئینی جدوجہد کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، مقرر کا منشا یہ ہے کہ اپنے سامعین کو اس طرزِ عمل کی پیروی کرنے کی ترغیب دے،

ترغیب کا اثر اعمال افعال انسانی پر

مسئلۂ ترغیب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس مین طرزِ عمل، اور افعال انسانی سے کم وبیش بحث ضرور ہوتی ہی، مثال کے طور پر مہاتما گاندھی کے ترک موالات کی تحریک کو لو، اونھون نے نہایت غور وخوض کے بعد، یا کسی ہمدردانہ جذبہ کی تحریک سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہمارے قومی تمول اور ترقی کے لیئے اگر کوئی آلہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے تو ترک موالات ہے، اِس اعتقاد سے آغاز کرکے اونھون نے "ترغیب" یا اصطلاحی زبان مین کار تبلیغ واشاعت شروع کیا اور ایک شخص مسمی زید کو ترغیب دی کہ ترک موالات ضروری ہے، اب اگر ہمارا فرضی زید مہاتما گاندھی کی موجوگی

مین اپنے کو ترک موالات کا حامی ظاہر کرے، اور اُسی روز اپنے بچون کے لئے ولایتی کپڑا خریدے تو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ مہاتماجی کی ترغیب کامیاب ہوئی؟ ہرگز نہین، اگر ترغیب کامیاب ہوتی تو زید کے طرز عمل مین بھی کوئی نہ کوئی تبدیلی ضرور پیدا ہوتی اچھا اب فرض کرو کہ مہاتماجی کی تقریر نے زید کی قوت متخیلہ پر قبضہ پالیا ہے ان کے طرز بیان نے اِس کے جذبات پر اثر کیا، اور اون کے استدلال نے اُسے اون کی تجویز کی معقولیت کا قائل کر دیا، اب زید کی کیا کیفیت ہوگی، دیکھو وہ ولایتی کپڑے کی دوکان کی طرف جارہا ہے ارادہ ہے کہ کچھ کپڑا خریدے، جا تو رہا ہے لیکن دل مین خیالات کا ہجوم ہے، مہاتماجی کے یہ الفاظ:-

"بھائیو اپنے دیس کا کپڑا خریدو، اِس سے تمہارے غریب بھائیون کا بھلا ہوگا تمہاری قومی دولت تمہارے ہی دیس مین رہیگی"

اوس کے کانون مین گونج رہے ہین، اِن خیالات نے زید پر اثر کیا اور وہ دفعۃً رک گیا کچھ دیر سوچتا رہا، اور پھر واپس لوٹ آیا، اب البتہ تم کہہ سکتے ہو کہ مہاتماجی کی ترغیب موثر ہوئی، کیونکہ نہ صرف زید کا اعتقاد یا اوس کی خواہش بلکہ اوس کے طرز عمل اور افعال پر بھی اثر ہوا،

ترغیب مین طرز عمل پر اثر کرنے کی ایک خاص صفت ہی، اِسی وجہ سے مسئلۂ ترغیب کی اہمیت بہت کچھ ہے اور اپنے ابنائے ملک و وطن کو باطل ترغیبون کے مُضر اثرات سے بچانا یا اون کو اچھے طرز عمل کی پیروی کی ترغیب دینا ہر وطن خواہ کا فرض ہے،

ترغیب کے عناصر ترکیبی (۱) جذبات وجدانات کا عمل۔ **ہماری ترغیب کی** اساسی خواہشات اور اعتقادات اور مستقبل کے طرز عمل کا ہیولیٰ قائم کرنا یہ فطرت انسانی کے جذبی عناصر پر منحصر ہے جملہ محرکات عمل کی تہ مین کسی نہ کسی جبلی خاصہ، جذبہ، یا جوش کا پایا جانا لازمی ہی، یہ اندرونی قوتین ہماری ترغیب کو قوت پہونچاتی ہین اور ہمین ایک خاص طرز عمل کی طرف لیجاتی ہین، ہم ہرگز

کسی ایسے اعتقاد یا خواہش کو قبول نہین کر سکتے، نہ کسی ایسے طرز عمل کی پیروی کر سکتے ہین
جو ہمارے جذبات کا ہم آہنگ نہ ہو، ایک شخص دوران جنگ مین اپنی خدمات فوج مین پیش
کرتا ہے، ہمارے دوست کی اس خواہش کو خدا معلوم کون کون سے جذبات تحریک دے رہے
ہون، ممکن ہے کہ ایک بدمزاج بیوی سے پیچھا چھڑانے اور چند روز اطمینان کی زندگی بسر کرنے
کے شوق مین اس نے وطن چھوڑنا گوارا کیا ہو، ممکن ہے کہ نام آوری اور اپنے ہم چشمون مین
ممتاز حیثیت رکھنے کے شوق نے اس کو آمادہ کیا ہو، یا اس کے دل مین سیر و سیاحت کا خیال
جاگزین ہوا ہو، ہو سکتا ہے کہ مذکورۂ بالا صورتون مین سے کوئی بھی نہ ہو، بلکہ خالص جذبۂ
حب الوطنی سے متاثر ہو کر یا ادائگی فرائض انسانی کے جوش مین اس نے فوجی ملازمت
کی نیت کی ہو، بہرحال کوئی بھی صورت کیون نہ ہو، اس خواہش کی تکمیل کے لیئے ایک ضروری
شرط یہ ہے کہ علاوہ ذہنی اور خارجی اثرات کے اسکے دل پر کوئی نہ کوئی جذبی تحریک مسلط ہونی
چاہیئے خواہ اوس کی قوت محرکہ کم ہو یا زیادہ، اس کی موجودگی لازمی ہے، ترغیب کی کامیابی کا
جذبی تحریکات پر یہ لازمی انحصار، اوس مین اور منطق مین ایک اور اختلاف کا بھی پتہ دیتا ہے
اور وہ یہ ہے کہ منطق مین جذبات کا شائبہ قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے، حالانکہ ترغیب مین اسکی
موجودگی ضروریات مین سے ہے،

ترغیب اور منطق مین بادی النظر مین تھوڑی سی مشابہت بھی پائی جاتی ہے،
اور وہ یہ کہ دونون مین فیصلون کا وجود ہوتا ہے، غور سے دیکھا جائے تو یہ مشابہت بھی محض سطحی
ہے حقیقی نہین، اسلیئے کہ دونون کے فیصلون مین بھی زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے، منطق کے فیصلہ
باہم مربوط، توالی و تواتر لیئے ہوئے ہوتے ہین، برخلاف اسکے ترغیب کے نام نہاد فیصلون
مین توالی و تواتر تو درکنار باہمی ربط کا پتہ بھی نہین ہوتا، اگر اون مین یہ صلاحیت ہو کہ ہمارے

پیش از پیش قرار دادہ نتیجہ تک ہم کو پہونچا دین، تو وہ قابل قبول خیال کیئے جاتے ہین، خواہ ایک فیصلہ دوسرے سے متضاد ہی کیون نہ ہو، اگر یہ صلاحیت نہو، تو اونھین رد کر دیا جاتا ہے، غرضکہ ترغیب مین فیصلے یک طرفہ ہوتے ہین، فریق ثانی کی آواز پر خواہ وہ کتنی ہی منصفانہ کیون نہو کان نہین دھرے جاتے۔ ع

راحت مین جو مخل ہو وہ کانٹا ہے راہ کا

ہم ذیل مین ترغیب ذاتی، کی ایک مثال درج کرتے ہین جس سے فیصلون کا یک طرفہ عمل اچھی طرح سے ظاہر ہو جاتا ہے،

"انگلستان کے ایک مشہور اخبار نے کسی عورت کا قصہ لکھا تھا جس پر دھوکہ دینے کے الزام مین مقدمہ چلایا گیا تھا، واقعہ یہ تھا کہ اس عورت کی چند نوجوان فوجی افسرون سے اتفاقیہ ملاقات ہو گئی اور اب اُس کو یہ فکر ہوئی کہ ان لوگون سے ربط وضبط بڑھائے تاکہ سوسائٹی مین شہرت حاصل ہو چونکہ روپیہ کی طرف سے عاجز تھی اور اچھا لباس اس قسم کی ملاقاتون کے لیئے ضروری تھا اسلیئے ترکیب یہ سوچی گئی کہ چند مشہور دوکانون مین جاکر اپنے آپ کو سربرآوردہ لوگون کا رشتہ دار ظاہر کیا جائے اور قرض سامان وصول کیا جائے، چند روز اس طرح کام چلتا رہا، بالآخر جب دوکاندارون نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ معزز لوگون سے رشتہ تو درکنار یہ عورت ان سے تعارف بھی نہین رکھتی، بالآخر فریب دہی اور دغا کے الزام مین گرفتار ہوئی"

اس مثال مین ہم دیکھتے ہین کہ اس عورت نے جو ترغیب اپنے نفس کو جھوٹ اور دھوکہ دینے کی دی، اوس کا آغاز اس اعتقاد سے ہوا کہ "فوجی افسرون سے دوستی قائم رکھنے کے لیئے اچھا لباس ناگزیر ہے" خود اوس عورت نے جو بیان عدالت کے روبرو دیا اوسمین ظاہر کیا کہ گذشتہ دو ہفتون سے میرا تعارف چند فوجی افسرون سے ہے اور اس تعارف کی

بڑھانے کے لیئے میں نے اچھا لباس حاصل کرنے کی خواہش کی، سب سے زیادہ توجہ طلب بات
اِس مثال مین یہ ہے کہ جیسے ہی یہ اعتقاد اِس کے دماغ مین جاگزین ہوا اور خود ترغیبی کا آغاز
ہوا ویسے ہی اسکے شعور نے ہر اِس خیال کو جو کسی طرح بھی اِس مقصد کے حصول مین حائل ہوتا
ہٹانا شروع کیا اور صرف وہی دلائل اور فیصلے قبول کیئے گئے جو تشفی جذبات کے مخالف نہ تھے

یہ تو خیر خود ترغیبی کی مثال ہوئی، دوسرون کو جو ترغیب دیجاتی ہے، اوس مین بھی
یہی عمل ظہور پذیر ہوتا ہے، ہر مقرر جس کا مقصد لوگون کو ترغیب دینا ہوتا ہے، اِس قسم کے
فیصلون سے کام لیتا ہے، اور اون مین صرف اوسی حد تک باہمی ربط اور تسلسل پایا جاتا ہے
جہانتک کہ وہ مقصد برآری مین مفید ثابت ہون، یہی وجہ ہے کہ اون حضرات کی ترغیبانہ تقریرین
جو اپنے آپ کو مبلغ کہتے ہین خواہ بظاہر کتنی ہی متین اور سنجیدہ کیون نہ ہون لیکن پھر بھی ایسے
دلائل رکھتی ہین جو تشفی جذبات تو کرسکتے ہین لیکن کسی منطقی استدلال کی تاب نہین لاسکتے
اگر تمھاری ترغیب کا منشا یہ ہے کہ تمھارے مخاطب تمھارے حسب خواہش عمل کرین تو اوس
وقت تک یہ ترغیب کارگر نہین ہوسکتی جبتک کہ یہ مجوزہ فعل اُن حضرات کے جذبات کی تشفی
نہ کرسکے، جن فیصلون سے عمل ترغیب مین کام لیا جاتا ہے وہ یا تو رغبت و رضامندی کے
مظہر ہوتے ہین، یا ناراضی کے، اگر ہمارا فیصلہ اظہار رضامندی کر رہا ہے تو یقیناً اُس کی تہ مین
تعریف، احسان، عزت، خودداری، حب الوطنی یا اسی قبیل کے دیگر جذبات پائے جاوین گے،
برخلاف اِس کے ایسے فیصلون کی تہ مین جو ناراضی کے مظہر ہین، ندامت، ملامت، نفرت،
غصہ یا خوف وغیرہ کا لگاؤ پایا جائیگا، ابتک ہماری بحث اون جذبات سے رہی ہے جو محرک
ترغیب ہوتے ہین، اب دیکھنا یہ ہے کہ وجدانات مین یہ صلاحیت کہانتک پائی جاتی ہو،

وجدان اور عمل ترغیب

جذبات اور وجدانات مین نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے یہ فرق ہو

کہ اول الذکر ہمارے اون الہامات فطری کا نتیجہ ہین جن کا تعلق استیثار یا ایثار سے ہوتا ہے
ان کا دورہ دورہ بہت تھوڑی مدت تک رہتا ہے، اور اُنکے اثرات عارضی ہوتے ہین۔ جذبات
کی تحریک فوری ہوتی اور بہت کچھ پُرزور بھی، لیکن ان کی قوت بہت جلد زائل ہوجاتی ہی
اور اسی وجہ سے ان کی تحریک سے جو افعال سرزد ہوتے ہین، اون مین قیام، ارادہ اور تنظیم کا
وجود نہین ہوتا، ترغیب کا اثر جذبات کے لیئے بانگ جرس کا حکم رکھتا ہی، اور خوف، غصہ، نفرت
استعجاب، محکومیت، حکومت، توصیف، وحشت، عظمت، کراہیت، تنفر، غرضکہ تمام جذبات
کی فوج خفتہ ترغیب کی تحریک پاکر کمربستہ ہوجاتی ہی اور ہمارے عقیدون، خواہشون۔
اور افعال کو اپنے رنگ مین رنگین کرنے اور اس طرح ترغیب کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتی ہے
وجدان مختلف جذبات کے منتظم مجموعہ کا نام ہے، اور اتنی بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مختلف جذبات
انفرادی طور پر اتنے زبردست محرک نہین بن سکتے جتنے کہ اوس حالت مین ہوتے ہین، جب
یہ سب کے سب کسی وجدان کے حلقہ مین ایک خاص نظام ترکیبی کے ساتھ موجود ہون، اور
ان مین تنظیم و ترتیب پائی جاے ذیل کی مثال سے جذبہ اور وجدان کی اہمیت ظاہر ہوجائیگی:۔

فرض کرو ایک مقرر کسی مجمع کے رُوبرو جنگ کے متعلق تقریر کررہا ہے اور لوگون کو
ترغیب دے رہا ہے کہ ملک اور بادشاہ کی حفاظت کے لیئے اپنی اپنی خدمات بحیثیت رضاکار
پیش کرین، مقرر کی اس ترغیب کی بنیاد حُبِ الوطنی ہے، اور اس وجدان سے مدد لیکر وہ سامعین کو
اپنے حسب منشار عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، چونکہ وجدان حب الوطنی مین بہت سے جذبات
مجتمع ہین لہذا ہمارا مقرر مختلف طریقون سے ترغیب دیسکتا ہے، اپنے سامعین کے سامنے یہ
بیان کرے کہ دشمن کی قوت زبردست ہے، وہ ہمین فتح کرنے کی قدرت رکھتا ہے، ہمارے
پاس اوس کے مقابلہ کے لیئے فوج نہین اور جبتک آپ لوگ مدد نہ دین انجام شکست و تباہی ہے،

وہ اون کے خوف اور تردد کے جذبات کو بیدار کرسکتا ہے، کبھی یہ کہکر "دشمن نے ہماری عورتون کی عصمت دری کی، ہمارے بچون کو تہ تیغ کیا....." وہ سامعین کے جذبات رحم، نفرت، ملامت اور وحشت کو برانگیختہ کرسکتا ہے کبھی اس طرح اپیل کرکے "کیا آپ لوگ دشمن کو بغیر انتقام لیے چھوڑ دینگے، کیا ہماری تباہ شدہ کھیتیان، مسمار عمارات، یہ سب بغیر بدلہ کے رہینگے" وہ غصہ اور انتقام کے جذبات کو اشتعال دیسکتا ہے، کبھی اسلاف کی شاندار روایات یا دیگر اقوام کے کارنامہ سناکر وہ جذبۂ غیرت اور خودداری کو جوش مین لاتا ہے، اب دیکھو کہ مذکورہ بالا نو جذبات مین سے ہر ایک فرداً فرداً ہمارے مقرر کے حسب خواہش طرز عمل کا محرک بن سکتا ہے، لیکن جب یہ ہی گوناگون جذبات کسی ایسے وجدان (حب الوطنی) کے اجزائے ترکیبی ہوتے ہین جو سالہا سال بلکہ صدیون کی سماجی زندگی کا نتیجہ ہے تو اون کی مشترکہ قوت بہت کچھ ہو جاتی ہے، اون اعتقادات کی جو زمانہ کے اثر سے پختہ ہو کر روایات بن گئے ہین، اہمیت عمل ترغیب مین بہت زیادہ ہے، اور ضم شدہ جذبات ان انفرادی جذبات سے کہین زیادہ موثر ہوتے ہین جو آندھی بگولے کی طرح اٹھتے ہین، لیکن تھوڑی دیر کے بعد اپنی قوت سے خود ہی فنا ہو جاتے ہین،

جذبات اور وجدان کی ترغیب مین جداگانہ اہمیت ہے، لیکن سب سے زیادہ ضروری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ خواہ جذبہ ہو، یا وجدان یا اور کوئی اندرونی محرک، ترغیب مین جذبی عنصر لازماً پایا جاتا ہے، اگرچہ اس کا محل ظہور اور اس کی ظاہری حیثیت کچھ ہی کیون نہ ہو، یہ جذبی عنصر کبھی "الہام فطری" کہلاتا ہے، کبھی "رجحان" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کبھی اپنے اصلی لباس مین بحیثیت جذبہ کے نمودار ہوتا ہے، کبھی وجدان مین نظر آتا ہے ؎

من انداز قدت را می شناسم   بہ ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

غرض یہ کہ اوسکا پایا جانا ضروریات مین سے ہے اور اگر عمل ترغیب کو صورت نامین تو یہ اوس کا

ہیولی ہے، چراغ فرض کریں تو اوس کا نور ہے، سائنس خیال کریں تو یہ بھی اولیات میں سے ہے؛

ترغیب کا دوسرا عنصر ذہنی کامل۔ اب تک ہم نے عمل ترغیب میں جذبہ کے وجود سے بحث کی ہے، لیکن عنصر جذبی کا وجود عنصر ذہنی کے عدم کو مستلزم نہیں ہے، اور یہ قیاس کرنا کہ ترغیب میں کسی ذہنی عنصر کا وجود نہیں ہوتا غلطی ہوگی، ہم بتا چکے ہیں کہ ترغیب کے فیصلے مظہر رضامندی یا رغبت ہوتے ہیں، یہ کہنا ہی اون میں عنصر ذہنی کے شائبہ کا پتہ دیتا ہے، آیندہ سطور میں اس عنصر سے بحث کیجائیگی، اور عمل ترغیب میں اس کا حصہ دیکھا جائے گا، پہلے اوس کے وجود کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے،

مذہبی واعظوں کی ترغیب میں موجودہ "لامذہبی اور بدکرداری" کی درستی کی طرف اشارہ ہوتا ہے تارکین موالات کی ترغیب میں ہندوستان کی موجودہ "غلامی اور مفلسی" کا تصور موجود ہوتا ہے تارک منشیات کی ترغیب میں شراب کے مضر اثرات، کا خیال مضمر ہوتا ہی، غرضکہ ہر خواہش یا اعتقاد میں جو ترغیب کی اساس بنتا ہے کسی موجودہ صورت حالات کا ذہنی تصور ضرور موجود ہوتا ہے جس کو کہ ترغیب دہندہ اپنی ترغیب کے ذریعہ سے بدلوانا چاہتا ہے، اگر یہ ذہنی تصور واضح اور روشن ہے، تو ترغیب بھی واضح اور مؤثر ہوگی، برخلاف اس کے اگر ترغیب دینے والے کے ذہن میں موجودہ حالت کا تصور مبہم اور گنجلک ہے، تو اوس کی ترغیب بھی اوسی اعتبار سے مبہم اور پیچیدہ ہوگی، گویا کہ ترغیب کی کامیابی بلکہ اوس کے آغاز کا انحصار صورت حالات کے صاف اور واضح ذہنی تصور پر ہے، دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ عنصر ذہنی کا پایا جانا ضروری ہے جہاں یہ تصور مکمل نہیں ہوتا وہاں ترغیب بھی زیادہ کامیاب نہیں ہوتی، کیا ایک ایسے شخص کی ترغیب جس کے ذہن میں بائیسکوپ کے مضر اثرات کا تصور تک نہیں ہے، ہم کو بائیسکوپ دیکھنے سے روک سکتی ہے؟ یا ایک ایسے تنگ نظر مبلغ کی ترغیب جس نے صرف ایک شب تھیٹر دیکھکر

اِس کو مذموم اور مخرب اخلاق قرار دے دیا ہو وا ضح اور مفصل ہو سکتی ہے ؛ ہمارا خیال ہے کہ
اِن دونون صورتون مین ترغیب کی کامیابی ذرا دشوار ہے ، اگرچہ موثر ہو بھی ، تو محض اُن اصحاب
کے لیئے جو پہلے سے اِن حضرات کے ہمخیال ہین اور اون کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہتے ہین ،

خود ترغیبی چونکہ ایک موضوعی اَل ہے ([illegible])

اسلیئے اس مین صورت حالات کا ذہنی تصور درک ، کی صورت مین ہوتا ہے ، یعنی مین خود
کسی حالت کو سمجھکر اپنے نفس کو ترغیب دیتا ہون ، دوسرون کو جو ترغیب دیجاتی ہے اُسمین
یہی کام " احضار ، ([illegible]) یا گفتگو سے لیا جاتا ہے تاکہ اُنکو بھی
درک دلایا جاسکے ، یہ تو ہر شخص تسلیم کرے گا کہ احضار واقعات کے لیئے عنصر ذہنی کی موجودگی
لازمی ہے ، بیان یا گفتگو کا ترغیب مین اہم حصہ ہے ، اس کے کرشمے خاص طور پر عدالتون مین
دیکھنے مین آتے ہین - وکلا کی بحث ترغیب کا آلہ ہوتی ہی ، جو خوبیان کسی فاضل وکیل کے
بیان مین پائی جاتی ہین ؛ جامعیت ، صحت ، تناسب ، تسلسل واقعات اور رابطۂ خیالات ہین
ایک قابل ایڈوکیٹ اپنی تقریر مین اِس بات کا لحاظ رکھتا ہے کہ مقدمہ کے تمام اہم واقعات
بیان کر دیئے جائین ، کسی ضروری واقعہ کا اخفا بعض اوقات ناکامی کا باعث بھی ہو جاتا ہے
پھر واقعات کی تفصیل کا ہونا بھی ضروری ہے ، ظاہر ہے کہ مقدمات جرائم مین جبتک کہ واقعات
کا بیان بلحاظ موقع و وقتِ واردات بے کم و کاست نہ کیا جائے ، اندیشہ ہے کہ استدلال ناقابل
قبول ہو ، اور مقدمہ کا فیصلہ مخالف ہو ، مختلف واقعات مین صحیح تناسب کا لحاظ بھی ضروری ہی ،
اہم واقعات پر زور دینا ہوتا ہے ، بیان مین ترتیب و تواتر کا خاص خیال رکھا جاتا ہے ، اب غور
کرو تو یہ سب باتین فی الحقیقت ذہن سے متعلق ہین اور ہر عمل ترغیب مین ان کا کم و بیش وجود
ضرور ہوتا ہے ، اِس سے عنصر ذہنی کی ترغیب کے عمل مین موجودگی لازمًا ثابت ہوتی ہی ،

مذکورۂ بالا صورتون کے علاوہ یہ عنصر ذہنی کبھی استنباطات کی شکل مین بھی ظاہر ہوتا ہے، جب تکمیل مقصد کی دو پیش نظر صورتون مین سے کسی ایک کا انتخاب کیا جائے، مثال کے طور پر فرض کرو میری صحت خراب ہوتی جارہی ہے اور مین اوس کی ترقی کی کوشش کرتا ہون، بحالی صحت کے لیئے میرے سامنے دو تجویزین ہین اولاً یہ کہ مین کالج سے تعطیل لیکر دیہات چلا جاؤن، ثانیاً یہ کہ مین کسی مقامی طبیب سے رجوع کرون، اب مین دونون صورتون مین سے اسی کا انتخاب کرون گا جس مین میرے مقصد بحالی صحت کی تکمیل کی زیادہ صلاحیت ہو، چنانچہ مین استنباط عقلی سے کام لیکر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہون چونکہ مین ضرورت سے زیادہ ٹینس کھیلتا ہون اور کھلے میدان مین ورزش کرتا ہون لہذا میری صحت خراب ہوگئی ہے اور مین کسی مقامی طبیب سے علاج کراؤن گا، ظاہر ہے کہ میری اس ترغیب ذاتی مین استنباط عقلی سے کام لیا گیا اگر بجائے اس صورت کے دوسری کا انتخاب کیا جاتا تو بھی یہی ہوتا، ترغیب مین عنصر ذہنی کی موجودگی کا یہ دوسرا ثبوت ہی،

دوسرون کی ترغیب مین بھی یہی ذہنی عنصر پایا جاتا ہے، ہم وکیلون کی تقریر کو مثالاً پیش کر چکے ہین، کوئی سی مثال بھی ترغیب لفظی (تحریری یا تقریری) کی لو، اوس مین استقرائی و استخراجی دلائل نظر آئینگے، تمثیلات، توالی و تواتر، علاقۂ سببیت کا وجود بھی اکثر ہوگا، یہ سب چیزین استدلال سے متعلق ہین،

اس موقع پر یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم ترغیب کی ظاہرا منطقی ترتیب، توالی و تواتر وغیرہ کے متعلق پہلے کہہ چکے ہین کہ انکا استعمال محض سطحی ہوتا ہے، اور تشفی جذبات کی صلاحیت پر اون کے قبول اور رد کا انحصار ہوتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے کہ ترک منشیات کی ترغیب انگلستان کی آبادی کے ایک حصہ کو منطقی نظر آتی ہے، ان مین جن دلائل سے کام لیا گیا ہے وہ بھی کل وجہ تشفی بخش نظر

آتے ہین لیکن وہی ترغیب آبادی کے دوسرے حصہ کو غیر استدلالی بلکہ مہمل معلوم ہوتی ہے، وہی
ایک شخص جب ایک مجمع کے سامنے شراب کی خرابیان بتاتا ہے تو لوگ اُس کی باتون کو قبول کرتے
ہین اور شراب سے توبہ کرتے ہین، لیکن دوسرے موقع پر اسی مقرر پر حملہ کیا جاتا ہے اور اسے زدوکوب
کیا جاتا ہے، چنانچہ ترکِ شراب کی تحریک کے بانی ڈاکٹر "پیسی فٹ" جانسن کے ساتھ یہی واقعہ پیش
آیا اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو کہا نہین جا سکتا کہ ان دو فریقون کی سمجھ اور غلطیون مین بہت کچھ اختلاف
ہے، پھر کیا سبب ہے؟ محض یہ کہ بحث کی ایک اہم کڑی (یعنی ترکِ مسکرات کی جذبات سے ہم نوائی)
فریق اول کو صاف نظر آتی ہی لیکن فریق دوم کی نظرون مین اس کڑی کا وجود نہین اور اسلئے اون کو
بحث غیر منطقی اور غیر استدلالی معلوم ہوتی ہے،

جذبہ اور ذہن کا باہمی تعلق۔ **ترغیب** کے ان دونون عناصر ترکیبیہ (ذہنی وجذبی) کا عمل علیحدہ علیحدہ
نہین ہوتا، اصلیت یہ ہے کہ دونون ایک دوسرے مین ضم ہوجاتے ہین، اور ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہی
عنصر جذبی کا اثر عنصر ذہنی پر یہ ہوتا ہے، کہ جذبہ اپنی تشفی کے لیئے استدلال کو قابو مین کرلیتا ہے، اور
اس سے وہی فیصلہ صادر کرتا ہے جو اس کے ہم آہنگ ہون، (اس کی مثال انگلستان کی ایک عورت
کے رویہ سے دیکھ چکی ہو) اس طرح سے ذہن کا اثر بھی جذبات پر ہوتا ہے، مثلاً خوش اسلوبی سے کسی نقطۂ خیال
کا بیان کرکے فصاحت اور وضاحت سے اپنے حسب منشا ترغیب دیکر ہم دوسرون کے جذبات کو اپنا
ہم نوا بنالیتے ہین، اس کی مثال آجکل ہندوستان مین کثرت سے نظر آتی ہے، استدلال سے ہمین اپنے
جذبات پر قابو پانے مین بھی بڑی مدد ملتی ہے، یہ اس طرح سے کہ ایک جذبہ کی مخالفت مین استدلال، دوسرا
قوی تر جذبہ کھڑا کردیتا ہے، اور اول الذکر کے اثر کو زائل کردیتا ہے، مثلاً جذبۂ غضب سے متاثر ہوکر
ہم خود کو اپنے دشمن کے قتل کرنے کی ترغیب دیتے ہین، لیکن استدلال اِس جذبہ کی مخالفت مین جذبۂ
خوف کو سامنے لاکر کھڑا کردیتا ہے، اور قتل کے نتائج (یعنی پھانسی پانا) سے خوف زدہ ہوکر غضب کا

جذبہ دب جاتا ہے، استدلال ایک دوسرا طریقہ بھی جذبۂ غضب کو توڑنے کا استعمال کرسکتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ شخص مغضوب کو قابل عزت وتوقیر ثابت کردے، اور اس طرح یہ جذبہ اوس کی ذات سے منتقل ہوجاتا ہے، اس کی مثال لارڈ چیتھم (Chatham) کی تقریر سے ملتی ہے، جب جنگ آزادی امریکہ کے زمانہ مین انگلستان کی پارلیمنٹ مین امریکہ کے خلاف غصہ وغضب کے جذبات موج زن تھے، اور مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ باغیون کی سرکوبی کے لیئے ممالک غیر سے فوجی مدد مانگی جائے، تو لارڈ موصوف نے جو صلح کی پالیسی کے موید تھے، اپنے سامعین کے قلوب پر اول تو انگلستان کی شکست کی خیالی تصویر کھینچ کر خوف کا جذبہ طاری کیا اور پھر حسب ذیل الفاظ مین اونکو جنگ سے باز رکھنے اور دول خارجہ سے فوجی امداد مانگنے کی ترغیب دی:-

"امریکی نوآبادیات اپنی آزادی کے لیئے برسرپیکار ہین "آزادی" ہر شخص کا فطری حق ہے، ہمین انکی حب الوطنی کی قدر کرنی چاہیئے، اور اونکی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہیے"

ترغیب کے تیسرے عنصر تخیلہ کا عمل | **جذبی اور ذہنی عناصر** کے علاوہ جو ابتک ہماری بحث کا مرکز رہے ہین ایک تیسرا عنصر بھی عمل ترغیب مین شریک ہے اور وہ تخیل ہے، یہ تخیلی عنصر بقیہ دو سے بہت کچھ مربوط ہے اور اپنے اثر سے کبھی تو عنصر ذہنی کے عمل یعنی درک حالات کو بدل ڈالتا ہے، اور کبھی اپنی اختراعی خصوصیت سے کام لیکر عنصر جذبی کو متاثر کرکے جذبات کی قوت کو گھٹاتا بڑھاتا ہے،

ہر خواہش یا اعتقاد جس سے عمل ترغیب کا آغاز ہوتا ہے، جہان ایک طرف جذبات کی ہمنوائی حاصل کرتا ہے اور دوسری طرف درک حالات سے مدد لیتا ہے، وہان تیسری طرف وہ بالخاصہ ہمارے دماغ مین اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہے، ہمارا فرضی زید جو مہاتما گاندھی کی ترغیب کی وجہ سے تارک موالات ہوگیا ہے۔ اپنی متخیلہ سے کام لیکر اپنے دماغ کے سامنے ملک کی موجودہ عسرت و فلاکت کا خیالی نقشہ لاکر، یا حصول سوراج کی صورت مین ملک کی آیندہ سرسبزی، خوشحالی اور آزادی کی

خوشنما تصویر اپنی متخیلہ کی بدولت کھینچکر اپنے عقیدہ کو اور پیزور بنا سکتا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ شد و مد کے ساتھ ترک موالات کا حامی ہو جاتا ہے، اسی طرح سے اگر کوئی شخص تمھین نیک افعال کی تلقین کرے اور دوسرا تلقین کے ساتھ ساتھ اوس حالت کا ایک خوشنما خاکہ بھی کھینچدے جو تلقین پر عمل کرنے کی صورت مین ظاہر ہو گی تو یقیناً تمھارے دل پر موخر الذکر کی ترغیب کا اثر بہ نسبت پہلے شخص کے زیادہ ہوگا، اس کی وجہ یہی ہے کہ دوسرے شخص نے عنصر تخیلی سے بھی کام لیا، جو لوگ قرآن حکیم کی مادی مثالون پر اعتراض کرتے ہین وہ افعال نیک کی تشویق و ترغیب مین تخیل کے اس اہم اثر کو نظر انداز کر دیتے ہین۔ تخیل کا ایک خاصہ یہ ہے کہ اوس کی وساطت سے خواہشات اور اعتقادات قوی تر بن جاتے ہین،

ہر اعتقاد نہ صرف اپنی مناسب حال خیالی تصویرین دماغ کے سامنے لاتا ہے بلکہ اسکا ایک اور خاصہ یہ بھی ہے کہ ان تخیلات کا جو اسکے مخالف ہون شعور کے سامنے گذر بھی نہین ہونے دیتا، فرض کرو کہ ہمارا زید ترک موالات کے سلسلہ مین ترک لہو و لعب کا بھی حامی ہے، کیا تمھارا خیال ہے کہ اوس کے تخیل مین کسی ایسے متوسط الحال خاندان کی تصویر کا گذر ہوگا جو دن بھر محنت مزدوری کرتا ہے، اور روزانہ شبکو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے لیئے بائیسکوپ جاکر جائز طور سے اپنا دل بہلاتا ہے، مگر زید کا اعتقاد ترک لہو و لعب، اور اسی باعث ترک بائیسکوپ کا موید ہے، لہذا اول تو یہ تخیل اسکے دماغ مین آئے ہی گا نہین اور اگر آئے گا تو فوراً ہی خارج کر دیا جائے گا، بہ نسبت مذکورۂ بالا تخیل کے زید کے لیئے اوس خاندان کی خیالی تصویر کھینچنا آسان ہوگا جو شاید بائیسکوپ کی وجہ سے مفلس ہو گیا ہے یا جس کے افراد بائیسکوپ سے چوری ڈاکہ وغیرہ کا سبق سیکھ گئے ہین، کیونکہ یہ تصویر اُس کے اعتقاد کے حسب حال اور اسے قوت پہونچانے والی ہے،

تخیل کے اقسام استحضاری اور ترکیبی ہین تخیل استحضاری ایک مرتبہ دیکھی ہوئی چیزون کو ہمارے نفس کے سامنے پیش کرتا ہے مثلاً مین آنکھ بند کرکے اپنے دوست کے کمرہ ملاقات کا تصور کرتا ہون تخیل ترکیبی، گذشتہ اور موجودہ کو ملاکر مستقبل کی تصاویر کا نقشہ کھینچ سکتا ہے، متخیلہ کے اس خاصہ سے ترغیب مین بہت کچھ مدد لیجاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ ترغیب دہندہ اس کی مدد سے اپنے سامعین کے سامنے ایک خیالی تصویر ان حالات کی کھینچ دیتا ہے، جو اس کی رائے پر عمل کرنے کی صورت مین ظاہر ہونگے اور اس خیالی تصویر کی مدد سے اپنی ترغیب کو کامیاب بناتا ہے، ذیل کے اقتباس سے اس کی مثال ملتی ہے، یہ اقتباس لارڈ برو کھم کی اس تقریر کا ہے جو صاحب موصوف نے دارالامرا مین ۲۰ر فروری ۱۸۳۸ء کو انسداد رسم غلامی، کے متعلق کی تھی، مقرر صاحب انسداد رسم غلامی کے خوشگوار نتائج کی خیالی تصویر ان الفاظ مین کھینچتے ہین:-

جون ہی کہ یہ مژدۂ فرحت اثر (کہ رسم غلامی موقوف ہوگئی) دنیا کے ہر گوشہ مین پہونچے گا، ایک نئے اور خوشنما مستقبل کا نظارہ دنیا کے پیش نظر ہو جائے گا، کتنے ہی پژمردہ قلوب جو انسان کے انسانون پر مظالم دیکھکر رنجور رہتے، موسم بہار کے غنچون کی طرح کھل جائین گے، جہان کل کسی بیرحم آقا کے ظالمانہ کی کرخت آواز اور اوس کا درشت لب و لہجہ اور مظلومین کی آہ و بکا کو اپنے اندر چھپائے ہوئے تھا، وہان آزادی اور امن و امان کے شادیانون سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیگی، بدقسمت افراد انسانی کے طوق و سلاسل کی جھنکارین بند ہو جائینگی، حرمان نصیب غلامون کے اعضا زنجیر و رسن کی سخت گیریون سے نجات پائینگے، زمانہ کا شفیق ہاتھ رفتہ رفتہ اون کے جسمون سے غلامی کے داغ دور کر دے گا، جملہ اقوام انسانی، بلا قید رنگ و مذہب ترقی کی دوڑ مین برابر کا حصہ لین گی، قدرت کا دست فیاض ان سرزمینون پر جو پہلے کسی حکومت کے

آگے جور و تعدی اور اس کے کوڑ دن کی مار کی بدولت کاشت کی جاتی تھین اپنے خزانہ کے زرو جواہر برسائیگا اور وہ زمین اب محنت اور مزدوری کے شیدائیون کے پسینہ سے سینچی جائیگی، امرا کے عالیشان محلون مین، دیہات کی لہلہاتی ہوئی کھیتیون مین شہر کی سڑکون مین، زرخیز وادیون مین غرضکہ تمام عالم مین امن و امان فرحت و انبساط کی یکسان حکمرانی ہوگی، حضرات! عالمگیر خوشحالی اور تمدن کی یہ خوشنما تصویرین آپ کے قلب کو متاثر نہین کرتین...... الخ"

اِس قسم کے تخیل ترکیبی کا اثر (جس کی مثال ابھی ابھی دیکھا چکی ہے) عمل ترغیب پر بہت کچھ ہوتا ہے، گذشتہ و موجودہ حالات کی روشنی مین ہم تخیل کی مدد سے مستقبل کی تصویر کھینچتے ہین، حسب موقع اون مین اُمید و بیم خوف و ہراس کی رنگ آمیزیان کرتے ہین اور ان خیالی خاکون کو اپنے پیش نظر رکھکر ایسی تدبیرین سوچتے ہین جو ماضی یا حال سے بہتر صورت حالات پیدا کرسکین کتابون اور تقریرون مین جتنی ترغیب کی مثالین نظر آتی ہین اون مین سے اکثر متخیلہ کی اس صفت ترکیبی سے متصف نظر آتی ہین، ناظرین اور سامعین کے سامنے ماضی وحال، اور مستقبل کے جامع اور معنی خیز نظارے پیش کیے جاتے ہین- دور تک پہونچنے والے اثرات کا درک دلایا جاتا ہے، اور علت موجودہ اور معلول بعید مین رشتہ قایم کیا جاتا ہے،

جس طرح کہ جذبات اور ذہن ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہین اور ایک سے دوسرے کو مدد ملتی ہی، اسی طرح عنصر تخیل بھی ذہن اور جذبات پر اثر کرتا ہے اور تینون باہمدگر ہم آہنگی سے اپنا عمل کرتے ہین،

تخیل کا ترغیب کے بقیہ دو عناصر (ترکیبی و جذبی) پر اثر،

تخیل اپنی صفت اختراعی کے ذریعہ سے جو اثر عنصر ذہنی (درک استحضار، بیان) پر کرتا ہے اوسے ہم زید کی مثال مین دیکھ چکے ہین لیکن اُسکا اثر عنصر جذبی پر بھی ہوتا ہے، اور جذبات مین بھی متخیلہ کی وساطت سے ایک تازہ روح پھونکی

جاتی ہے اور اون کو قوی تر کر دیا جاتا ہے، مثلاً لارڈ برو کہم کی تقریر کا آخری حصہ "حضرات کیا یہ عالمگیر خوشحالی الخ ...." ہمدردی انسانی اور اخوت کے جذبات کو شدید کر کے اون کی ترغیب کو زیادہ مؤثر بنا دیتا ہے، زید ایک ایسے خاندان کی خیالی تصویر کھینچکر جو بائیسکوپ کی بدولت تباہ ہوا ہے اپنے جذبات ترحم اور ہمدردی کو برانگیختہ کرتا اور پہلے سے بھی زیادہ ترک لہو و لعب کا مؤید بنجاتا ہے، مختصر یہ کہ تخیل کی وساطت سے جذبات کا حلقۂ اثر وسیع تر ہو جاتا ہے، ہمارے جذبات کو جوش مین لانے کے لیئے کسی صورت حالات کی بالفعل موجودگی لازمی نہین رہ جاتی، اگر اصلاً اور واقعتہً بائیسکوپ کی وجہ سے کوئی خاندان تباہ نہ بھی ہوا ہو تو کیا ہرج ہے زید کا متخیلہ خیالی دنیا مین اس کا منظر اوس کو دکھا سکتا ہے، اور اوس کے اعتقاد کو زیادہ پختہ بنا سکتا ہے، ترغیب مین وجدان کی اہمیت سے بحث کرتے وقت جس مقرر کا ہم نے ذکر کیا تھا اوس کی مثال بھی اس حقیقت کو واضح کر دیتی ہے دشمن کو سون دور ہے مگر اوسکے شہر مین داخل ہونے کی خیالی تصویر سامعین کے جذبۂ دہشت کو برانگیختہ کر دیتی ہے، دشمن کی فتح امکانی حد سے گذر کر یقین کے درجہ تک ابھی نہین پہونچی ہے مگر اس فتح کی خیالی تصویر سے ڈرا کر لوگون پر وہی جذبات طاری کیئے جا سکتے ہین، جو اُس وقت ہوتے جبکہ دشمن کی فوجین شہر کے دروازہ پر کھڑی ہوتین، سوراج خدا معلوم کب حاصل ہو، لیکن سامعین اپنی خوش آیند خیالی تصویر سے متاثر ہو کر آج ہی اسکے لیئے چندہ جمع کرتے ہین، اور موجودہ مصائب کی کالی گھٹا کو امید بعید کی کرن سے روشن کرتے ہین، بالخدا بندے مکتی اور نجات اخروی کی دھن مین موجودہ صعوبتین خوشی خوشی برداشت کرتے ہین، غرضکہ ترغیب مین متخیلہ کی بدولت واقعات کی عدم موجودگی مین اون کی تصویر ہی سے مدد لیجاتی ہے،

جس طرح تخیل کی بدولت ہماری ترغیب واقعات کے وجود کی محتاج نہین ہتی،

اسی طرح یہ بھی لازم نہین ہے کہ جبتک ان واقعات کا اثر ہماری ذات پر نہ ہو تب تک ترغیب کامیاب ہی نہ ہو اگر ہماری ذات کسی واقعہ کے مضر اثرات سے بری بھی رہے تب بھی دوسرون کی ذات پر اس کے جو کچھ مضر اثرات ہوئے ہین، انکی تصویر ہم مین جذبۂ رحم، غضب، انتقام وغیرہ کو برانگیختہ کرسکتی ہے اور ہم اپنے آپ کو اوس واقعہ کا مخالف بنا سکتے ہین، شلاً لارڈ بروگھم کی تقریر ہی کو دیکھو، حالانکہ رسم غلامی کے قبیح نتائج سے اہل انگلستان بالکل محفوظ تھے، تب بھی افریقہ کے غلامون کی تکالیف کا خیالی نقشہ کھینچکر لارڈ موصوف نے اپنے ہموطنون مین جذبات ہمدردی ترحم اور اخوت کو بیدار کیا اور اون کو ایک معینہ طرز عمل (یعنی قید وینا یا انسداد غلامی کا رزولیوشن پاس کرنا) کی ترغیب دی، اگر ہمارے متخیلہ مین تاثیر نہ ہوتی تو اخوت کا وجود بھی نہ ہوتا، ہندوستان کے مسلمان سمرنا کے مظلوم مسلمانون کے خیال سے بےچین نہوتے، ہمدردی، دلسوزی، دستگیری اور ایسے دوسرے الفاظ کبھی شرمندۂ معنی نہ ہوتے۔ اور

چیست ہمدردی، طپیدن از تپ ہمسایگان از سموم نجد در باغ عدن پژمان شدن

خوار دیدن خویش را از خواری ابنائے جنس در شبستان تنگ دل از زحمت زندان شدن

کا کچھ مفہوم ہی نہ ہوتا،

یہ تو تخیل کا اثر جذبہ اور استدلال پر ہوا لیکن جذبات بھی تخیل پر اپنا اثر ڈالتے ہین، ایک خوف زدہ شخص (جس پر جذبۂ خوف طاری ہے) کسی خطرہ کو آتا دیکھکر یا آنیوالے خطرات کے خیال سے اوسکے روک اور اپنی حفاظت کے ذرائع کا تخیل کرتا ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ شبہہ بدگمانی اور حسد کے جذبات سے متاثر ہوکر حضرت انسان کیا کچھ نئی ترکیبین سوچتے اور جدت طبع کا ثبوت دیتے ہین، جس شخص کے دل مین آتشِ انتقام مشتعل ہوتی ہے اپنے دشمن کو نقصان پہونچانے کے لیئے اوس کا متخیلہ کن کن نئی ترکیبون کو نہین سوچتا، زمانۂ جنگ مین

دشمن کو غارت کرنے کے لیے جن حیرت انگیز اختراعات سے کام لیا جاتا ہے، وہ دراصل جذبۂ خوف کا نتیجہ ہوتی ہین، جو تخیل اختراعی کے ذریعہ اپنی حفاظت اور دوسرون کی تباہی کے عجیب و غریب طریقے سوچتا ہے، خلاصہ یہ کہ عمل ترغیب مین ہمارے جذبات تخیل سے کام لیکر نئے نئے راستے اور نئی نئی حکمتین اپنی تشفی کی ڈھونڈھ نکالتے ہین،

خلاصہ، **عمل ترغیب** کے عناصر ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تفصیل پیش کی گئی اوس کا اجمال یہ ہے کہ تینون عناصر **جذبی، ذہنی** اور **تخیلی** ساتھ ساتھ ترغیب مین کام کرتے ہین، ان تینون کے باہمی انضمام اور اون کے متحدہ اثر ہی سے ترغیب وجود مین آتی ہے اور ہر مکمل عمل ترغیب مین یہ تینون کام دیتے ہین۔ عنصر ذہنی کی بدولت ورک واقعات یا کسی صورت حالات کا صحیح بیان ہوتا ہے، اصول قایم کیے جاتے ہین اور منطق کے طریقون سے کام لیا جاتا ہے، عنصر تخیلی کی بدولت توضیحات اور خیالی تصویرین پیش کی جاتی ہین جو ترغیب کو کامیاب بنانے مین مدد دیتی ہین، عنصر جذبی کی وساطت سے افعال پر اثر ڈالا جاتا ہے اور یہی عنصر کسی مجوزہ طرز عمل کی پیروی کا سب سے زبردست محرک ہو سکتا ہے، اس کی ترغیبی عمل مین وہی حیثیت ہے جو بھاپ کی انجن چلانے مین، غرضکہ ایک دوسرے مین مخلوط ہو کر باہم گر ایک دوسرے پر اثر ڈالکر آخر مین یہ تینون عناصر ایک لباس مین نظر آتے ہین اور وہ ترغیب ہے،

ہمارے مذکورۂ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ترغیب کی ایک ہی قسم ہے غلط ہوگا، ترغیب کے اجزائے ترکیبی تو یہی تین ہین لیکن جن اسالیب سے انکا امتزاج ہو سکتا ہے وہ بے شمار ہین اور اسی لحاظ سے ترغیب بھی متعدد اقسام کی ہوتی ہے، اس کی مثال یون سمجھو کہ ہر عمارت کی اجزائے ترکیبی اینٹین ہوا کرتی ہین، لیکن مختلف ترتیب سے جب یہ اینٹین فراہم کیجاتی ہین تو مکان، مسجد، گرجا، مندر کہلاتی ہین، بعینہٖ یہی حال ترغیب کے اجزائے ترکیبی کا ہے،

وہ اتنی ہی بے شمار اقسام ترغیب ظاہر کرسکتی ہین جتنے کہ اقسام مرد وزن،
لیکن بہ نظر سہولت ہم نے ترغیب کی تین بڑی بڑی قسمین بلحاظ اون کے اہم اجزا اسے ترکیبی کے کی ہین اور اون مین کی وبیشی ممکن ہے کبھی عنصر ذہنی کی زیادتی ہوتی ہے، مثلاً ایسے شخص کی ترغیب جس کی قوت استدلال بہت کچھ بڑھی ہوئی ہو، کبھی عنصر تخیلی کی کثرت ہوتی ہے اور کبھی عنصر جذبی کا پلہ بھاری ہوتا ہے، ان تینون عناصر مین سے کسی ایک یا دو کی زیادتی اور تیسرے کی کمی یا تیسرے کی زیادتی اور کسی ایک یا دو کی کمی یا طریقۂ آمیزش کا اختلاف ترغیب کی اقسام مین بھی باہمدگر اختلاف پیدا کر دیتا ہے، اور یہی وجہہ مختلف قومون مین طریقۂ ترغیب کے مختلف ہونے کی ہے، اکھڑ اور جاہل گڑھوالیون سے ہم مسلسل لڑائی کی توقع رکھ سکتے ہین، ایرانیون، عربون، بنگالیون کی ترغیب مین جذبی عنصر زیادہ پایا جاتا ہے، صنف کے اختلاف سے بھی ترغیب مین اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ عورتون کی منطق" بدنام ہی ہے، لیکن یہ اختلافات نظری اور سطحی ہین اور ان کو کلیتہً نہین مانا جا سکتا بہت سے گڑھوالی خاص خاص موقع پر اکثر بنگالیون سے زیادہ جذبات کے زیر اثر ہوسکتے ہین یا بہت سے بنگالیون مین اکثر گڑھوالیون سے زیادہ استدلال اور ربط خیالات کی صلاحیت ہوتی ہے بہت سی عورتین اکثر مردون سے زیادہ دلیل اور منطق عقلی کی اہل ہوتی ہین غرضکہ ترغیب کو ان تین عناصر کے لحاظ سے مختلف اقسام مین تقسیم کرنا بہ نظر سہولت تو ضرور مستحسن ہے، لیکن ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان تینون مین سے ہر ایک کی ذیل مین متعدد اقسام آسکتی ہین اور ہر حالت مین ترغیب کی ماہیت ترغیب دہندہ کی شخصیت اور اسکی حالت نفسی کے لحاظ سے مختلف ہوسکتی ہے،

اکثر اوقات ایک ہی فرد مین بلحاظ اختلاف زمان ومکان، ترغیب کے طریقون مین بھی اختلاف پایا جاتا ہے اوس کی کچھ ترغیبین مبہم اور غیر شعوری ہوتی ہین، خود اپنی ہی

حالت پر ہم غور کرین تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر جب رات کے وقت ہم بستر پر لیٹے ہوئے
نیند کی اُمید مین کروٹین بدلتے رہتے ہین تو ہماری ذاتی ترغیبات کیا کچھ عجیب و غریب اشکال
نہین اختیار کرتین۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم کن کن دہشت ناک خیالات مین گھرے ہوئے
تھے، ہماری ترغیبات نے ہم کو افسردہ بنا دیا تھا، صبح ہوئی تو سب خیالات کافور تھے، اور
ہم خوش آیند اُمیدین کرنے لگے اور اپنی خیالی دنیا کے ہیرو (بطل) بن گئے، تھوڑی دیر بعد
شہر جانے کا اتفاق ہوا تو ترغیبات نے ایک اور ہی رُخ پلٹا، نہ رات کی دہشت ناک باتین
تھین، نہ صبح کے خوش آیند خیالات۔ شہر مین کسی پُرانے بیوپاری سے ملاقات ہوگئی تو تمام تر
کوششین اُسے سمجھانے، راہ راست پر لانے اور اپنے حسب منشا ترغیب دینے مین صرف ہونا
شروع ہوئین، اب ہماری ذات، ہمارا شعور واحد ہے، اور ترغیبات کی گوناگونی کا یہ عالم ہے
باوجود اسقدر اختلاف کے بھی ترغیب کی ماہیت وہی رہی، اور اوس کے عناصر ثلاثہ وہی رہے
مختصر یہ کہ ہر ترغیب مین خواہ وہ کسی قسم کی ہو یا کسی خاص شخص سے متعلق ہو ہمیشہ کسی نہ کسی مقصد
کا وجود پایا جاتا ہے جس کے حصول کی بالارادہ یا نادانستہ طور پر تدبیر کی جاتی ہے اور اوسکے
ساتھ ہی ہر ترغیب مین ذہن، تخیلہ، جذبہ ان تینون کا مخلوط عمل لازمًا ہوتا ہے، خواہ یہ اختلاط باہمی
غیر مکمل اور غیر مؤثر ہو یا مکمل اور مؤثر۔

بابِ دوم

خود ترغیبی کی ابلہ فریبیان

جذبات کے زیر اثر ترغیبات ذاتی کی کایا پلٹ، تلوّن، باطل ترغیبات، تلبیس، حیلہ و مکائدِ نفس،

خود ترغیبی مین جذبات کا حصہ

گزشتہ باب مین ہم عمل ترغیب کی نفسیاتی تشریح کر چکے ہین اور یہ ثابت کر چکے ہین کہ ہر عمل ترغیبی کے عناصر ترکیبی تین ہوتے ہین یعنی **جذبہ، ذہن** (استدلال) اور **تخیل** اس باب مین یہ بحث کی جائے گی کہ ترغیبات ذاتی مین اِن تینون کا کیا حصہ ہوتا ہے، اور تالیف قلب، خود فریبی، تشفی ضمیر وغیرہ مین اُن سے کیا کام لیا جاتا ہے، سب سے پہلے ہم جذبات سے بحث کرتے ہین،

جذبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی تشفی چاہتے ہین اِس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ ہمارے نفس پر اس حد تک حاوی ہوجاتے ہین کہ اوس مین اون کے خلاف استدلال پیش کرنے کی تاب نہین رہتی اور نہ یہ اختیار ہی باقی رہتا ہے کہ جذبات کے تائیدی خیالات و افکار کو اپنے سامنے سے ہٹا کر اونکے مخالف خیالات سامنے لائے، جذبہ کی اِس خصوصیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات ایک ہی شخص کی ترغیب دو متضاد جذبات کے زیر اثر ہوتی ہے لیکن

وہ اِس تضاد کو نہین دیکھ سکتا، بالفاظ دیگر یون کہو کہ محال "اجتماع ضدین" جو منطق و معقولات کا ایک اہم اصول ہے جذبات و وجدانات کے لیئے کوئی اہمیت نہین رکھتا یہ دونون اِس اہم منطقی اُصول کی پابندی سے بالکل مستغنی رہتے ہین، اِس کی تشریح آگے آئے گی،

اگر تم اپنے گرد و پیش نظر ڈالو اور لوگون کے جذبات کا بنظر غائر مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ وہ لوگ جو فنون لطیفہ کی ایک خاص حِس رکھتے ہین، بعض اوقات ایسے ارذل اور ادنیٰ درجہ کے جذبات کے زیر اثر ہوتے ہین جو بالخاصہ حِس لطیف سے متضاد ہین، تاریخ شاہد ہے کہ عیسائی اقوام سے جو کل بنی نوع انسان کی محبت کے دعویدار ہین، بدترین مظالم سرزد ہوئے ہین، انقلاب فرانس کے وقت جو قتل عام ماہ ستمبر مین ہوا اور جس سے تاریخ یورپ کے صفحات آجتک خون مین ہین اوس مین انقلاب پسندون کے جذبات دو متضاد صورتون مین ظاہر ہوئے تھے، فاضل مصنف "تمدن عرب" موسیو لی بان اپنی کتاب **نفسیات جماعات** | PSYCHALOGY OF THE CROWD) مین اوس کا یون بیان کرتے ہین:-

"اگر ایک طرف جذبۂ انتقام اس قدر مشتعل تھا کہ قیدی بلا تفریق عمر و حیثیت تہ تیغ کیئے جا رہے تھے، تو دوسری طرف جذبۂ ہمدردی بھی کچھ کم نہ تھا، فوجی عدالتین قایم کی جا رہی تھین، مقدمات کی سماعت ہوتی تھی، اور اگر کوئی شخص بری الذمہ قرار دیا جاتا تو مجمع مین عجیب منظر ہوتا تھا، ہر شخص اوس سے بغلگیر ہوتا تھا، تالیان بجا کر اظہار مسرت کیا جاتا تھا، اور فرط انبساط سے بے خود ہو کر مجمع مبارکباد کے نعرے لگاتا تھا"،

اِس مثال مین ہم دیکھتے ہین کہ ہمدردی اور انتقام کے جذبات جو بالاصل ایک دوسرے سے متضاد ہین ایک ہی وقت مین طاری ہو سکتے ہین، اِس طرح سے "انکسار" اور "عجب" کے جذبات بھی ایک ہی وقت مین لوگون کے دلون مین موجزن ہوتے ہین، لیکن وہ ان کے فرق کو نہین

سمجھ سکتے اِس کی مثال عیسائی **راہبون** اور ہمارے ہندوستانی **سنیاسیون** مین اکثر ملتی ہے، ایک طرف تو یہ افراد سخت سے سخت ریاضت جسمانی کرتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکسار مجسم ہین، لیکن دوسری طرف اگر اُنکے قلوب کو ٹٹولو، تو اُس مین ایک خاص افتخار کا جذبہ پایا جاتا ہے، اپنی قوت باطنی اور تقدس کے متعلق خیالات پائے جاتے ہین اور تمام افراد انسانی اور اپنی ذات کے درمیان کسی خاص فرق کے وجود کا احساس موجود ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی کا متبائن جذبات کے زیر اثر ہونا، لیکن اِس تبائن کو نہ دیکھنا، کم و بیش نظری ہے، "خلوت" اور "جلوت" کا فرق صرف طبقہ "زہاد" سے مخصوص نہین بلکہ عام طور پر حیات انسانی مین بھی دیکھنے مین آتا ہے، ایک شخص ایک ہی وقت مین قبا سے رندی اور گلیم زہاد دونون پہننے کا مجرم ہوسکتا ہے، طبقۂ اوسط سے قطع نظر خود طبقۂ اعلیٰ کے نیک اور نامور افراد مین بھی متضاد جذبات کے یہی کرشمے نظر نظر آتے ہین یہ اور بات ہے کہ سوانح نگار کا حُسن ظن، یا جذبۂ حرص و آز، تصویر کے تاریک رُخ کو عمداً یا سہواً نظر انداز کردے، لیکن پھر بھی بعض منصفانہ تصانیف اور سوانح ایسے ہوتے ہین کہ جن مین مصنف کا نظری تجسس کبھی کبھی پردہ اُٹھا کر ہمارے سامنے واقعات کو اصلی رنگ مین مین پیش کردیتا ہے، اور ہم دیکھتے ہین کہ اکثر نامی گرامی لوگون کے قلوب کس قدر مختلف جذبات کے آماجگاہ رہ چکے ہین یاد رہے کہ اس انکشاف حقیقت سے مشاہیر عالم کی شہرت پر داغ نہین آسکتا، متضاد جذبات کے زیر اثر رہ کر افعال کرنا اور اُن مین کوئی تضاد نہ محسوس کرنا کسی فرد کے لیے باعث شرم نہین ہوسکتا، یہ نفس انسانی کی جبلی بیچارگی ہے اِس سے کوئی بری نہین ہے،

اِنسان کی اِن دُورخی ترغیبات کی مثالین دیکھنے کے لیے قدیم صحائف اور سوانح کی ورق گردانی کی ضرورت نہین ہے خود حال کے واقعات اِس کے شاہد ہین، جن لوگون نے **قیصر جرمنی** کی زمانۂ جنگ سے قبل کی تقریرین پڑھی ہین اور پھر اُن کے افعال کا

بنظر غائر مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہین کہ اون کے اقوال وافعال کس قدر مختلف جذبات کے زیر اثر سرزد ہوتے تھے، کہین ایثار وہمدردی کا دعوی تھا، توکہین جبر واستبدادیت پر فخر کا اظہار۔ ایک موقع پر خود کو (نعوذ باللہ) "خدا کا قائم مقام" کہتے ہین، تو دوسرے موقع پر اوسی خدائے بزرگ وبرتر، کے روبرو ہر فعل کی جوابدہی اپنے اوپر فرض خیال کرتے ہین یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ قیصر کا مقصد اس سے دھوکہ دینا تھا یہ تو محض ایک مثال تھی، ورنہ عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت کم انسان ایسے ہین جن کے نفوس ان مختلف الماہیت کیفیات کے مورد نہ رہ چکے ہون، ہم ابھی کہہ آئے ہین کہ اگر کوئی شخص متضاد جذبات سے مغلوب ہوکر متضاد افعال کرے تو اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ بالارادہ دھوکہ دینا چاہتا ہے، خود فریبی بے شک ہوتی ہے لیکن یہ فریب دہی کو مستلزم نہین ہے، ایسی صورتون مین نفس کی حالت غیر شعوری ہوتی ہے، اس باب کے شروع مین ہم بتا آئے ہین کہ جذبات کا خاصہ یہ ہے کہ محض اپنی تشفی چاہتے ہین اور اون خیالات کو جو کسی طرح اس تشفی مین مانع ہون سرے سے نفس کے سامنے آنے ہی نہین دیتے، پس جب نفس پر جذبات کا اس قدر زبردست تسلط ہو تو کسی شخص کا افعال قبیحہ کے ارتکاب کے باوجود اپنے آپ کو نیک تصور کرنا مقام تعجب نہین ہو سکتا، اگر جذبات پر انسان کو پوری قدرت حاصل ہوتی، تو کوئی شخص مغلوب الجذبات ہوکر ایسے افعال نہ کرتا جن کا مذموم ہونا ذرا سے استدلال سے ثابت ہو جاتا ہے اور کم از کم قتل عمد اور خودکشی تو انسانی جرائم کی فہرست سے بالکل ہی خارج ہو جاتے،

متلون المزاجی۔ | **یہ حقیقت کہ** بعض اوقات ہم پر ایسے جذبات حاوی ہوتے ہین جن سے ہم ناواقف ہوتے ہین یا جن کی قوت کا اندازہ ہم صحیح طور پر نہین کر سکتے، ایک دوسری حقیقت کو بے نقاب کرتی ہے (یعنی اتنا سمجھ لینے کے بعد "متلون المزاجی" کی توجیہ آسانی سے کی جا سکتی ہے

تلون، یا ترغیبات کی کایاپلٹ کیون ہوتی ہی، محض اِس وجہ سے کہ ہم کسی خاص جذبہ سے متاثر ہوکر کوئی نیت کرتے ہین یا کوئی کام ہم سے سرزد ہوتا ہے، لیکن دوسرے موقع پر کسی دوسرے جذبہ کے زیر اثر ہم اپنی نیت بدل ڈالتے ہین یا سابق طریق عمل کے خلاف جاتے ہین، جب ایک مُسرف شخص لوگون کے کہنے سُننے سے یا خود انجام پر نظر ڈالکر اسراف سے دست بردار ہوتا ہے، اور چند روز تک کفایت سے کام لیتا ہے تو اُسکا یہ فعل غالباً "شرم" "ندامت" یا پھر محبت خاندانی کی وجہ سے ہوتا ہے، لیکن دوسرے وقت جب یہی شخص اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرتا ہی اور ایک بیش قیمت لباس خریدتا ہی تو اوس صورت مین اوس کا یہ فعل جذبہ عیش پسندی، یا تفوق کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے، یہ تلون کی صریح مثال ہی اور ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ تلون کا باعث صرف مختلف جذبات کا تسلط ہے "تائب ہونا" اور "توبہ کا توڑنا" دونون صورتین ایک ہی ہیولیٰ سے ظاہر ہوتی ہین، اور یہ ہیولیٰ کیا ہے؟ یہی مختلف جذبات کی ہنگامہ آرائی،

نیت اور اعمال کے اِس فوری انقلاب کو اکثر ناول نویس اور ڈراما نویس دلچسپ پلاٹ (نفس قصہ) کی شکل مین ظاہر کرتے ہین، کبھی ناول کا ہیرو مان باپ کے تشدد سے عاجز آکر ترک وطن کا ارادہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، ضروری سامان فراہمی مہیّا کرلیا جاتا ہے، لیکن عین وقت پر جب گھر سے باہر نکل کر وہ در و دیوار پر الوداعی نظر ڈالتا ہے تو یہ سب منصوبے ٹوٹ جاتے ہین اور وہ اپنا عزم فسخ کر دیتا ہے، ڈرامون مین بھی اکثر یہی کیفیت نظر آتی ہے، ہمارے سامنے قاتل اپنے جذبات تنفر، حقارت اور انتقام کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے، اور خنجر بکف دشمن کی خوابگاہ مین داخل ہوتا ہے تاکہ اُس کا کام تمام کردے جب پردہ اُٹھتا ہے تو ہم اُسے خوابگاہ مین موجود پاتے ہین، دشمن سو رہا ہے اور پوری طرح اِس شخص کے قابو مین ہے، لیکن عین موقع پر کسی دوسرے جذبہ سے متاثر ہوکر یہی قاتل اپنا خنجر پھینکدیتا ہے اور دشمن کے قدمون پر گرکر اوس کے احسانات کا اعادہ کرتا ہے اور شرمندگی کا

اظہار کرتا ہے اور خود کو سچا اور جان نثار خادم ثابت کرتا ہے ناولون اور ڈرامون سے تمثیلات تلاش کرنے کی ضرورت نہین، اگر تم اپنے قلوب کو ٹٹولو تو یہی کیفیت نظر آئیگی اکثر رات کے سناٹے مین تم کیا کیا منصوبے نہین باندھتے، کن کن باتون سے توبہ نہین کرتے؟ کن کن کامون کا عزم بالجزم نہین کرتے؟ ایسا کرتے وقت تمھاری نیت صادق اور تمھارا ارادہ پختہ ہوتا ہے، لیکن روز روشن مین جب واقعات کا سامنا ہوتا ہے تو یہ سب منصوبے خواب فردا کی طرح تشریف لیجاتے ہین،

گفتی کہ چہ شد قاعدۂ مہر و محبت ؟ رسم کہنے بود، بعہد تو در افتاد

جب لوگ اِس طرح کسی صریح ترغیب کے خلاف عمل کرین تو تم کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اون کے جذبات کو تحریک دینے والی قوت کوئی بہت زبردست قوت ہے جس سے وہ خود واقف نہین ہین، یہ تمام فعل تقریباً نفس کی لاعلمی، یا پھر یون کہو کہ غیر شعوری حالت مین ہوتا ہے یہ غیر شعوری تحریکات افعال انسانی پر بہت کچھ اثر ڈالتی ہین انہی کی وساطت سے انسان حتیٰ اور ممنوع افعال کرتا ہے اور پھر اون کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، تم کو یہ سُن کر شاید تعجب ہو کہ بغض و حسد کے جذبات سے متاثر ہو کر اکثر مائین اپنے بیٹون پر ظلم و تشدد کرتی ہین، لیکن چونکہ یہ اندرونی غیر شعوری جذبات اون کے ادراک ذہنی سے بہت دُور ہوتے ہین اسلیئے وہ اپنی زیادتی اور ظلم کی توجیہ یون کرتی ہین کہ "ایسا کرنا آگے چلکر انہی کے کام آئے گا،،

خود ترغیبی مین استدلال کا حصہ، حیلہ و مکائد نفس،

ہم دیکھ چکے ہین کہ اکثر اوقات ہمارے قلوب پر غیر مشخص اور ناقابل تشخیص جذبات کا غلبہ ہوتا ہے، نیز یہ کہ ہمارے عمل کی محرک اکثر اوقات دو متضاد قوتین ہوتی ہین لیکن چونکہ یہ شعوری نہین ہوتین اِسلیئے ہم انکا تضاد نہین دیکھ سکتے اور نادیدہ و نادانستہ انہی کے حسب حال فعل کرنے لگتے ہین، ممکن ہے کہ تمھارے دل مین یہ شک پیدا ہو کہ جب ہمارے اکثر افعال، بالخصوص قابل اعتراض افعال نفس کی لاعلمی مین ہوتے ہین تو پھر انسان

اوس کے افعال بد کی مسئولیت عائد کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ غالبا یہی خیالات تھے جو خیام کے دل مین پیدا ہوئے اور اس رُباعی کی شکل مین ظاہر ہوئے :-

عشق ارچہ بلاست، آن بلا حکم خداست | بر حکم خدا ملامت خلق چراست!
چون نیک و بد خلق بتقدیر خداست | پس روز پسین حساب بر بندہ چراست

اس مین شک نہین کہ اگر نفس انسانی کی حالت واقعی اوس بیچارگی اور بے بسی کی ہوتی جیسا کہ اکثر لوگ فرض کرتے ہین تو یقیناً زمانہ مین خیر و شر کا موجودہ معیار قایم نہ رہتا اور اخلاقیات (اِ تھکس) کا منشا ہی سرے سے فوت ہو جاتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفس کی حالت قطعاً لا علمی کی نہین ہے خود فریبی کی جو مثالین ہم نے سطور بالا مین دین وہ خود فریبی کے ذیل مین بخوبی آتی ہین، لیکن یاد رہے کہ اس قسم کی نادانستہ خود فریبی بھی شاذ ہے اکثر صورتون مین جب اپنے آپ کو حالت غیر شعوری مین کسی فعل کے کرنے پر مائل پاتے ہین تو ہمارا نفس اس سے تھوڑا بہت واقف ضرور رہتا ہے، باوجود فطرت انسانی کی خامی اور نفس کی جبلّی بیچارگی کے ہم اس کو کامل طور پر کبھی دھوکہ نہین دے سکتے اور نہ ہمیشہ اس کی آنکھون پر پٹی باندھ سکتے ہین، اگر تم اپنے آپ کو نیک خیال کرتے ہو اور پھر بھی کوئی بُرا فعل تم سے ہو جائے تو خواہ اس فعل کا محرک کیسا ہی قوی سے قوی جذبہ کیون نہو، تمہارے قلب مین آغاز فعل سے قبل دوران فعل مین اور اتمام فعل پر ایک قسم کی "خلش" ضرور ہوتی ہے، نفس لوّامہ کی یہ چٹکیان محسوس تو ضرور ہوتی ہین لیکن ان کا علاج اور اس "باطنی ناصح" کا مُنھ بند کرنے کی تدبیرین بھی فوراً سوچ لیجاتی ہین اور یہین سے خود فریبی یا خود فریبی مین استدلال کا حصہ شروع ہوتا ہے، مکائد نفس کے آغاز کی حد یہی ہے،

جب کبھی ایسا موقع پیش آتا ہے تو تم اپنے شکوک کو رفع کرنے اور عقائد و اعمال مین جو تخالف پایا جاتا ہے اوس سے بری الذمہ ہونے کے لیے اپنے دل مین بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع کر دیتے ہو صاف لفظون مین یون کہو کہ ہر نوع و ہر نہج اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کر دکھاتے ہو خواہ یہ

تصفیہ تمھارے ضمیر کے خلاف ہی کیون نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ضرور ہوگا اسلیئے کہ فیصلہ کامل یکطرفہ ہے اور بجائے منصفانہ استدلال کے ایک معینہ نتیجہ نکالا جارہا ہے، اس کی مثال بھی ہم کو اپنے قلوب سے مِل سکتی ہی، جب ہم خود غرضانہ جذبات سے اندھے ہو کر کسی فعل کی نیت کرتے ہین اور اس کی مخالفت ہمارا ضمیر کرتا ہے تو اوس وقت اُسے کن کن طریقون سے مطمئن نہین کیا جاتا؛ کیا کیا جھوٹی منطقین پیش نہین کیجاتین؟ "واقعی وہ اوسی کا مستحق تھا، اگر اوسکو نقصان ہوا تو میرا کیا قصور؟ اگر دیدہ و دانستہ میرا کہنا مان لیا، تو میری کیا خطا، یہ اور اسی قسم کے دوسرے جملے استعمال کرکے ہم اپنے "باغی" ضمیر کو اطمینان دلاتے ہین اور بالآخر فرض کر لیتے ہین کہ اب اس کی تشفی ہو گئی،

جتنا زیادہ کسی شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہے، اوسی قدر زیادہ اوسے کسی منافی ضمیر فعل کرتے وقت اوسے سمجھانا پڑتا ہے "یہ سمجھانا، استدلال کی وساطت سے ہوتا ہے، ایسے موقعون پر اپنے نفس کو سمجھانے کا ایک عام طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مقصد یا نتیجہ کی "بھلائی" کو "وسائل" کی خرابی کے لیئے بطور سند جواز کے پیش کیا جاتا ہے" اس سے آئندہ سطور مین بحث کیجائیگی اور اوسی موقع پر یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی کہ لوگون کا یہ خیال کہ "نتیجہ خیر" کے حاصل کرنے کے لیئے "وسائل شر" بھی جائز ہین کس حد تک درست ہے، دوسرا طریقہ اپنے نفس کو دھوکہ دینے کا یہ اختیار کیا جاتا ہے، کہ دوسرون کی نظیرین پیش کی جاتی ہین، غرضیکہ "مکائد نفس" مین عجیب وغریب دلائل کا استعمال کیا جاتا ہے جو بسا اوقات متزلزل بنیاد پر قائم ہوتے ہین، اور اس طرح اپنی نظرون مین اپنی وقعت کو برقرار رکھا جاتا ہے، ایک کہنہ مشق جعلساز کا ضمیر دھوکہ دیتے دیتے کمزور ہو جاتا ہے، اور اسے سمجھانا آسان ہوتا ہے" ایک متدین شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہے، اور اوس کو بددیانتی کی طرف راغب کرنے کے لیئے طرح طرح کی جھوٹی ترغیبات سے کام لیا جاتا ہی، یہی وجہ ہے کہ اوّل الذکر نڈر ہو کر بددیانتی کرتا ہے

اور موخرالذکر پہلی بددیانتی کے وقت بہت کچھ پس وپیش کرتا ہے، جب ہم ان بے شمار ترغیبات پر نظر ڈالتے ہین جو ضمیر کی تشفی اور اپنے افعال بد کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیئے انسان اپنے نفس کو دیتا ہے تو ہم اِس خیال سے باز نہین رہ سکتے کہ قدرت نے نیک کرداری کا نقش قلوب انسانی پر اتنا گہرا بٹھایا ہے کہ اوس کو مٹانے کے لیئے ہزارون تدبیرین کرنا پڑتی ہین ہزارہا جھوٹی دلیلین پیش کیجاتی ہین تب کہین جاکر ہم اپنے ضمیر کو افعال بد کی طرف راغب کرسکتے ہین، جرمنون نے دوران جنگ مین جو بے شمار ترغیبات اپنے قلوب کو دین اور جو متعدد طریقے اختیار کیئے اوس سے کم از کم اتنا پتہ چلتا ہے کہ بحیثیت مجموعی انکا ضمیر نہایت پختہ ہے کہ جس کو تشفی دینے کے لیئے اِس قدر طول عمل کی ضرورت ہوئی اگر جرمن قوم فطرۃً دغاباز ہوتی تو کم از کم اپنی نظرون مین اپنے افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیئے اوسے اِس قدر اجتہاد کی ضرورت نہ ہوتی،

افعال بد کے ارتکاب کے بعد اپنی اخلاقی کمزوریون کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرنا، اپنے ضمیر کو ترغیب دینا کہ کوئی فعل ہم نے قابل اعتراض نہین کیا ہے، زندگی مین جدھر دیکھو یہی نظر آتا ہے. حکمائے سوء اور علمائے حیل اپنے مطلب کے لیئے کلام الٰہی کی بھی غلط تاویلین کرنے لگتے ہین، سوداگر اپنی گران فروشیون کے متعلق ضمیر کے اعتراض کو یہ کہکر رد کرتے ہین کہ ہم کو بھی تو مالک دوکان اور چنگی والے لوٹتے ہین،، بدچلن اشخاص اپنے ضمیر کی تشفی بدین الفاظ کرتے ہین کہ دنیا مین بہت سے لوگ ہم سے بھی خراب حالت مین ہین،، قزاق اپنے مال غنیمت کی حلت کا فتویٰ یون دیتا ہے کہ یہ مال اونہی سے لیا گیا ہے جنھین یہ خفیف نقصان گران نہ گذرے گا.

گذشتہ سطور مین اشارۃً یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اکثر مکائد نفس مین زیادہ تر اِس عقیدہ سے مدد لیجاتی ہے کہ انجام خیر کے حصول کے لیئے وسائل شر بھی جائز ہین

باطل ترغیبات اور افعال بد کے جواز مین اِس خیال کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ "انجام خیر" کے لیئے "وسائل شر" بھی جائز ہین، مکائد نفس کی جتنی مثالین اوپر دی

نظر کے سامنے آتی ہین اون مین غالب حصہ اِسی خیال کے معتقدین کا ہوتا ہے، جو بقول شاعر ؎

انجام مین ہو اگر بھلائی   ہو پہلے بدی تو کیا برائی

پیمانہ ملائے ہوئے ہین، ہم آئندہ صفحون مین اسی عقیدہ کی صحت کو جانچین گے...... غور کرو اور بتاؤ کہ کیا اکثر ایسا نہین ہوتا کہ لوگ دنیا کو دکھانے کیلئے کسی کارِ خیر کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہین اور اس پردہ مین دِل کھولکر بُرائیان کرتے ہین اور اگر کوئی اعتراض کرے تو جواب یہ دیتے ہین کہ "جن کو تم افعال بد کہتے ہو وہ ایک اعلیٰ نصب العین تک ہماری رہبری کرتے ہین اور چونکہ نصب العین اعلیٰ ہے لہذا یہ وسائل کیونکر بُرے ہو سکتے ہین،، انفرادی حیثیت سے قطع نظر، ہمارے ہندوستان کی سماجی زندگی مین اِس قسم کی مثالین کثرت سے ملتی ہین کیا کچھ برس قبل اَور ڈے (our day) کے موقع پر ہندوستانی طلبا اور طالبات کو یہ کہکر ناٹک کرنے کی ترغیب نہین دی گئی کہ اِس ذریعہ سے جو روپیہ حاصل ہوگا وہ مجروحینِ جنگ کی آسایشون پر صرف ہوگا، اور چونکہ مصرف نہایت اچھا ہے، لہذا وسائلِ حصولِ زر سے بحث نہ کرنا چاہیئے،، کیا وطن کے شیدائیون نے یہ کہکر ہندوستانی خواتین کو ترکِ پردہ کے لیئے آمادہ نہین کیا کہ "یہ تمہاری آیندہ ترقی اور روشن خیالی کا ایک زینہ ہے اور چونکہ انجام نیک ہے لہذا یہ ذریعہ بھی مستحسن ہے،، کیا تمدن جدید کے ہوا خواہون نے "ترکِ روشِ قدیم" کے جواز کا فتویٰ یہ کہکر نہین دیا کہ "یہ ارتقاے قومی کا ایک زبردست آلہ ہے" ہم یہ نہین کہتے کہ نفس کو دھوکہ دینے کا طریقہ صرف ہندوستان تک محدود ہے خود یورپ کی اقوام متمدنہ بھی زمانہ جنگ مین دشمن کی لہلہاتی ہوئی کھیتیون کو تاراج کرتی ہین اون کی عورتون کے ناموس پر حملہ کرتی ہین، اور تشفیِ ضمیر کے لیئے اِس ناپاک خیال سے مدد لیتی ہین کہ "دشمن کو ہر طرح ذلیل کرنا شیوۂ حُبُّ الوطنی ہے لہذا یہ افعال بھی قابلِ اعتراض نہین" کسی انگریز نے دورانِ جنگ مین جرمنون کی منطق اِن الفاظ مین بیان کی ہے، کہنے کو تو "جرمنون کی منطق" ہے لیکن ؎

خوشتر آن باشد کہ سِرّ دلبران　　گفتہ آید در حدیث دیگران

کا اطلاق اِس مقولہ پر کما حقہ ہو سکتا ہے، بہرحال وہ منطق یہ ہے،

"تم کو ہر وقت اپنے وطن کی فکر رکھنی چاہیئے. اصل سعادت یہی ہے، قتل کرو، چوری کرو غرضکہ جو کچھ جی مین آئے کرو، اگر وطن کی خاطر ہے تو ہرگز قابل اعتراض نہین ہو سکتا، انجام کی بھلائی پر نظر رکھو وسائل کے شر و خیر سے بحث نہ کرو"

ابتک ہم اِس عقیدہ کے طریق استعمال اور اِس کی مثالون سے بحث کرتے رہے، آؤ اب یہ دیکھین کہ خود اِس نام نہاد "عقیدہ" مین حقیقت اور صداقت کہان تک پائی جاتی ہے۔ اِس عقیدہ کو اپنے دماغ کے سامنے لاؤ، اور غور کرو کہ "انجام خیر کے لیئے وسائل شر بھی جائز ہین" اِن الفاظ سے کیا مفہوم نکلتا ہے ذرا سے تفکر سے تمہاری سمجھ مین آجائے گا، کہ اِس عقیدہ کو تسلیم کرنا ایک دوسرے خیال کو بھی مستلزم ہے اور وہ یہ کہ "برائی سے بھلائی پیدا ہو سکتی ہے" خود یہ کہنا ہی کہ وسائل قبیح سے انجام خیر پیدا ہو سکتا ہے اِس دوسری حقیقت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اِسکے بعد دوسری بات جو ذہن مین آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر سب لوگ اِس خیال کے حامی بن جائین کہ "شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہے" تو دنیا مین کوئی بدترین فعل ایسا نہ رہے کہ جسے اس کی روشنی مین حق بجانب ثابت نہ کیا جا سکے "ظلم و تشدد" اِس خیال کے مؤیدین کے نزدیک مذموم نہین ہو سکتے اسلئے کہ اِن سے اگر بجا ہین تو خطاوار کیفر کردار کو پہونچتے ہین اور اگر بیجا ہین تو "مظلوم" مین حریت اور بیداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، بقول حسرت ؎

تو نے وہ ٹھوکر لگائی چشم ملت کھل گئی

اِسی طرح چوری کو بھی افعال قبیحہ کی فہرست سے خارج کیا جا سکتا ہے، اِس مین دو فائدہ ہین ایک طرف تو چور کا جو شاید حاجتمند ہے کام نکلتا ہے، اور دوسری طرف لوگون کو اپنی چیزون کو

حفاظت سے رکھنے کا زیادہ خیال ہوتا ہے، غرض اِس نرالی منطق سے ہر بد سے بد تر فعل بھی اچھا ثابت کیا جا سکتا ہے حتی کہ قمار بازی اور میخواری کے جواز کا فتوٰی بھی دیا جا سکتا ہے، نعوذ باللہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا،

اب دیکھنا یہ ہی کہ یہ خیال کہ شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہے کس حد تک اور کن معنون مین صحیح ہے مثال کے طور پر ظلم و تشدد کو لو فرض کرو کہ ہمارے ایک دوست تاریخی واقعات سے یہ ثابت کرتے ہین کہ "طاقتور اقوام کے ظلم و تشدد نے چھوٹی اقوام مین بیداری کی رُوح پیدا کی ہے"، اِس حد تک ہم اُن کے ہمخیال ہین، لیکن آگے چلکر اسی بنا پر وہ ہم سے یہ منوانا چاہتے ہین کہ ظلم و تشدد ایک لحاظ سے باعث خیر ہین اِس لئے کہ اون کی وجہ سے چھوٹی اقوام کے خودداری کے جذبات بیدار ہوئے اِس کا صرف ایک جواب ہمارے پاس ہے اور وہ یہ کہ "ظلم و تشدد" بجائے خود قطعاً مذموم اور قابل نفرت ہین، اگرچہ ان سے **اتفاقیہ طور پر** اچھے نتائج بھی ظاہر ہو سکتے ہین یاد رہے کہ ع

خدا شرّے برانگیزد کہ خیرے مادران باشد

کا کہ یہ مفہوم ہرگز نہین ہے کہ ہر شر مین بالاصل "خیر" موجود ہی، ہم مانتے ہین اور تجربہ بھی بتاتا ہی کہ برائیون کے سابقہ اور اون کی مقاومت سے اکثر لوگ اپنے عیوب درست کر لیا کرتے ہین، لیکن اِس خیال کا تجزیہ کرو تو یہ حقیقت کھُلتی ہے کہ "ظلم و تشدد" سے اوّل تو کسی نتیجہ خیر کا ظاہر ہونا محض اتفاقی ہے، ممکن ہے کہ نہ بھی ہو اور دوسرے یہ (اور یہ نسبتاً زیادہ اہم ہے) کہ اگر کبھی اچھا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے تو یہ ظلم و تشدد سے نہین بلکہ ان کے **مقابلہ اور مقاومت** کی بدولت ظاہر ہوتا ہے، پس ہمارے دوست کا یہ کہنا کہ "ظلم و تشدد" بالاصل مایۂ خیر ہے" غلط ہے اور خیر و شر کی درمیانی حد کو مٹا دیتا ہے، ہر ظالمانہ فعل کی صفت اصلی ظلم ہے اور ہمیشہ رہیگی الصدق

حَسَنٌ وَالکِذبُ قَبِیحٌ کا کلیہ تمام خیر وشر پر یکسان طور سے حاوی ہے،

ظلم کے نتائج بلحاظ اوسکے حقیقی معنون کے "دوسرون کو جسمانی یا روحانی تکلیف دینا ہین،،

مثلاً ایذائے بدنی، یا غصہ، قہر، غم، اور اسی قبیل کے جذبی ہیجانات پیدا کرنا۔ یہ سب باتین جیسی کچھ خراب ہین ظاہر ہی ہے، ظلم کی اس حقیقت کے باوجود اگر اس سے اتفاقیہ طور پر کسی اچھے نتیجہ کا ظہور ہو تو ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ خیر کا مخرج کوئی ظالمانہ فعل ہے، بلکہ یون کہو کہ اس خیر کا ظاہر ہونا شخص مظلوم کی صفات اخلاقی پر منحصر ہے، بے قصور افراد پر جو ظلم کیا جاتا ہے اوس سے ہرگز کسی نتیجہ خیر کے نکلنے کی اُمید نہین ہوسکتی، مجرمون پر جو ظلم وتشدد کیا جاتا ہے اوس سے البتہ اچھا نتیجہ پیدا ہوسکتا ہے لیکن اس فرقہ مین بھی ایسے افراد موجود ہوتے ہین جن کو ظلم بجائے راہ راست پر لانے کے اس سے اور برگشتہ کردیتا ہے، ان باتون کے علاوہ ایک اور بات بھی باقی رہتی ہے اور وہ یہ کہ ظلم کا اثر اگر مظلوم پر اچھا بھی ہو تب بھی ظالم پر اس کا اثر کسی طرح اچھا نہین ہوسکتا، کسی فعل کا اثر صرف مفعول کی ذات تک محدود نہین ہوتا، بلکہ فاعل بھی اخلاقی جسمانی یا ذہنی حیثیت سے متاثر ہوتا ہے

اس بحث مین ظلم کو بطور مثال لیا گیا ہے ورنہ ہر شر پر انھی نتائج کا انطباق صحت کے ساتھ کیا جاسکتا ہے مذکورۂ بالا دلائل کی بنا پر حسب ذیل استنباط کیا جاسکتا ہے،

(۱) کسی شر سے خیر کا ظہور پذیر ہونا محض اتفاقی ہے،

(۲) یہ خیر (اگر ہو) شر کا نتیجہ نہین بلکہ اوس کی مقاومت کا نتیجہ ہوتا ہے،

(۳) اس خیر کا ظاہر ہونا مشروط ہے یعنی جس ذات پر شر وارد ہو رہا ہے اوس کی صفات اخلاقی پر منحصر ہے،

(۴) شر اگر جس ذات پر کیا جائے اوس کے لیئے اچھا بھی ہو، تب بھی شر کرنیوالی ذات کے لیئے یہ ہرگز اچھا نہین ہوسکتا،

اِن باتون کو اگر تم سمجھ چکے ہو تو تمھین معلوم ہو جائے گا کہ یہ خیال کہ "شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہے" اور اوس کے ساتھ ہی اوس کی یہ تفریع کہ "وسائل شر کا استعمال حصولِ خیر کے لیئے جائز ہے" کس حد تک غلط ہین، چند خاص مثالون سے ایک عام نتیجہ اخذ کرنا ایک اہم منطقی غلطی ہے، دو چیزون مین علاقۂ سببیت اوس وقت تک ثابت نہین ہو سکتا ہے جب تک کہ اُن مین توالی و تواتر نہو یعنی علّت کا ظہور پذیر ہونا معلول کے ظہور کو مستلزم نہ ہو، شر اور خیر مین یہ بات نہین پائی جاتی

اِس عقیدہ کی ایک اہم منطقی غلطی تو ہم دیکھ چکے، لیکن اِس کا ایک اور نقص بھی ہے اور وہ "انجام" اور "وسائل" کے معنون اور اون کی حقیقت کے متعلق ہے پس یہ ضروری ہوا کہ ہم اِن دونون الفاظ کا صحیح تصوّر اپنے ذہن مین قائم کرین، عرف عام مین کسی کام کے "انجام یا مقصد" سے وہ **خیال** مُراد ہوتا ہے، جو فاعل کے ذہن مین تو ہے لیکن جس کی تکمیل ابھی باقی ہے" لفظ "وسائل" سے عام معنون مین وہ **افعال** مراد لیئے جاتے ہین جو فاعل کے خیال (مقصد) کو عملی طور پر ظاہر کرنے کے لیئے کیئے جاتے ہین"، گویا کہ اِن تعریفات مین وسائل کو افعال، اور مقصد کو خیال یا فکر مانا گیا ہے لیکن یہ تعریفات ناقص ہین انجام محض خیال نہین ہے جو موجود فی الذہن فاعل ہو، انجام اور وسائل مین یہ تخالف قرار دینا غلطی ہی حقیقت یہ ہے کہ انجام مین بھی وہی فعلیت پائی جاتی ہی جو وسائل مین موجود ہوتی ہے اور دونون صورتون مین فاعل کے ذہن مین اِن ہر دو کے متعلقہ افعال کا تصور قبل از قبل موجود رہتا ہے یہ تجریدی بحث اگر سمجھ مین نہ آئے تو ذیل کی مثال سے اوس کی تشریح ہو سکتی ہے، فرض کرو کہ مین حصولِ صحت کے لیئے حیدرآباد سے اوٹاکمنڈ جانا چاہتا ہون اس مین میرا انجام یا مقصد "اوٹاکمنڈ جانا ہے"، گھر سے نکل کر حیدرآباد کے اسٹیشن تک جانا اور ٹکٹ خریدنا، یہ وسائل ہین، اب دیکھو کہ اوٹاکمنڈ جانا اور ٹکٹ خریدنا دونون کے دونون افعال کے زمرہ مین داخل ہین اولاً دونون میرے ذہن مین بطور "خیال" کے پیدا ہوئے اور پھر تقدیم و تاخیر کے ساتھ بحیثیت افعال سرزد ہوئے،

ایک دوسری مثال لو فرض کرو کہ کسی برسرپیکار قوم نے مفتوحہ قوم کے ملک پر قبضہ کرلیا ہے، فاتح افواج کا مقصد اپنی سلطنت کی تاسیس کے لیئے مفتوحین کو اطاعت پر مجبور کرنا ہے، اِس مقصد کے حصول کے لیئے جو وسائل استعمال کیئے جاتے ہین وہ فوجی اور غیر فوجی باشندون کا قتلِ عام، غارتگری، مارشل لا، وغیرہ ہین مثالِ اول کی طرح اِس مثال مین بھی، وسائل اور مقصد دونون یکسان زمرۂ افعال مین داخل ہین، دونون مین لازماً فعلیت پائی جاتی ہے مختصر یہ کہ انجام اور وسائل کے متعلق جو تصورات عام دماغون مین قائم ہین وہ مغالطہ آمیز ہین، ہم یہ نہین کہتے اِن دونون مین فرق نہین ہے، نہین، فرق ضرور ہے، لیکن وہ فرق نہین جو خیال اور فعل مین پایا جاتا ہے، بلکہ وہ فرق جو "جزو" اور "کل" مین ہوتا ہے، جن کو وسائل کہا جاتا ہے وہ بالاصل افعال ہین جو بطور جزو کے دوسرے فعل (کل) مین داخل ہین، یہ کل عرفِ عام مین انجام یا مقصد کہلاتا ہے، اگر یہ بحث مسلّم ہے تو اِس سے کون انکار کریگا کہ "کل" کے متعلق جو کچھ رائے قائم کی جائے اوس مین اوس کے اجزا کا لحاظ بھی ضرور رکھنا چاہیئے، پس اگر فعل جزوی، یعنی وسائل غیر منصفانہ اور شر آمیز ہو تو فعلِ کل (مقصد یا انجام) کب بے اِنصافی اور شر کی آمیزش سے پاک ہوسکتا ہے،

حاصل کلام یہ کہ اون وسائل بد کو جائز قرار دینا جنسے انجام خیر حاصل ہوتا ہو سخت غلطی ہے، وسائل بد کی وساطت سے جو مقصد فراہم ہوگا لا محالہ بد ہوگا، باطل ترغیبات کا ایک بڑا حصہ (بالخصوص خود ترغیبی، کید نفس وغیرہ) اِسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہر شخص اِس عقیدہ کی غلطی سے واقف ہوجائے تاکہ خود ترغیبی مین اسکو بطور سندِ جواز کے نہ پیش کرے اور دوسرون کی ترغیبات کو جو اِس عقیدہ پر مبنی ہون قبول کرنے سے پرہیز کرے، شاید یہ خیال کیا جائے کہ ہم خیر اور شر کو اِس حد تک مستبعد سمجھتے ہین

کہ موخر الذکر کا اول الذکر مین تبدیل ہونا بھی تسلیم نہین کرتے یہ خیال صحیح نہین ہے، خیر بیشک خیر ہے اور شر ہمیشہ شر رہیگا لیکن چونکہ دونو نکا مورد محل وتوع مشترک ہے یعنی حیات انسانی اسلیئے انکا باہمی انضمام بھی ممکن ہے، اور یہی اُمید کہ جد وجہد سے شر کو خیر مین تبدیل کیا جاسکتا ہے تمام دنیا کے مصلحان قومی کی جانفشانیون اور ان تھک کوششون کا سہارا ہے۔

خود ترغیبی خود فریبی مین تخیلہ کا حصہ، **اس باب مین** ابتک ہم ان تناقضات جذبی و ذہنی سے بحث کرتے رہے جو ہمارے نفس کو مغالطہ مین ڈالکر ہماری ترغیبات کو ایک خاص رُخ مین لیجاتے ہین، لیکن ہمارے تخیلات کی خود سرانہ پرواز بھی اکثر اوقات خود ترغیبی مین ہمین مدد دیتی ہے، اور اپنے اعتقادات وخواہشات کو ہم اوس کی وساطت سے حق بجانب ثابت کرتے ہین۔ جب کبھی کوئی اعتقاد تمھارے نفس پر مسلط ہوکر عمل ترغیب کے لیئے نقطۂ آغاز کا کام دیتا ہے تو اوس وقت جذبات اور دلائل سے جس طرح کام لیا جاتا ہے وہ تو تم کو معلوم ہی ہوچکا، لیکن قوتِ متخیلہ بھی اپنا عمل شروع کرتی ہی، تمھارے معتقدات کے حسب حال خیالی تصویرین پیش کرکے، ماضی اور حال سے مستقبل کی مبالغہ آمیز تصویر کھینچکر، رائی کا پہاڑ بناتی ہے، اور نفس کو جبلّی خواہشات اور معتقدات کا ہم آہنگ بنا دیتی ہے،

جذبات کی طرح تخیلات کا یہ پُر فریب عمل کم وبیش غیر شعوری حالت مین ہوا کرتا ہے جب کبھی تمھارے تخیلات تمھاری ذات کے متعلق ہوتے ہین، تو اوس وقت یہ تمھارے دائرۂ شعور مین نہین ہوتے، لیکن جونہی کہ نفس ان سے واقف ہوجاتا ہے، ویسے ہی متخیلہ کا بنایا ہوا "قصر ہوائی" زمین پر آرہتا ہے، اکثر اوقات ہم خیالی دنیا مین کہان سے کہان پہونچ جاتے ہین، تفریع اور سلسلۂ خیالات مین اُلجھے ہوئے ہم اِس طرح بیٹھے رہتے ہین گویا کہ ہماری خیالی تصاویر فی الاصل حقیقی بھی ہین، کبھی ناخوشگوار خیالات کا تسلّط ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ نئی حقیقت

یہ سب کچھ ہمارے تجربہ مین آرہا ہے، لیکن یہ کل عمل نفس کی لاعلمی مین ہوتا ہے اور کسی شخص کے کمرہ مین داخل ہونے یا کسی آواز کے کان مین پڑنے سے ہم چونک پڑتے ہین اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ کہتے ہوئے خیالی تصویرون سے دست بردار ہوکر حقیقت کے مقابلہ کے لیئے تیار ہوجاتے ہین، تم نے شاید بچپن مین اوس آدمی کی کہانی سنی ہو جو خیالی پلاؤ پکاتا ہو گھی کا گھڑا رکھکر بازار مین جارہا تھا خیالی دنیا مین اس نے کیا کیا مرتبے حاصل نہین کئے اور انھین خیالات مین اس قدر منہمک ہوا کہ گھی کا گھڑا پھینک دیا، اس کے گرنے کی آواز سنکر اُسے ہوش آیا۔ یہ مثالین عمل تخیل کے نیم شعوری ہونیکی اچھی مثالین ہین، **جس طرح** ہمارے ذاتی تخیلات نفس کی بیخبری مین ہم کو ترغیب دیتے ہین، اسی طرح ہمارے وہ تخیلات بھی جو دوسرون سے متعلق ہمارے سامنے آتے ہین نفس کی غیر شعوری حالت مین واقع ہوتے ہین اور ہوش اوس وقت آتا ہے جب ہمارے تخیلات حقیقت سے متصادم ہوتے ہین اوس وقت نفس چونک کر ہوشیار ہوجاتا ہے، اور

ع- خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

کہتا ہوا خیالی دنیا سے باہر آجاتا ہے، اس کی مثالین بھی کم و بیش ہر شخص کے تجربہ مین آتی ہین جب کسی شخص کی نسبت تمھین "حسن ظن" ہوجاتا ہے تو اوس کا خراب سے خراب فعل تم کو خراب نہین نظر آتا، جب ناقابلِ انکار واقعات کا سامنا ہوتا ہے تو تمھاری خوش اعتقادی جاتی رہتی ہے، بالکل یہی حال سوء ظن کا بھی ہے اس شعر مین

با سایہ ترا نمی پسندم — عشق است و ہزار بدگمانی

"بدگمانی" کی جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ ہمارے نقطۂ نظر سے تخیل کے ترغیبی عمل کی بہت اچھی مثال ہے، "سایہ" کو رقیب سمجھکر معشوق سے بدگمان ہونا عاشق کی غیر شعوری نفسی حالت کو مستلزم ہے اگر وہ سایہ کو سایہ سمجھ لے، اور اس کی حقیقت سے واقف ہوجائے تو تخیل کی یہ فریب دہی بھی جاتی رہے،

ذیل کی مثالون سے کسی دوسرے کے متعلق ہمارے تخیلات کا یہ پُر فریب عمل اچھی طرح سمجھ مین آجائیگا"

(۱) "ا - ب - ایک بالطینت نیک خاتون تھین، ان کے پاس کچھ عرصہ سے ایک ملازمہ نوکر تھی، یہ ملازمہ انتہا درجہ کی جلد باز اور بے سلیقہ تھی اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جب ایک یا دو چینی کے برتن اسکے ہاتھ سے نہ ٹوٹتے ہون، ا - ب اپنی ملازمہ کو جدا نہ کرنا چاہتی تھین، اوس کی طرف سے اونھین ایک خاص حُسن ظن تھا، جب کبھی عقلِ خردہ کار اونھین اپنی ملازمہ کی ناقابلِ اصلاح بے سلیقگی کا یقین دلاتی تو فوراً تخیل کا عمل اوسی ملازمہ کو آیندہ کی باسلیقہ اور محنتی کام کرنے والی عورت بنا کر پیش کرتا، مالکہ انھی خوش آیند خیالات مین مصروف رہ کر اوس کے برطرف کرنے کا فیصلہ نہ کر سکتی تھین تا آنکہ ایک روز قیمتی ظروف کا پورا ٹوکرا ملازمہ نے گرا دیا اس واقعہ سے ا - ب بیدار ہوئین، ملازمہ کی خیالی "سلیقہ شعار تصویر" غائب ہوگئی، اور وہ برطرف کر دی گئی "

(۲) عین اوسی موقع پر س - ب نامی دوسری خاتون کو ایک ملازمہ کی ضرورت ہوئی، اون کی پہلی ملازمہ سلیقہ شعار تھی، لیکن س - ب کا سوءِ ظن اوس کی معمولی فروگذاشتون کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا کرتا تھا ایک دن اتفاقاً اوس ملازمہ کے ہاتھ سے کوئی برتن ٹوٹ گیا تو س - ب کے تخیل نے اس واقعہ کو یہانتک بڑھایا کہ خیالی دنیا مین اون کو پورا اساس البیت اِس ملازمہ کے ہاتھون برباد ہوتا ہوا نظر آیا، دوسرے دن اتفاقاً خادمہ کا بھائی اوس سے ملنے آیا س - ب کے تخیل نے اس واقعہ کو اتنی اہمیت دی کہ اونکو یقین ہوگیا کہ اون کی خانہ داری کی چیزین اِس "بھائی" کے ہاتھون فروخت کی جاتی ہین، اب انھون نے اپنی ملازمہ کو برطرف کر دیا اور اُسکی جگہ ا - ب صاحبہ کی ملازمہ کو رکھا، اِس ملازمہ نے حسب عادت آتے ہی نقصان کرنا شروع کیا اِس روح فرسا حقیقت نے س - ب کے تخیل کو دور کر دیا، اور اُنھین اپنی پہلی ملازمہ کو بیقصور برطرف کرنے پر سخت تاسف ہوا،

مذکورۂ بالا مثالیں اِس قدر عام ہیں کہ اون کی صداقت مین کوئی شبہ نہین ہوسکتا اکثر والدین اپنے بچون کو خراب عادتین اختیار کرتے ہوے دیکھتے ہین لیکن اون کی محبت (یا حُسن ظن) اونھین یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے، کہ "بچہ ہین" "آگے چلکر سنبھل جائینگے"، اگر اساتذہ اپنے کسی شاگرد کی طرف سے بدگمان ہوتے ہین تو اِس غریب شاگرد کی انتہائی شفقت بھی انھین "لاپرواہی" نظر آتی ہے، حتی کہ شاگرد کی ہمت بھی پست ہوجاتی ہے اور بالآخر وہ ناکامیاب ہوتا ہے، ضرورت اس کی ہے کہ لوگ اِس قسم کی پُرفریب ترغیبات کو قبول نہ کرین،

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی کی ابلہ فریبیان، **گذشتہ** مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے تخیلات متعلق بہ دیگر افراد بھی اپنی ذات سے متعلق تخیلات کی طرح نفس کے علم سے باہر ہوتے ہین اور ان کی اصلیت اُس وقت معلوم ہوتی ہے، جب حقیقت اور واقعات کا سامنا ہوتا ہے، یہ سچ ہے، لیکن یاد رکھو کہ متخیلہ مین حقیقت اور اصلیت کے مقابلہ کی بھی اچھی خاصی صلاحیت ہوتی ہے، ایک دفعہ دو مرتبہ تین مرتبہ بلکہ دس مرتبہ بھی اگر تمھاری ترغیبات کی لغویت تم پر منکشف ہوجائے تب بھی تم اونھین خیالات باطل کی طرف رجوع کروگے اور اپنے آپ کو مثل سابق ترغیب دوگے، ہمارے قوائے عقلیہ مین سب سے زیادہ متخیلہ کے قائم کردہ نقوش دیرپا ہوتے ہین اور مٹ کر دوبارہ قایم ہوجاتے ہین، ہر شخص جانتا ہے کہ شکی مزاج آدمیون کی اِصلاح کرنا اور بدگمان لوگون کی بدگمانی دور کرنا کتنا دشوار ہے، جن لوگون نے اتالیق بیوی (مسز کاڈل کے کرٹین لکچرز کا اُردو مین ترجمہ) کا مطالعہ کیا ہے وہ اِس کی کافی شہادت دے سکتے ہین بیوی کی شوہر کی طرف سے بدگمانیان ہر موقع پر غلط ثابت ہوتی ہین، جب کبھی واقعات کا انکشاف ہوتا ہے، تو اون کے شبہات کو مہمل اور بے سروپا ثابت کرتا ہے لیکن شوہر کی طرف سے اون کی بدگمانی کسی طرح کم نہین ہوتی، یہ تو خیر ایک مثال تھی، ورنہ زندگی مین تخیلات کے یہی کرشمے روزانہ نظر آتے ہین، جو خود فریبی کا ایک

زبردست آلۂ ثابت ہوتے ہین کسی جذبہ یا مخفی خواہش سے مغلوب ہوکر شک وشبہہ وخوف ونفرت محبّت یا اسی قسم کے جذبی اثرات کے زیرنگین ہوکر ہم خفیف ترین وحقیر ترین واقعات کی غلط تعبیرین کرتے ہین، اون مین مبالغہ سے کام لیتے ہین کبھی کبھی تصرف اور ردوبدل بھی کرڈالتے ہین اور ان نتائج کی بنا پر عجیب وغریب نظرئیے اور اُصول قائم کرتے ہین جو مضحکہ خیزی مین عنوان زار کشمیر سے کم نہین ہوتے۔

تخیل جس طرح خود فریبی کا ایک دوامی سرچشمہ ہے اسی طرح اس کا استعمال دوسرون کو دھوکہ دینے مین بھی کیا جاتا ہی، اس قسم کے واقعات عدالتون کے سامنے برابر پیش ہوتے رہتے ہین پُرانے فریبئے اور جعلساز بیوقوف لوگون کے تخیل اور اس ذریعہ سے اون کے مال پر قبضہ کرکے چل دیتے ہین، مولوی نذیراحمد صاحب مرحوم کی خیالی "**اکبری**" اور پرِفطرت "**حجّن**" محض خیالی نہین ہین، اکبری کی طرح بیوقوف مرد وزن اور حجّن کی طرح عیاری سے ترغیب دینے والے دنیا مین آج بھی موجود ہین تخیل پر قبضہ کرکے دھوکہ دینے کی مثالین اکثر اخبارون مین نظر آتی ہین دغاباز لوگ بڑی بڑی دُکانون مین جاتے ہین اور اپنے آپ کو رئیس ظاہر کرکے قرض مال وصول کرتے ہین قصبات کے مُلّا اور سیانے، دیہات کی کم سمجھ عورتون کے سامنے مستقبل کی دہشتناک تصویرین کھینچتے ہین اور صدقہ کے طور پر انکا زیور اور روپیہ لیکر چلدیتے ہین،

تحریری اور تقریری ترغیبات مین بھی قوت متخیلہ کی فریب دہی سے کام لیا جاتا ہے، ایسے مواقع پر غلط تشبیہات، ناقص تمثیلات اور بے بنیاد موازنون سے کام لیا جاتا ہے، اشتہاری دوا فروشون اور طماع مشنریون سے قطع نظر بعض متین اور سنجیدہ تحریرون اور تقریرون مین بھی اس کی جھلک نظر آتی ہے کسی صاحب ثروت کو مطعون قرار دینے کے لیئے اوسے شدّاد، یا فرعون سے تشبیہ دینا کسی شاعر کی ہجو کرنے کے لیئے اوسے قصیدہ خوان کہنا کسی طریق عمل کو بدنام کرنے

کے لیئے اوسے مائل بہ استبداد یا غلامی کے نام سے یاد کرنا کسی جدید رائے کی مخالفت کرنے کے لیئے اسے "مغربیت" کہنا، یہ سب اسی کی مثالین ہین، عمل ترغیب مین غلط تشبیہات و نظائر کا استعمال ہر ملک کے سیاسی مقررون اور مصنفون مین پایا جاتا ہے، اس قسم کی ترغیبات کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہو کہ سطحی یا لفظی مشابہت کو حقیقی اور معنوی بنا کر پیش کیا جاتا ہو مثالین جو پیش کی جاتی ہین ایسی ہوتی ہین جن مین جذبات کو برانگیختہ کرنے یا متخیلہ پر قابو پا لینے کی صلاحیت تو ضرور ہوتی ہو لیکن اگر چاہو کہ مثل اور مثل لہ کے درمیان کوئی علاقہ پایا جائے یا ایک کا دوسرے پر صحیح انطباق کیا جا سکے تو یہ ممکن نہین، ان ہی بنیادون پر استنتاج کیا جاتا ہے جو ظاہر ہے کہ بعید از صداقت ہوگا لسّان وکلار، بازاری زعمار اشتہاری دوا فروش، جاہل مبلغ ان سب کی تقریرون مین استدلال کے خشک ٹکڑون کے بجائے مبالغہ آمیز تخیلات کی چاشنی ہوتی ہے، ناسمجھ افراد اس موکہ مین آجاتے ہین اور ترغیب دہندہ کی حسب خواہش فعل کرنے لگتے ہین،

فریب آمیز ترغیبات کی جو مثالین ہم نے اس باب مین بیان کی ہین اُن سے اِس امر کی توضیح ہو جاتی ہو کہ اکثر اوقات ہماری ترغیبات پر خواہ ذاتی ہون یا صفاتی، متضاد جذبات، غلط استدلالات، اور بے سروپا تخیلات کا کتنا گہرا اثر ہوتا ہے، یہ تینون مؤثرات ایک دوسرے مین ضم ہو کر اور ایک دوسرے کی مدد سے ہماری ترغیبون کو غلط رخ پر بہا لے جاتے ہین جس کا انجام خود فریبی یا فریب دہی ہوتا ہے،

ہماری توضیحات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ باطل ترغیبات، خفیہ طریقہ پر، بغیر ہمارے وقوف کے بھی عمل کرتی رہتی ہین، اکثر اوقات تو ہم اُن اندرونی محرکات سے بالکل ہی واقف نہین ہوتے جو اندر ہی اندر ہم کو تحریک دیتے رہتے ہین، لیکن اکثر جب اونکا تھوڑا بہت علم ہمارے نفس کو ہو جاتا ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ انکا اظہار دنیا کے سامنے ہمارے ہتک کا باعث ہوگا یا خود انکا خیال تک کرنا ہمارے ضمیر کے

منافی ہے تو اِس وقت اِستدلال اور تخیلہ کی ریشہ دوانیاں شروع ہوجاتی ہین، اِن دونون کی مدد
سے ہم اپنے ناگوار محرکات اور خیالات کی ہیئت کذائی کو تبدیل کرکے اون کو اپنے یا دوسرون کے ضمیر
کے لیئے قابل قبول بنادیتے ہین، کسی انسان مین اتنی جرأت نہین کہ وہ برملا اون خودغرضانہ اور متضاد
جذبات، بے سر و پا تخیلات اور غلط دلائل کو برہنگی کے ساتھ دنیا کے روبرو پیش کرے، جو بیداری یا
خواب کی حالت مین اوس کے نفس کے سامنے آتے ہین اور اوس کی ترغیبات کے لیئے فریب آموز
ثابت ہوتے ہین،

چونکہ ترغیب کا عمل اس طرح پردۂ خفا مین رہتا ہے اس وجہ سے جو افعال اوسکی بدولت
سرزد ہوتے ہین اون پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے اِس لیئے
کہ جب تم ایسے محرکات کے زیر اثر ہو جنکا برملا اظہار تم نہین کرسکتے حتیٰ کہ خود اپنے نفس کے سامنے
اونکا اقبال کرتے ہوئے تم نادم ہوتے ہو تو ظاہر ہے کہ تمھارے افعال بھی (خصوصاً جب اون سے
دوسرے بھی متاثر ہوتے ہین ضرور پردۂ راز مین رکھے جائین گے اکثر اوقات یہی مخفی عمل ترغیب بڑھتے
بڑھتے ایک سازش کی شکل اختیار کرلیتا ہے، مثال کے طور پر فرض کرو کہ کسی لڑکی کی شادی ایک
کم استطاعت شخص کے ساتھ ہوئی ہے، اب یہ لڑکی جذبۂ حسد کی تحریک سے اپنی چھوٹی بہن کے خلاف
سازش کرتی ہے، کیونکہ اِس کا آیندہ شوہر ایک ذی ثروت شخص ہے، جذبہ تو حسد کی شکل مین نمودار
ہُوا، اب اِس بڑی بہن کا تخیلہ چار سال بعد کا منظر اس کے سامنے پیش کرتا ہے، اِس خیالی دنیا
مین وہ اپنی چھوٹی بہن کو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتی ہوئی دیکھتی ہے اور خود اپنے آپ کو قلت آمدنی
کی مصیبتون مین گرفتار پاتی ہے، جذبہ کی اِس تحریک اور تخیلہ کی فریب دہی سے متاثر ہوکر وہ اپنی بہن کے
خلاف سازش شروع کرتی ہے، چھوٹی بہن کی موجودگی مین اِس کی آیندہ جدائی کے خیال سے مغموم
نظر آتی ہے، والدین کے سامنے اپنی حیثیت سے بڑھکر رشتہ کرنے کے نقصانات بتاتی ہے خفیہ طریقہ سے

اپنی چھوٹی بہن کی بُرائیاں فریق ثانی تک پہنچاتی ہے اور اون کو ترغیب دیتی ہے کہ اوس کے ساتھ رشتہ کا خیال ترک کردین،

تم شاید یہ اعتراض کرو کہ مذکورۂ بالا مثال مین اِستدلال کا ترغیب پر کوئی اثر نہین پایا جاتا اور یہ کہ کوئی عقلمند بہن اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ ایسا سلوک روا نہین رکھ سکتی، یہ اعتراض بالکل بجا ہے، بڑی بہن قوت استدلال سے عاجز نہین ہی لیکن وہ اِستدلال بجائے اس کے کہ اوس کی خواہشات کی مخالفت کرے اوس کے جذبات کا ہم آہنگ بنگیا ہے اور اوس کی حرکات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیئے استعمال کیا جاتا ہی "میرے کرنے سے کیا ہوگا؟" "اگر چھوٹی بہن کی قسمت اچھی ہے تو میری تدبیر کارگر ہی نہ ہوگی" "اگر میری تدبیر کارگر ہوگئی، تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ شادی اوس کی قسمت مین نہ تھی، بہرحال میرا کیا قصور" اِس طرح کی خود فریبیون یا یون کہو کہ "تشفی ضمیر کے لیئے" وہ استدلال استعمال کیا جاتا ہے، ہم یہ دعویٰ نہین کرتے کہ مذکورۂ بالا مثال سچ ہی ممکن ہی کہ یہ راقم کے پُرفریب متخیلہ کا نتیجہ ہو اور کسی خواہش سے مجبور ہوکر یعنی دوسرون کو مسئلۂ ترغیب کے متعلق اپنا ہمخیال بنانے کے لیئے وہ اِستدلال کررہا ہو، بہرحال کوئی صورت کیون نہ ہو، اتنی بات مسلمہ ہی کہ حضرت اِنسان کے گوناگون جذبات کو دیکھتے ہوئے ایک بہن کا دوسری بہن کے خلاف اِس طرح سازش کرنا ناممکن نہین ہے،

مختصر یہ کہ جس طرح عملِ ترغیب کے عناصر ترکیبی تین ہوتے ہین، یعنی جذبہ متخیلہ اِستدلال اوسی طرح سے خود ترغیبی، خود فریبی، اور باطل ترغیبات مین بھی یہی تینون علیحدہ علیحدہ عامل رہتے ہین، ہمارے جذبات، وجدانات، اور جبلی خواہشات ہماری ترغیبون پر حاوی رہتی ہین، اون کی تشفی کے لیئے کبھی ہم غلط استدلال کرتے ہین، اور کبھی فضول اور مبالغہ آمیز تخیلات سے کام لیتے ہین، ابتک ہماری بحث باطل ترغیبات اور اُن کے مُضر نتائج سے اُسی حد تک رہی جہان تک افراد کا تعلق ہی، لیکن افراد کی طرح جماعات کو بھی باطل ترغیبات دیجاسکتی ہین یا جماعات خود اپنے آپ کو اِس قسم کی ترغیب

دے سکتی ہین، جب باطل ترغیبات کا اثر کسی ذی اقتدار ہیئت اجتماعیہ مین ہوتا ہے جس کے افراد وحدت مساعی و مقاصد کے رشتہ مین منسلک ہوتے ہین، تو اوس صورت مین ان کے مضر اثرات تعداد افراد کی مناسبت سے اور زیادہ ہو جاتے ہین اور اونکا دائرہ بھی وسیع ہو جاتا ہے، اون کی وساطت سے طاقتور جماعتین اپنے افراد اور دوسری کمزور جماعتون کو اپنے قابو مین رکھنے کی کوشش کرتی ہین، تہدید عدمیت ([illegible]) خراج یا فضوبت — [illegible] — انتفاع ناجائز، اور بہت سے دوسرے مضر اثرات رونما ہوتے ہین اور حیات اجتماعیہ کے ہر شعبہ پر اپنا مضر اثر ڈالتے ہین پس اس قسم کی ترغیبات کا تجزیہ قومی اور جماعتی اعتبار سے نہایت مفید ہو سکتا ہے، اور آیندہ باب مین اسی سے بحث کیجائیگی،

جماعات کی ترغیب کے طریقون سے بحث، افرادِ جماعت پر اون کے مُضر اثرات، تہدید، و انتفاعِ ناجائز

عصرِ جدید کا جماعت بندی کی طرف رجحان،

زمانۂ حال مین فرقہ بندی کا جو عام رجحان دیکھنے مین آتا ہے اُسکی مثال گذشتہ تاریخ مین کہین نظر نہین آتی، ابھی زیادہ زمانہ نہین گذرا کہ جماعت، انجمن وغیرہ کا اتنا چرچا نہ تھا، ہر شخص بجائے خود سعی و کوشش کرتا تھا، لیکن آج صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے، ایک خیال، ایک پیشہ، اور ایک ہی اغراض و مقاصد رکھنے والے افراد ہر طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے مخصوص حلقے اور گروہ بنا رہے ہین، ریل، تار، لاسلکی پیغام رسانی، ہوائی جہاز اور دیگر وسائل آمد و رفت نے بُعدِ مکانی کو مٹا دیا ہے، اور مقام اور جگہ کی قیدین ترسیل و تبادلۂ خیالات مین حائل نہین ہوتین، اس مدنی رجحان کا نتیجہ ہم آج یہ دیکھ رہے ہین کہ مختلف جماعات اپنا اپنا حلقۂ اثر وسیع کرنے کی کوشش کر رہی ہین، اپنے مقاصد و اغراض کی تکمیل کے لیئے افراد کو عجیب و غریب طریقون سے ترغیب دیتی ہین، جن طریقون سے یہ ترغیب دیجاتی ہے، اور افراد پر اون کا جو کچھ اثر ہوتا ہے، وہ شاید موجودہ زمانہ سے زیادہ کبھی نہ ہوا ہوگا،

زندگی کے جس شعبہ کو لو، اُس مین تمہین جماعت بندی، شرکتِ عمل، مشترکہ جد و جہد کا

رجحان روز افزون نظر آنے لگا، مذہب کے فرقے تو قدیم زمانے سے چلے آرہے ہین، لیکن انہین علمی
تنظیم و تنسیق، اور باقاعدگی آج دیکھنے مین آتی ہے، زمانہ سابق مین اوس کا عشر عشیر بھی نہ تھا، علمی
جماعتین علیحدہ قائم ہین ایک ہی خیال، یا ایک ہی نظریہ کے قائلین یا کسی خاص مذہب کے معتقدین
علیحدہ علیحدہ حلقون مین تقسیم ہوگئے ہین اور ہر حلقہ اپنے نقطۂ خیال کی حمایت مین کسی ممکن کوشش سے
دریغ نہین کرتا پیشہ ورون مین بھی اسی حلقہ بندی کا زور و شور ہے، بار ایسوسیئیشن Bar
association) یعنی انجمن وکلا، اساتذہ کی کانفرنس، ڈاکٹرون کے
کلب، انجینیرون کی سوسائٹیان، یہ ہمارے ہندوستان مین بھی موجود ہین اور ابھی ابھی حال مین کارکنون
اور مزدورون کی جماعتین، اور آل انڈیا نائی کانفرنس بھی وجود مین آچکی ہین۔ غرضکہ ہر پیشہ نے اپنا اپنا
نظم و نسق مرتب کرلیا ہی، اپنی بقا و تحفظ کے لیئے ایک مشترکہ نظام عمل کی پابندی متعلقہ افراد پر لازمی
قرار دیدی ہی، تجارت مین بھی بعینہ یہی کیفیت نظر آتی ہی، ایوانہائے تجارت، انجمن ساہوکاران، غرضکہ
ایسی ہی اور جماعتین ملک کی تجارت کو اپنے ہاتھ مین لئے ہوئے ہین اور غریب دوکاندار جو انفرادی حیثیت
سے کاروبار کرتے ہین رفتہ رفتہ جماعتون کے دباؤ سے متاثر ہو رہے ہین اور میدان عمل سے پیچھے ہٹتے چلے
جارہے ہین، سیاسیات مین دیکھو تو وہان بھی یہی زور و شور ہے، اخبارات ایک ہی حلقۂ اتحاد مین جمع
ہوکر گورنمنٹ کی پالیسی کو اپنے اثر مین لانا چاہتے ہین، اور عام لوگون پر اپنا رسوخ جتاتے ہین، سیاسی
فرقے کثرت سے ملک مین قایم ہین اور وقت اور حالت کے اقتضا سے برابر مٹتے یا وجود مین آتے رہتے
ہین، ماڈریٹ، لبرل، اکسٹریمسٹ، کوآپریٹر، نان کوآپریٹر۔ غرضکہ متعدد گروہ اس کوشش مین
(اعتدال پسند) ـــ (انتہا پسند) (موافقتی) (عدم موافقتی)
مصروف ہین کہ گورنمنٹ کو اپنا ہمخیال بنامین، یا ملک مین اپنے مشترکۂ خیال و عمل کی تعداد مین اضافہ کرین
اس سے تو کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ کسی جماعت کے مختلف افراد کا تعاون و تعامل
اون کے مقاصد فی الوقت کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے، یہ تو ایک بدیہی بات ہے کہ مل جل کر کام

کرنے سے بہت سے عملی فوائد رونما ہوتے ہین، ہم یہ بھی نہین کہتے کہ جماعت بندی کے نتائج صرف مضر ہی ہوتے ہین اونکا مفید ہونا یا مُضر ہونا، ان جماعتون کے مقاصد اوران مقاصد کے حصول کے طریقون پر منحصر ہے، پھر بھی اتنی بات ضرور ہے کہ جب دو گروہ اپنے اقتدار کے لیئے کوشان ہون تو اوس صورت مین بعض خامیون کا وجود لازمی ہے اور یہ خامیان کیا ہین؟ یہی ترغیبات باطل (اپنے حلقہ کے افراد کو غلط ترغیبات دیکر ادن سے منافی ضمیر افعال سرزد کرانا، یا دوسری جماعتون کے افراد کو ترغیب دے کر اپنے حلقہ مین لانا) انتفاع ناجائز (یعنی مدنی اور اجتماعی دباؤ ڈالکر افراد سے کام لینا) تہدید وغیرہ موجودہ باب مین انہی سے بحث کیجائے گی،

تشکیل جماعت مین نفس انسانی کی صفت، اثر پذیری کا حصہ اور اسکے اثرات،

اثر پذیری نفس انسانی کا فطری اور ذہنی خاصہ ہے، یہ اسی صفت کا نتیجہ ہے کہ ہم اکثر اوقات بعض معتقدات کو بلا تجسّس ثبوت یا استدلال محض اس وجہ سے قبول کرلیتے ہین کہ دوسرون کے بھی یہی معتقدات ہین، اب خواہ تم اسکو نفس انسانی کی کمزوری ہی کیون نہ قرار دو، تاہم یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس خاصۂ نفس کا اثر حیات ملیّہ پر بہت کچھ ہوتا ہے، اگر دماغ انسانی اس صفت سے متّصف نہ ہوتا، تو حیات مدنی کا وجود بھی نہوتا، مثال کا اثر، صحبت کا اثر، تقلید، ترغیب یہ سب سرے سے وجود ہی مین نہ آتے، کیونکہ اچھی یا بُری مثال سے متاثر ہونا کسی خاص رویّہ کی تقلید کرنا، یہ دونون کے دونون اس صفت کے وجود کو مستلزم ہین، اسی طرح سے عمل ترغیب مین بھی اس کا وجود لازمی ہے کیونکہ اوّلاً تو جن اساسی اعتقادات سے عمل ترغیب شروع ہوتا ہے (ملاحظہ ہو باب اول) وہ اسی خاصۂ اثر پذیری کی بدولت ہمارے نفس مین جاگزین ہوتے ہین، ثانیاً دوسرون کی ترغیب کا قبول کرنا، یا خود ہمارا دوسرون کو ترغیب دینا کل وجزاً اسی پر منحصر ہے، اگر یہ نہوتا تو کسی مقرر یا مصنف کے لیئے دوسرون کو اپنا ہمخیال بناکر ادن سے اپنی حسب خواہش افعال سرزد کرانا قطعاً ناممکن ہوجاتا،

اثر پذیری کے نتائج اصلی رنگ مین جماعتون مین نظر آتے ہین، جب متعدد افراد نبوہ کی شکل مین مجتمع ہوجاتے ہین اُس وقت اون کی انفرادی حیثیت باقی نہین رہتی، شخصیت ذاتی اشتراف لیجاتی ہی، آزادیِ راے وخیال کی بجائے کورانہ تتبع وتقلید کا عمل ہوتا ہے، ایسے ہی مواقع پر زعماء عوام کی صفت اثر پذیری سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہین، انبوہ وازدحام سے قطع نظر، انجمنون اور جماعتون کے افراد مین بھی اثر پذیری کا مادہ ہوتا ہے، جب ایسی صورت ہو تو افراد کا ہیئت اجتماعیہ کے دباوٗ سے متاثر ہوکر اپنے نفوس کو غلط ترغیب بنایا غلط ترغیبات کو قبول کرلینا مقام تعجب نہین ہی سطحی دلائل اور جذبات، اور تخیلات کی متناقض اپیلین گو ہر مقصود کے حصول مین صرف کی جاتی ہین کسی اپیل کے مدلل اور مہمل ہونے سے بحث نہین کی جاتی، حصول مقصد کی صلاحیت اوس مین ہو تو اوسے آنکھ بند کرکے قبول کرلیا جاتا ہے، ہر جماعت کی تنظیم اور اوس کے ضوابط وقواعد اس بات کے متقاضی ہوتے ہین کہ اوس کے افراد مشترک اغراض کے حصول مین ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائین اور ذاتیات (حتی کہ بعض اوقات ضمیر کی مخالفت کو بھی) خارج از بحث قرار دین، ظاہر ہے کہ جب یہ حالت ہو تو ہر فرد کا قدرتی رجحان اسکو اس امر پر مجبور کرتا ہے کہ کسی چیز کو قبول یا رد کُل جماعت کے لیے مفید یا مضر ہونے کے لحاظ سے کرے اور اِس قدرتی رجحان کو نفسِ انسانی کے خاصۂ اثر پذیری سے بہت تقویت پہونچتی ہے،

افراد جماعت کی ناجائز ترغیبات ہکا نفسیاتی تعلق

اثر پذیری سے جو بحث ابتک کی گئی اوس سے یہ تو واضح ہوگیا ہوگا کہ عمل ترغیب مین اس کی موجودگی ضروری ہے نیز ایک حد تک اون نتائج تعبیہ کا بھی اندازہ ہوگیا ہوگا جو "اثر پذیری" کی بدولت مترتب ہوسکتے ہین، یہانتک تو خیر تمہیدی بحث تھی

---

[1] ممکن ہو تو ناظرین فلسفۂ اجتماع (مصنفۂ مولوی عبد الماجد صاحب) مین "اثر پذیری" کا باب بالاستیعاب ملاحظہ فرمائین، اسکی مکمل بحث موجودہ حد نظر سے باہر ہے، مؤلف،

اب دیکھنا یہ ہے کہ جماعات کے زیر اثر آکر افراد پر کیا کیا بندشین عائد ہو جاتی ہین یا وہ خود کسی فعل ناجائز کے جواز کی کس طرح کوشش کرتے ہین،

کسی جماعت کے افراد کے لیئے جو باہمی امداد کا عہد و پیمان کر چکے ہون، یہ نا ممکن نہین تو دشوار ضرور ہے کہ وہ کسی قسم کی آزاد خیالی سے کام لے سکین یا فریق غالب کی رائے کی مخالفت کرین، اگر کوئی فرد ایسا کرے تو اوسے فوراً خارج کر دیا جاتا ہے، ہر طرح کی اخلاقی، معاشرتی بندشین عائد کی جاتی ہین، ہر قسم کی باہمی مراعات سے جو اس جماعت مین ہون دست بردار ہونا پڑتا ہے، انگلستان مین اور کسی قدر ہندوستان مین بھی یہی کیفیت نظر آتی ہے، طبابت اور قانون ان دونون پیشون نے ایک قسم کا معیار عمل مقرر کر لیا ہے جو ان کے افراد کے لیئے قانون کا حکم رکھتا ہے، اس کو پروفیشنل ایٹیکیٹ (Professional etiquette (دستور حرفہ) کہتے ہین، اگر کوئی بدقسمت شخص اس مقررہ روش کے خلاف چلے تو اوسے فی الفور علیحدہ کر دیا جاتا ہے، اور حق رکنیت کے ساتھ ساتھ اکثر اوقات اس بیچارے کو پیشہ سے بھی دست بردار ہونا پڑتا ہے، اس دباؤ کا اثر کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ اگر کسی فرد کو جماعت کی منظورہ قرارداد سے اتفاق نہ بھی ہو تب بھی اوسے اپنے ضمیر کا مُنھہ مار کر اپنی رائے کو دوسرون کی رائے کے مطابق کرنا پڑتا ہے، اور چار و ناچار فریق غالب کا شریک کار ہونا پڑتا ہے خود ہندوستان کے بعض قصبات مین "حقہ پانی بند کرنے کی" دھمکی جو کارگر اثر رکھتی ہے وہ اکثر اوقات ضمیر کی آواز کو اپنے اندر دبا لیتا ہے،

دوسرے باب مین جو کچھ ضمیر کی مخالفت اور اس کی تردید کے متعلق کہا جا چکا ہے اُس سے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ ہر شخص کا ضمیر لازماً اوس کے افعال بد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے، لیکن اس کو فوراً ہی اطمینان دلا دیا جاتا ہے اور اس طرح صدائے مخالف کو خاموش

کر دیا جاتا ہی بعینہٖ یہی حال جماعت کی ترغیبات کا ہی اگر مین کسی جماعت کا رکن ہون اور وہ جماعت ایسی جماعت ہی کہ جس سے میرے فوائد بڑی حد تک وابستہ ہین، تو مین اوس جماعت کی ہر تجویز کو منظور کرنے پر مجبور رہونگا، اب ایسی صورت مین فرض کرو کہ جماعت غلبہ آرا سے کوئی ایسی تحریک منظور کرتی ہی جو میرے ذاتی اعتقادات کی مخالف ہی، اگر میرا ضمیر پختہ ہے تو مین اوس کو ماننے سے انکار کر دونگا اور ہر طرح کا خمیازہ برداشت کرنے کے لیئے تیار رہونگا، لیکن دوسری صورت مین (یعنی جب مین اپنے فوائد پر ضمیر کو قربان کرنا چاہون) پہلی سی دلیل یہ ہوگی "یہ تحریک اگر ناجائز ہو تو ہوا کرے مین اپنی جماعت اور اوس کے دیگر افراد کی بھلائی کو مد نظر رکھکر اس کے موافق رائے دیتا ہون" عام الفاظ مین یون سمجھو کہ جماعت کے اثر سے کبھی کبھی لوگ اس پر مجبور ہوتے ہین کہ اپنے اعتقادات ترک کر دین یا اونکا برملا اظہار نہ کرین، یا پھر ضمیر کی مخالفت کو رد کرنے کے لیئے مذکورۂ بالا کید نفس سے کام لین، اِس خیال کے معتقدین کی نگاہون مین اگر "نتائج کا حسن" وسائل کے شر کو زائل کر دیتا ہے تو مذکورۂ بالا دلیل یقیناً قابل قبول ہوگی لیکن خود یہ عقیدہ جتنا فریب دہ اور باطل ہی وہ ہم گذشتہ باب مین دیکھ چکے ہین، اِس پردہ کے پیچھے جذبۂ حکومت پسندی، ظلم یا انتقام کی تشفی کیجاتی ہے اور اس کو ظاہر مین "ایثار" کا خوشنما لباس پہنا دیا جاتا ہے،

اثر پذیری کے انتہائی کرشمے اکثر اُن جماعتون مین دیکھنے مین آتے ہین جو خوف کو کام مین لاتی ہین" اور سرکش" افراد کی تہدید وسزا کے ذرائع استعمال کرتی ہین جن اصحاب نے انجمن اتحاد ترقی ترکی یا انارکسٹ پارٹی بنگال، یا سوویٹ پارٹی روس کی کارروائیان پڑھی ہین وہ اچھی طرح جانتے ہین کہ یہ مجلسین خفیہ طور پر تہدید کے کیا کیا ذرائع کام مین لاتی تھین، جرمنون کا محکمۂ جاسوسی بھی اسی قسم کا تھا، سلطنت جرمنی آغاز جنگ سے قبل چالیس لاکھ پونڈ سالانہ صرف اپنے جاسوسون پر صرف کیا کرتی تھی، اِس زر کثیر کے خرچ سے نظم ونسق کی جو آسانیان حاصل ہو سکتی ہین اوس کا اندازہ اِسی سے ہو جائے گا کہ ہر

جرمن جاسوس اِس پر مجبور تھا کہ شرکتِ عمل کرے اور آزادیٔ عمل سے دست بردار ہو جائے، جرمن محکمۂ جاسوسی مین ایسے واقعات متعدد بار پیش آئے ہین کہ کسی سربرآوردہ جاسوس پر شبہہ کیا گیا ہی کہ وہ انگریزون سے ملا ہوا ہے، اور اِسی شبہہ کی پاداش مین اوسے خفیہ طریقون پر قتل کر ڈالا گیا ہی،

بقائے جماعات کے زبردست ترین موید (۱) جذبۂ خوف اور (۲) حصول اقتدار کا جذبہ ہین

ہم ابھی کہہ آئے ہین کہ جماعتون کو اپنے افراد کو قابو مین رکھنے اور اونھین اپنے حسب منشا ترغیب دینے کے لیئے خوف کے جذبہ سے کام لینا پڑتا ہے، اِس کی مثال مین جرمن محکمۂ جاسوسی کو پیش کیا جا چکا ہے جب ایسی صورت ہو تو کسی فرد کے لیئے یہ قریب قریب محال ہے کہ وہ اپنی جماعت کے خلاف جائے اُس کی کوشش اکثر جان لیوا ثابت ہوتی ہی، نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ وہی فعل جو ایک شخص اپنی جگہ پر بہت کچھ پس و پیش کے بعد کرتا، جماعت کا رکن بنکر وہ آنکھ بند کر کے کر گزرتا ہی، اور اپنے دِل کو اِس طرح اطمینان دلاتا ہے کہ "یہ کام بُرا ضرور ہی لیکن چونکہ اِس سے بالآخر میری جماعت کا فائدہ ہی، لہٰذا دوسرون کے لیئے اسے کرنے مین کچھ ہرج نہین ہے"

کسی فردِ جماعت کے نقطۂ خیال سے جذبۂ خوف کا یہ عمل ایک معروضی حیثیت رکھتا ہے، یعنی یہ کہ جماعت خوف دلا کر اوس کو کسی کام کے کرنے پر مجبور کرتی ہی، اور اِس طرح جماعت کے نظم و نسق مین فرق نہین آنے پاتا، یہ تو خیر ایک صورت ہے، لیکن اِسی مسئلہ کی دوسری حیثیت موضوعی ہی، یعنی ہر فرد کسی خوف سے نہین بلکہ اپنے جذبات کی آزادانہ تحریک سے کِسی جماعت کے ساتھ ملکر کام کرتا ہی، ان جذبات مین جو اِس طرح افراد کو تحریک دیتے ہین سب سے زبردست جذبۂ خواہشِ اقتدار ہی جو مختلف اور متضاد خیال کے افراد کو ایک ہی رشتۂ اتحاد مین منسلک رکھتا ہی،

ہر گروہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہوتی ہی کہ اوس مین کم و بیش حکومت یا اقتدار کا شوق ہوتا ہے، اور فی الحقیقت گروہون کے وجود کا بانی یہی جذبہ ہوتا ہی اور اسے "تحفظِ حقوق" کا خوشنما نام دیا جاتا ہے

اگر تم انفرادی حیثیت سے کسی مجلس کے ارکان پر نظر ڈالو تو تمھین معلوم ہوگا کہ اون مین غالب تعداد
ایسے افراد کی ہی جن کو کسی قسم کا اقتدار حاصل نہین ہی، سرمایہ دارون کی انجمن کو بطور مثال لو، کتنے فیصدی
سرمایہ دار ایسے ہین جو بطور خود مزدورون یا خریدارون یا گورنمنٹ پر کسی قسم کا دباؤ ڈال سکین اور
اون سے اپنے طرزِ عمل کا تتبع کرا سکین، لیکن جب یہی افراد کسی جماعت مین بحیثیت ارکینِ انجمن سرمایہ
داران یا "ممبرانِ ایوان تجارت" شریک ہوجاتے ہین، تو ہر فرد اپنی قوت اور حکومت کو بڑھا ہوا پاتا ہی
اور فی الحقیقت اوس پوری جماعت کے حصۂ حکومت و اقتدار مین سے ہر فرد کو کچھ نہ کچھ حصہ (نشکل ٹ)
مل ہی جاتا ہی، جذبۂ حکومت پسندی عالمگیر ہے، ہر شخص مین تھوڑا بہت موجود ہوتا ہی، بقول نطشے[1] (Nietzsche
) غلامون مین بھی آقا بنے کی خواہش موجود ہوتی ہی" ایک اور لطف یہ ہے کہ
جب ایک مرتبہ حکومت یا اقتدار کسی کو ملجاتا ہی تو پھر آسانی سے اسے چھوڑا نہین جاتا، بہت سے
لوگ جو فرداً فرداً اتنی استعداد اونہ رکھتے تھے کہ دوسرے لوگون کی رائے یا اون کی زندگی کو متاثر کردین
وہی لوگ جب کسی جماعت کے ارکین بنجاتے ہین تو اون کو اقتدار کا لطف آتا ہی اور جقدر زیادہ جو
شخص انفرادی طور پر نا اہل ہوتا ہی اتنی ہی اوسے اقتدار مکتسب مین مسرت ہوتی ہی اور وہ اپنی جماعت
کے طفیل مین حاصل کی ہوئی حکومت سے مخمور ہوجاتا ہی، اِس قسم کے کم ظرفون سے قطع نظر اکثر قابل
افراد کو بھی اقتدار مین ایک خاص لطف آتا ہی اور وہ بھی اِس کا ناجائز استعمال کرگذرتے ہین، ایوانِ
اقتدار کی جگمگاہٹ کچھ عجب تاثیر رکھتی ہی، تمام افراد کے چہرے ایک ہی غازے مین رنگے ہوئے نظر
آتے ہین اور بڑے بڑے علما و فضلا بھی اپنی قبائے علمیت اور دستارِ فضیلت کو اُتار پھینکتے ہین اور

---

[1] (Nietzsche) ایک مشہور جرمن فلاسفر گذرا ہی جس نے سنہ ۱۹۰۰ء مین انتقال کیا ہی، اِس فلسفی کی خاص تلقین یہی
کہ کسی طرح اقتدار حاصل کرنا چاہیے، اُس کی اِس تلقین کو غلط معنی پہنا کر انگلستان کے فلاسفہ اور مدبرین نے گذشتہ جنگ جرمنی
کی ذمہ داری اسی کے فلسفہ پر عائد کی ہی، اوسکے عام فلسفہ کا اندازہ ڈاکٹر اقبال کی نظم شوپن ہار و نیٹشا (پیام مشرق) سے ہوسکتا ہے

اور عوام کی طرح عمل کرنے لگتے ہین،

اگر ہم سے سوال کیا جائے کہ "حکومت و اقتدار کو تم کیسا سمجھتے ہو؟" تو ہمارا جواب یہی ہوگا کہ فی نفسہ اقتدار کو نہ تو خیر کہا جاسکتا ہے اور نہ شر، اس کا خیر یا شر ہونا محض اضافی ہے، اور طریقۂ استعمال اور نقطۂ خیال پر بہت کچھ منحصر ہے "زر" کی طرح "زور" کو بھی ایک واسطہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیئے، مال و دولت کے متعلق ہم دیکھتے ہین کہ شروع شروع مین ان کے حصول کی خواہش محض اسلیئے ہوتی ہی کہ ان کو "ذریعہ" بناکر ضروریات زندگی پوری کی جائین، لیکن رفتہ رفتہ یہی خواہش "عشق زر" مین تبدیل ہوجاتی ہی اور انسان کو لئیم بنا چھوڑتی ہی، بعینہ یہی حال اقتدار کا بھی ہی، اگرچہ اوّل اوّل اس کا استعمال کسی مقصد کے حصول کے لیئے بطور ذریعہ یا واسطہ کے کیا جاتا ہی لیکن رفتہ رفتہ یہ خیال جاتا رہتا ہی اور اقتدار کو بجائے خود نصب العین قرار دے لیا جاتا ہی جب ایسی صورت ہو تو اوس وقت اپنے نفس کو باطل ترغیب دینا زیادہ دشوار نہین رہتا تاہم آسانی سے اپنے آپ کو یہ ترغیب دے سکتے ہین کہ "ہر وہ فعل جو اقتدار کے منافی ہو شر ہے اور ہر وہ کام جس سے حکومت کا حلقۂ اثر وسیع ہوجائے احسن ہی"،

جماعتون کی باطل ترغیبات اور اونکے طریقے،

چونکہ تمام جماعتون کا مقصد اصلی کسی نہ کسی طرح اقتدار حاصل کرنا ہے، لہذا ترغیب کی خودفریبیان افراد کی طرح اون مین بھی نظر آتی ہین، اکثر جماعتین خود مختارانہ، ظالمانہ اور غیر منصفانہ افعال کرتی ہین اور پھر بھی ان افعال کا قبیح ہونا اونھین نظر نہین آتا بلکہ ان کے جواز کی کوشش کی جاتی ہی، اس کی وجہ وہی ہے، جو باطل ترغیبات کی ہم باب دوم مین بتا آئے ہین، یعنی "کسی اعتقاد (مثلاً حصول اقتدار) کو حق بجانب تسلیم کرکے اوس پر عمل پیرا ہونا اور اعتراض کی صورت مین تخیل کی ابلہفریبی یا سوء استدلال سے مدد لیکر اوسے بجا ثابت کرنے کی کوشش کرنا" اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک جماعت غیر منصفانہ یا ظالمانہ افعال کرنے کے بعد انھین مفاد عامہ، اور خلوص نیت پر مبنی بتلاتی ہی، اسی طرح سے ہر جماعت تمام دوسری جماعتون کو (عام اس سے کہ وہ اوس کی مؤید ہین یا مخالف) اپنا قطعی دشمن خیال کرتی ہے

اور استدلال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ دوسری جماعتین اون کے اقتدار کی مخالفت یا علی الاعلان اوس کی موافق نہین۔ بقول لینڈر ([illegible]) اِس گروہ کی مثال بالکل اوس شخص کی سی ہی کہ جو کسی نابینا شخص کو دھول مارتا ہے، اِس وجہ سے نہین کہ وہ غلط راستہ پر جارہا ہے بلکہ محض اِس وجہ سے کہ وہ اِس کو اپنا رہبر کیون نہین بناتا، ہمارے ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت مین بہت سی جماعتون کا یہی رنگ ہی، اعتدال پسند طبقہ دوسرے گروہون کا محض اِس وجہ سے مخالف ہی کہ وہ اُنکے بتائے ہوئے راستے پر کیون نہین چلتے، اِسی طرح اکثریت پسند طبقہ دوسرے تمام طبقونکا دشمن ہی اور "اندھے" کے سر پر محض اِس وجہ سے دھول مارتا ہے کہ وہ اسکی رہبری کیون نہین قبول کرتا، طاقتور جماعتون کو اپنے تعدادی یا مالی غلبہ کی بدولت کمزور جماعتون کی "تادیب وتنبیہ" کے بہانے دلی کدورت نکالنے کے خوب موقع مِلتے ہین، ہر گروہ مین بجائے عمومیت کے تخصیص و استثنائیت کو بہت کچھ دخل ہوتا ہی مثلاً خاص افراد کو داخل کرنا یا خاص شرائط کے ماتحت رُکن بنانا۔ اِس استثنائیت کا نتیجہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ ہر گروہ اپنی محدود تعداد کے علاوہ بقیہ دیگر افراد سے برسرِپیکار رہتا ہے یہ محض تنگ نظری اور تعصب ہی، خاندانون مین بھی اس کی مثالین دیکھنے مین آتی ہین، وسیع کنبون کی بڑی بوڑھیان اپنے "گلزار" کے سوا اور تمام دنیا کو ہیچ خیال کرتی ہین، اون کو تعجب ہوتا ہی کہ ان کے خاندان سے باہر رہ کر لوگ کس طرح خوشی وخرمی سے زندگی بسر کرتے ہونگے، حالی مرحوم نے کیا خوب کہا ہی؎

ہین تالاب مین مچھلیان کچھ فراہم　　　وہی اون کی دنیا وہی اون کا عالم

ہم دیکھ چکے ہین کہ ہر گروہ کے وجود مین آنے کی محرک خواہشِ اقتدار ہوتی ہے اور دنیا کے سامنے اون کے اغراض ومقاصد کے کیسے ہی خوشنما جال کیون نہ پھیلائے جائین پھر بھی یہی چیز ہے جو اونکا مخفی نصب العین ہوا کرتی ہے، یہ تو ہوا لیکن بقائے اقتدار کے لیئے اِس کی بھی ضرورت ہی کہ ہر گروہ مین کچھ ضوابط وقواعد قرار دیئے جائین اور اوس مین تنظیم وتنسیق کا وجود ہو، جو لوگ حلقۂ جماعت سے باہر ہین

اون کو مرعوب اور اندرون حلقہ، اپنے ارکان کو مخوف کرکے کاربرآری کا یہی آلہ ہے، ایک بات اور ہے کہ جتنے زیادہ ارکان کسی جماعت مین داخل ہونگے یا جتنا زیادہ اقتدار حاصل کرنا اس جماعت کا مطمح نظر ہوگا اوتنی زیادہ تنظیم و تنسیق اوس مین لازم آئیگی، ہندوستان مین قومی جماعتون کی تنظیم و تنسیق پر آجکل بہت زیادہ زور دیا جا رہا ہے، تبلیغ و اشاعت کے پیچیدہ طریقے، مشترکہ طور پر کام کرنے کی تدبیرین اشتہار بازی، رسالہ نگاری، جلوس، رضا کارون کی بھرتی یہ چیزین قریب قریب ہر جماعت مین پائی جاتی ہین اور صرف اس پر اکتفا نہین کی جاتی بلکہ دوسرے ملکون کی جماعات اور اون کی باقاعدگی مثالاً پیش کی جاتی ہی، یہ سب کچھ ضروری ہی سہی لیکن پھر بھی تنظیم و تنسیق مین بہت کچھ خرابیان مضمر ہین، جس ترتیب و نظام کے ساتھ جرمنی کا ہر شعبہ کام کرتا تھا وہ ہر شخص پر ظاہر ہی، چوبیس گھنٹے پہلے اطلاع ملنے پر تمام ملک سے ساٹھ لاکھ سپاہ کسی ایک نقطہ پر مرکوز ہوسکتی تھی، اور اون کی رسد وغیرہ کا بہترین انتظام ہوسکتا تھا، لیکن نتیجہ جرمنی کی کامیابی نہ ہوسکا ہم نظم و نسق باقاعدگی و ترتیب وغیرہ کے مخالف نہین ہین بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ان چیزون کے بغیر کامیابی محال نہین تو دشوار ضرور ہے، لیکن پھر بھی کیا کبھی تمہارے دل مین یہ خیال نہین گزرتا کہ اگر دنیا مین معصوم اور صاف دل آدمیون کی آبادی ہوتی تو اون کو تنظیم و تنسیق کی نہ تو کوئی ضرورت ہوتی اور نہ خواہش اور نہ اون کی زندگی، ذمہ داریون کے بار اور پابندیون کی کشاکش سے اتنی جکڑی ہوئی ہوتی جتنی کہ ہماری زندگی ہی، یہ سچ ہی کہ ان چیزونکا برا یا بھلا ہونا ان کے استعمال پر منحصر ہے لیکن پھر بھی کم از کم اتنا تو وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ جس جماعت کا نظم و نسق زیادہ پیچیدہ ہوگا اتنی ہی زیادہ اس مین تباہی و ناکامی کی صلاحیت مضمر ہوگی جب کوئی جماعت اپنے قواعد و ضوابط کو اتنا سخت اور ناممکن التاویل بنالے کہ کسی فرد کو اوس سے سرمو تجاوز کرنے کی اجازت نہو تو بتلاؤ کہ اوس جماعت کے افراد کی حیثیت محض میکانکی رہ گئی یا نہین؟ نظم و نسق مین اس قدر مبالغہ، باقاعدگی کا مرادف نہین ہوسکتا، اور جو گروہ اپنے اقتدار کی بقاء

اور ترقی کے لیے سخت ترین نظام مرتب کرتے ہین تو وہان بے قاعدگی اور انتشار کا جلد از جلد ظہور لازمی ہی فطرت انسانی کے لیے اٹل توانین وضع کرنا دشوار ہے،

اقتدار کا تیز اور با اثر استعمال صرف وہی ہستی (خواہ اجتماعی ہو یا انفرادی) کر سکتی ہو جس کو افراد کی ضروریات کا مطلق لحاظ نہ ہو، جو اپنی طاقت سے واقف اور دوسرون کی رضامندی اور تعاون سے بے نیاز ہو کر افراد کو مشین کی طرح استعمال کرتی ہو جب کوئی جماعت اسطرح اپنے اعلی نظم ونسق کو حصول اقتدار کے لیے استعمال کرے تو اوس کی کارروائیان زیادہ تر پیچیدہ اور پوشیدہ ہوتی ہین، برسر اقتدار جماعتین اپنے اقتدار کو بالا رکھنے کے لیے افراد سے ناجائز طور پر فائدہ حاصل کرتی ہین؛ لیکن انھین اِس انتفاع ناجائز مین کامیابی اسی وقت نصیب ہوتی ہو جب سب کارروائیان پوشیدہ طور سے کی جائین، کسی فعل کی پوشیدگی کا کھلا ہوا نتیجہ یہ ہے کہ فاعل انجام پر اور اپنی ذمہ داریون پر نظر نہین ڈالتا، کسی فرد کی مثال لو اگر وہ پوشیدہ طور پر کوئی کام کر رہا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ اوس کو میری یا تمھاری طرح اپنی ذمہ داریون کا خیال اِس کام سے باز نہ رکھے گا، ذمہ داری کا احساس جبھی جبکہ مسئولیت اور جوابدہی کی نوبت آئے، لیکن جب کوئی کام پردۂ اخفا مین ہو رہا ہو تو اوسے جانے گا کون اور اوس کی مسئولیت عائد کس پر ہوگی؛ باقی رہا یہ سوال کہ ایک اور ہستی ہم سب کے کامون کو بنظر غائر دیکھ رہی ہے اور مَن یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ خَیرًا یَّرَہٗ وَمَن یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ واقعی سچ ہی؛ تو بدقسمتی سے ایسے افراد اپنے ضمیر کی اچھی طرح زبان بندی کر دیا کرتے ہین، جس گروہ کی تنظیم وتنسیق محض حُب اقتدار کی وجہ سے ہو وہان خفیہ کارروائیون کا یہی زور وشور ہوگا، کیونکہ اِس جماعت کے کارکن بجز اپنے حلقہ کے اور کسی کے سامنے اپنے افعال کے جوابدہ نہین ہین؛ اِسی خیال کو مدنظر رکھکر کام کیا جاتا ہے اور دل کی تسلی کے لیے یہ خیال کافی سمجھا جاتا ہے، کہ پوری جماعت کا فائدہ مدنظر ہے، ؎

درازدستی این کوتہ آستینان بین

مذہبی دنیا مین دیکھو تو وہان بھی فریب آمیز ترغیبات کی تحریک اکثر اوقات ایک مذہب کے معتقدین پر دوسرے مذہب کے پیروؤن سے ظلم و تشدد کرا چھوڑتی ہی، تاریخ مین مذہبی تشدد کی مثالین کثرت سے ملتی ہین اور ہر صورت مین جبر و تشدد کی وجہ یہی نظر آتی ہی کہ کوئی برسر اقتدار مذہبی فرقہ اپنے مخالف فرقون کو نیست و نابود کرنا اور اس طرح اپنے اقتدار مین اضافہ کرنا چاہتا ہے،

کسی قدیم مذہبی فرقہ کو جب نئی روشنی کی تحریکات سے سابقہ پڑتا ہے اور اُسے فکر ہوتی ہے کہ اس نئے دشمن کے مقابلے مین اپنے اقتدار کی حفاظت کرے تو اوس وقت عجیب و غریب ترغیبات سے کام لیا جاتا ہے اور یہ زیادہ تر وہین ہوتا ہے جہان کہ اس مذہب کے پیرو اپنے معتقدات مین اس نئے فتنہ کے مقابلہ کی صلاحیت نہین دیکھتے، جو مذاہب خالص صداقت پر مبنی ہوتے ہین اون کو بحمد اللہ اس کی ضرورت داعی نہین ہوتی، اس قسم کی ترغیبات کی مثال فرانسیسی مصنف برائیو Brieux کی کتاب موسومہ "باطل دیوتاؤن کا افسانہ" سے ملتی ہے،

اس کتاب کا ہیرو ستنی (Satni) نامی ایک نوجوان راہب ہی اس کو کہین سے ان خفیہ اور پُر فریب کارروائیون کا پتہ چل گیا ہے جن کے ذریعہ سے حکام سلطنت عوام الناس کو مجبور کر رہے ہین کہ وہ قدیم مصری دیوتاؤن کی پرستش کرین، لوگون کو مرعوب کرنے کی تدبیر یہ کی گئی ہے کہ کلون اور پرزون کی مدد سے بُت کا سر جھکا دیا جاتا ہی، یہ شعبدہ سال مین ایک مرتبہ کسی مشہور مذہبی تیوہار کے موقع پر دکھایا جاتا ہے اور وہ موقع اب آنے والا ہے، ستنی نے عہد کر لیا ہے کہ وہ اس "کرامت" کو واقع نہ ہونے دے گا، اس کے عہد نے دوسرے راہبون کے دل مین ہلچل ڈال دی ہی، اور اس کو باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے، لیکن وہ اپنے عہد پر قائم ہے بالآخر اسقف اعظم ستنی کو اپنے حجرہ مین طلب کرتا ہے یکے بعد دیگرے وہ تمام دلائل استعمال کیے جاتے ہین جو ہر مذہب کے پیشوا لوگون کو اپنے مذہب مین شریک کرنے کے لیے استعمال کرتے ہین، پادری کی یہ

ہمت نہین ہوتی کہ ستنی کو جھوٹا ٹھہرائے لہذا وہ مانتا ہے کہ واقعی دھوکہ دیا جا رہا ہے" لیکن ساتھ
ہی یہ بھی کہتا ہے کہ یہ دھوکہ دہی حق بجانب اور قابل تعریف ہے" اس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ "ذات
باری کا تصور طبقہ جہلا کی عقل سے باہر ہے، اسی لیئے دیوتا کو پرستش کے لیئے پیش کیا جا رہا ہے
تاکہ وہ سمجھ سکین، لیکن یہ خیال بھی سامنے ہے کہ لوگ اِس کو محض ایک پتھر کی مورت خیال کرینگے
اِس لیئے اون کے تخیل پر قبضہ جمانے کے لیئے اِس کا سر متحرک کرنے کی تجویز ہے، اب تم خود خیال
کر سکتے ہو کہ یہ فریب دہی مستحسن ہے یا نہین، ادنی طبقہ کے افراد بغیر مذہب کے خوش نہین رہ سکتے،
اگر تم اونکا مذہب چھین لو تو نیکی کی طرف راغب کرنے والی کوئی چیز اون کے پاس باقی نہین رہتی،
مذہب اونکا سہارا ہے جو شخص اس مذہبی احساس کو ٹھیس لگاتا ہے، وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے" تم خود
ہی دیکھو کہ (بت پرستی کے خلاف) تمھاری تلقین نے ان لوگون پر کیا اثر کیا ہے" ابھی سے بدنظمی کے
آثار ظاہر ہین،

ستنی خاموشی سے اِن ترغیبانہ کلمات کو سُن رہا ہے، لیکن اوس کے دل پر ذرا بھی
اثر نہین ہوا، پادری نے اوس کو تاڑ لیا ہے، وہ سنبھل کر ستنی سے مخاطب ہوتا ہے، اس مرتبہ اوس کا
وار ستنی کے جذبات پر ہے" تم کو اپنی اِس حرکت سے فائدہ ہی کیا ہوگا؟ مین سچ کہتا ہون کہ اگر تم اپنے
ارادہ سے باز رہو تو مین تم کو رہبانیت کا اعلیٰ ترین عہدہ عطا کرنے کو تیار رہون، ستنی اب بھی خاموش
ہے، پادری کی تقریر کارگر نہین ہوئی نام ونمود، شہرت وعزت کے جذبات ستنی کے قلب مین نہین ہین
پادری نے اوس کے چہرہ کی طرف دیکھا، اب کے اوس کا وار پہلے سے بھی زیادہ گہرا ہے" اچھا مین اس سے
بھی زیادہ احسان تمھارے ساتھ کرنے کو تیار رہون، مین جانتا ہون کہ تم نے آیندہ تیوہار کو ملتوی
کرنے کا بیڑا کیون اُٹھایا ہے، تمھاری محبوبہ یوُرا کا انتخاب اوس دن دیوتا کی قربانی کے لیئے ہوا ہے
جسے تم مذہبی جوش ظاہر کر رہے ہو فی الحقیقت اوس کو بچانے کی ایک ترکیب ہے، اچھا مین اسکو

معاف کر دون گا یورا قربان گاہ پر نذر نہ چڑھائی جائیگی کسی دوسرے کا انتخاب کر لیا جائے گا، اتیو یورا کی حفاظت کی سبیل بھی ہوگئی اب مجھے اُمید ہے کہ تمھارے پاس افشائے راز کی کوئی وجہ باقی نہین ہے بتاؤ! کیا کہتے ہو.........."

اِن دلائل پر غور کرو، پادری کی نیت یہی ہے کہ اپنے مذہب کے اقتدار کو برقرار رکھا جائے، ہستنی کی مخالفانہ کارروائیون کے بارے مین اوس نے کوئی بھی صحیح استدلال پیش نہ کیا اور نہ اس سے بحث کی کہ اوس کی تلقین صحیح ہی یا غلط غرضکہ اپنی جماعت کی متحدہ قوت سے ہستنی کو مرعوب کر کے، اوس کے جذبات پر اثر ڈال کر پادری اور آسکے مجوزہ طرزِ عمل سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہی،

حلقۂ سیاست مین جن فریب آمیز ترغیبات سے کام لیا جا سکتا ہے اور ایک یا دو شخص نہین بلکہ ہزارون افراد کو ایک ہی شکنجہ مین جکڑا جا سکتا ہی، اُس کی روشن ترین مثال گذشتہ جنگ مین جرمنی کا رویہ ہے، تمام ملکون کو جاسوسون سے بھر دینا، خفیہ انجمنین اِس مقصد کے لیے قائم کرنا کہ "غیر ضروری" افراد کو دنیا سے رخصت کر دین، مدارس کا نصاب ایسا معیّن کرنا کہ بچون مین ابتدا ہی سے بعض ملکون کے خلاف انتہائی عداوت کے خیالات پیدا ہو جائین، یہ سب باتین بہت اچھی طرح ظاہر کرتی ہین کہ اجتماعی تہدید اور دباؤ کا اثر ڈال کر افراد سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے اور پھر اوس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے، ایک اور دلچسپ نتیجہ بھی اِن تجربات کی بنا پر اخذ کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہی کہ ہر اوس جماعت مین جو اقتدار پسند ہو اور جس کے افراد خفیہ ذرائع تہدید استعمال کرتے ہون لازمًا دو فریق ہوتے ہین ایک حصہ مین وہ لوگ ہین جو ناجائز فائدہ حاصل کرتے ہین، اور دوسرے حصہ مین وہ لوگ ہوتے ہین جنسے یہ ناجائز فائدہ حاصل کیا جاتا ہی، پہلے حصہ کے افراد ہر موقع پر جماعت کی روح روان بنتے ہین اور دوسرے حصہ مین معمولی لوگ ہوتے ہین جن کا استعمال اول الذکر اصحاب اپنے فائدہ کے لیے بطور آلہ کے کرتے ہین اور ایسی قیود عائد کر دیتے ہین کہ جنسے نکلنا ان بیچارون کے

لیئے ناممکن ہوجاتا ہی، شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ طبقۂ ثانی کے افراد سمجھ سے کام کیون نہین لیتے اور دیدۂ دانستہ اپنے آپ کو طبقۂ اول کے بس مین کیون دیتے ہین، یہ اعتراض ایک حد تک صحیح ہے، جب تک کہ یہ لوگ اِس بات کا یقین رکھتے ہین کہ جو طریقے استعمال کیئے جارہے ہین وہ اون کی جماعت کے لیئے مفید ہون گے اور اون سے آگے چلکر بحیثیت فرد جماعت تھوڑا بہت اخلاقی، مالی یا کسی اور قسم کا فائدہ اون کو بھی ہوگا اوس وقت تک یہ لوگ بخوشی اپنے آپ کو سرغناؤن کے حوالہ کردیتے ہین لیکن جونہی کہ جماعت مین ناکامی کے آثار ظاہر ہوتے ہین ویسے ہی باہمی مناقشات اور مداوتون کا ظہور ہونا شروع ہوتا ہے گذشتہ صفحات مین جب ہم نے نظم ونسق کی پیچیدگی کو کسی جماعت کے انتشار کا باعث قرار دیا تو اوس وقت اُسی کی طرف اشارہ تھا، ہندوستان ہی مین دیکھو کہ گذشتہ دش سال کے عرصہ مین کتنی تحریکات پیش کی گیئن، مختلف طبقون نے جس زور شور سے ان تحریکات کی تائید کی وہ بھی ظاہر ہے لیکن جب نام نہاد لیڈرون کی خودغرضی مثلاً طلب اعزاز یا اور کوئی ذاتی منفعت عوام پر ظاہر ہوئی تو لوگ اوس سے کنارہ کش اور اپنے قدیم قائدون سے متنفر ہوگئے

ہم نے جماعتون کی ترغیبات سے بحث کرتے وقت متعدد مواقع پر جرمن سلطنت کے خفیہ ذرائع تہدید وغیرہ کا ذکر کیا ہے آج اخباری دنیا اِن باتون کو جرمنیت (Pmssianism) کے نام سے یاد کرتی ہے اور اِس لفظ کو اون تمام عیوب کا مظہر سمجھا جاتا ہی جو شخصی سلطنتون کے دباؤ اور جماعتون کے پیچیدہ نظم ونسق کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہین، بہرحال ہماری مثالون سے یہ قیاس کرنا کہ ہم جرمنی کے خلاف ہین ناانصافی ہوگی، اگر تم اپنے گردوپیش نظر ڈالو اور اپنی قومی جماعتون کی منصفانہ طور پر تحقیق کرو اون کے ظاہری اور حقیقی مطمح نظر کا مقابلہ کرو تو غالب تعداد مین تم کو باطل ترغیبات کے مذکورہ بالا طریقے اون مین بھی نظر آئین گے، اصلیت یہ ہے کہ جسکو آج "جرمنیت" کہا جاتا ہے، وہ جرمنی کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ ہر قوم، اور ہر ملک مین یکسان

طور پر اس کے مضر نتائج دیکھنے مین آتے ہین فرق جو کچھ ہے وہ کم کا ہوتا ہے نہ کہ کیف کا جہان کہین بھی تم کو چند افراد کسی خاص جماعت کے فائدہ اور اقتدار کے لیئے متحدہ طور پر کوشان نظر آئین تو خواہ اوس جماعت کے مقاصد سیاسی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی کچھ ہی کیون نہون تم کو وہان جو بندیت (یا یون کہو کہ باطل ترغیبات اجتماعی) کے کرشمے کم وبیش ضرور نظر آئینگے، خود ہمارے ہندوستان کے سیاسی اور معاشی واقعات سے اس کی توضیح ہو جاتی ہی،

اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ جب سے ہندوستان مغربی ممالک کے تجارتی انقلاب سے متاثر ہوا ہے، یہان کی اقتصادیات کی کل، اور اس کا نظم ونسق سرمایہ دارون کی انجمن کے ہاتھون مین رہا ہے، بدقسمتی سے جن لوگون کے ہاتھون مین ملک کی تجارت کی باگ رہی ہے اون کا اصلی مقصد فراہمی دولت اور اپنے تجارتی اختیارات کا اپنے ہاتھون مین محفوظ رکھنا تھا، اس نصب العین کا لازمی نتیجہ ہم دیکھ رہے ہین کہ مزدورون کی حیثیت محض میکانکی رہ گئی ہے اور اون کی انفرادی حیثیت اور حقوق کا کوئی لحاظ نہین کیا جاتا، دوسرا نتیجہ اس نصب العین کا یہ ہوا کہ صنعت وحرفت کے ادنیٰ سے ادنیٰ شعبہ کا نظم ونسق بہت کچھ پیچیدہ ہوگیا اضافۂ پیداوار کی غرض سے تقاسیم عمل کا ظہور ہوا گویا کہ ایک اعتبار سے مزدورون کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے مفوضہ کام کے سوا کسی شئے کی تکمیل مین کوئی دلچسپی نہ لین، جب سے مشینون کا استعمال شروع کیا گیا اوس وقت سے مزدورون کی حیثیت اور زیادہ میکانی ہوگئی ہے، کارخانون کے مالکون اور سرمایہ دارون کے پاس افراد انسانی کے اس ناجائز استعمال کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیئے سہل ترین طریقہ استدلال یہ ہے "ہمارا مقصد اصلی یعنی اضافۂ اقتدار اوس وقت تک نہین حاصل ہوسکتا جب تک کہ پیداوار مین اضافہ نہو لہذا افزائش پیداوار کے جو طریقے بھی استعمال کیئے جائین وہ مستحسن ہین علاوہ برین مزدورون کی تنخواہ مین معتد بہ اضافہ کیا جاتا ہی" اس استدلال کی شق اول وہی ہے جس سے ہم دوسرے باب مین بحث کر چکے ہین، باقی رہی

شق دُوم تو اوس کے متعلق صرف اِسی قدر کہنا کافی ہی کہ شاہوا معاوضہ مین بیش قرار بیش قرار اضافہ بھی افراد انسانی کے اِس ناجائز استعمال کی کماحقہ تلافی نہین کرسکتا اور پھر اضافہ بھی کِن صورتون مین کیا گیا ؟ ایسا تو بہت کم ہوا ہی کہ کارخانون کے مالکون نے خود اپنے احساس سے مزدورون کی تنخواہ مین اضافہ کیا ہو برخلاف اِس کے جبتک مزدورن کی طرف سے قرار واقعی دباؤ ان لوگو نپر نہین ڈالا گیا اوس وقت تک اضافہ کیا ہی نہین گیا، یہ حالت تو خیر ابتک تھی لیکن زمانہ کی موجودہ رفتار بتا رہی ہے کہ مزدور پیشہ طبقہ بھی اپنا دباؤ محسوس کرا کے کامیابی حاصِل کرسکتا ہی، ابتک سرمایہ دارون کا دورہ دورہ رہا، اب مزدورون کی باری آئی ہے، ہڑتالون کی کثرت، اضافۂ تنخواہ کے لیئے جد وجہد، اور ہنگامے، برملا کہہ رہے ہین کہ واقعات نے رُخ بدلا ہی، جو طریقے طبقۂ سرمایہ داران نے اپنے بقائے اقتدار و افزائش دولت کے لیئے استعمال کیئے تھے اوس کے جواب کے حربے مزدوری پیشہ طبقہ بھی اپنے حقوق کے تحفظ اور اضافۂ تنخواہ کے لیئے استعمال کر رہا ہے،

سب سے زیادہ قابل افسوس امر یہ ہی کہ مزدوری پیشہ طبقہ سرمایہ دارون کے خلاف وہی ذرائع استعمال کر رہا ہے جو مؤخر الذکر اوس کے خلاف کام مین لاتے تھے، باطل ترغیبات اجتماعی کے تمام خصائص اور اوس کے مُضر اثرات جو انجمن سرمایہ داران مین موجود تھے مزدور پیشہ جماعت مین بھی موجود ہین، وہی نظم ونسق کی پیچیدگی، وہی تنگ نظری اور خود غرضانہ تحریکات، بقائے اقتدار کے لیئے افراد کا وہی ناجائز استعمال سب کچھ اب مزدورون کی مشترکہ جد وجہد مین بھی پایا جاتا ہے، یہ حقیقت قابل افسوس ضرور ہے لیکن ایک معنی مین ناگزیر بھی ہے، شر مرض متعدی کی طرح کِسی خاص شخص یا خاص حلقہ سے شروع ہو کر دوسرون مین سرایت کرتا ہے اور اِس کا حلقۂ اثر وسیع تر ہو جاتا ہے، کِسی ایسے شخص کی موجودگی مین جس کو تم خفیہ کارروائیون کا عادی خیال کرو

تمہارا نفس اِس کی اجازت تم کو نہین دیتا کہ تم صاف دِل سے اپنے کُل خیالات اوس کے سامنے پیش کرو بلکہ اپنی جگہ پر تم بھی اخفائے واقعات پر مجبور ہوتے ہو، بعینہ جب مزدور پیشہ جماعت کو انجمن سرمایہ داران کے خفیہ طریقون سے دوچار ہونا پڑا تو اون کو بھی مجبوراً وہی طریقے اختیار کرنے پڑے۔ اب موجودہ حالت یہ ہو کہ اون کی مختلف انجمنین، عام مقاصد کے لیئے نہین بلکہ اپنے ذاتی اغراض کے لیئے کام کرتی ہین، اقتصادی اقتدار کا حاصل کرنا اونکا بھی نصب العین ہو گیا ہے، انفرادی طور پر شخصیت سے یہ لوگ بھی بحث نہین کرتے بلکہ حصولِ مقصد کے ہر ممکن وسیلہ سے کام لیا جاتا ہے، فوجی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیئے جو کام جبریہ فوجی خدمت سے لیا جاتا ہے، وہ اِن انجمنون مین لازمی رکنیت سے لیا جاتا ہے جس کی غرض محض یہ ہے کہ تمام افراد جماعت چیدہ چیدہ اشخاص کی قیادت مین بلا لحاظ ذاتیات، مشترکہ طور پر عمل کرین اور سرکشون کی تنبیہ و تادیب کی جائے، اِن واقعات کی صداقت مین کوئی شبہہ نہین کیا جا سکتا، اگر ۱۹۲۲ء کی ایسٹ انڈیا ریلوے کے مزدورون کی ہڑتال کے حالات پڑھو تو تم کو معلوم ہو گا کہ جو کچھ اوپر کہا گیا وہ تقریبًا سب صحیح ہے، مختصر طور پر یون سمجھنا چاہیئے کہ جبتک کہ صورتِ حالات مین کوئی تبدیلی رُونما ہو افراد کو نی الوقت نفع کے لیئے افعال بد کے ارتکاب اور پھر اون کے جواز سے کوئی چیز نہین رُوک سکتی، اگر مخالف قوت زبردست ہے تو یہ اوس کے مجوزہ قاعدون کو مان لیتے ہین لیکن جون ہی کہ موقع ہاتھ آتا ہے، اُن کو اپنے مواثیق توڑنے مین کوئی باک نہین ہوتا اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس وقت فریق مخالف کے دباؤ سے متاثر ہو کر ہمکو بہ جبر اون کی شرائط قبول کرنا پڑی تھین، اب جب ہم دباؤ ڈال سکتے ہین تو کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے شرائط اون سے نہ منوائین؟

سیاسیات مین جماعات کی ترغیبون کی بدترین صورت وہ ہوتی ہے جب کوئی خاص حلقہ یا خود حکومت زر اور زور کی وساطت سے افراد پر ناجائز دباؤ ڈالتی ہے، انگلستان مین

ایسے واقعات نئے نہین ہین، جارج سوم کے متعلق کہا جاتا ہو کہ پارلیمینٹ کے انتخابات کے وقت وہ سرکاری خزانہ سے اون لوگون کو انعام تقسیم کرتا تھا جو اوس کے حسب منشا، اپنا ووٹ صرف کرتے تھے سرکاری اعزاز وغیرہ سے حکومت کے طرفدارون کے حوصلہ بڑھائے جاتے تھے انگلستان سے قطع نظر خود ہندوستان مین یہی ہوتا ہے، خطابات اور اعزازات کا مصرف یہی ہوتا ہے کہ ایک خاص نقطۂ خیال رکھنے والے افراد کی ہمت افزائی کی جائے ہر ملک وقوم مین عطائے خطاب و اعزاز کا حربہ حکومت کے ہاتھ مین ہے، یہ مقصد کے حصول کے لیئے بہت کارگر ثابت ہوتا ہو، انتخابات مین اجتماعی دباؤ کے کیا کچھ نتائج ظاہر نہین ہوتے؟ میونسپل انتخابات مین مختلف جماعتون کی طرف سے دباؤ کے کیا کیا ذرائع استعمال نہین کیئے جاتے، اور ابھی وہ دن آنے والا ہے کہ انگلستان کی طرح یہان بھی طاقتور جماعتین اخبارون کو اپنے قبضہ مین لاکر دوسرے فرقون کو نیچا دکھانے کی کوشش کرین گی، اور پارٹی سسٹم (فرقہ بندی) کا اب سے بھی زیادہ زور و شور ہوگا، روس مین بالشویک جماعت کی سرگذشت، ہندوستان مین انارکسٹ (فوضویت پسند) فرقہ کا طریق تہدید، آئرلینڈ مین سن فینیون کے ہنگامے یہ سب باتین سیاسیات مین قوت مشترکہ کے ناجائز استعمال اور اوسکی ناجائز ترغیبات کا پتہ دیتی ہین،

ذیل کے اقتباس سے جو ہمدم مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۲۳ء سے لیا گیا ہے اندازہ ہو جائے گا کہ اس قسم کی جماعتون کا عام طور پر طریق کار کیا ہوا کرتا ہے، یہ مصری سازش سے متعلق ہو،

"نہایت دلچسپ اطلاع پبلک کے گوشگذار کی گئی ہو اور اوس کی نمایان طور پر وضاحت بھی ہوئی ہو، یہ ایک خفیہ انجمن ہو، اور "سیاہ ریوالور" کے نام سے مشہور ہو، تمام ملزمین اور مذکورہ بالا شاہد کا اسی انجمن سے تعلق ہو،

یہ مشہور انجمن انتقام ہی سے تعلق رکھتی ہے جو ترقی کرکے اس صورت مین ظاہر ہوئی ہو۔

تین سال ہوئے جب "انجمن انتقام" کے ممبران پر مقدمہ چلایا گیا تھا، اور منزا ئین ہوئی تھین انجمن مکمل صورت مین منتظم تھی، اور اس کا اصلی مقصد انگریز افسرون سپاہیون اور اعلی عہدہ دارون کو قتل کرنا تھا، اس کی تین بڑی شاخین تھین جن مین سے ایک قاہرہ مین تھی اس کے علاوہ متعدد چھوٹی چھوٹی شاخین بھی تھین،

"انجمن کی ہر شاخ اور شاخ در شاخ کا ایک صدر ہوتا تھا جس کو اور اوس کے ساتھی صرف دو ممبرون کو معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت ہماری انجمن کس کام مین مصروف ہے، ہر ممبر کے پاس ممبری کے بہت سے یا ایک کارڈ ہوتا تھا، جو لوگ بغاوت، ہنگامہ و فساد مین حصہ لیتے تھے اونکے پاس سیاہ کارڈ رہتا تھا اور جنھون نے اس کام مین حصہ نہین لیا تھا انکے پاس سبز کارڈ رہتے تھے، ریوالور اور گولہ بارود کا سامان ڈپو مین ایک روز کسی ایک پریسیڈنٹ کے یہان اور دوسرے روز دوسرے پریسیڈنٹ کے یہان بھیجدیا جاتا تھا،

شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاہرہ کے بڑے بڑے لوگ انجمن کے پشت و پناہ تھے اور اوسکی مالی اعانت کرتے تھے، کسی قسم کے ارتکاب کی کوشش سے قبل انجمن کی اس برانچ کا صدر اون لوگون مین سے کسی ایک شخص کو جسے مناسب سمجھا جاتا تھا، معاملہ کی پوری تفصیل لکھ دیتا تھا اور اِرتکاب جرم کے مرتکب ہونے کے بعد پریسیڈنٹ مذکور اوس شخص کے پاس آتا اور ۱۵۰ ایک سو پچاس پونڈ لاتا تھا جس مین سے سو پونڈ تو خود اوس کے حصہ کے ہوتے تھے اور باقی اون لوگون مین تقسیم کرنے کو جو اِس کام مین حصہ لیتے تھے،،

انجمن کے ممبر خط و کتابت مین تشبیہ و استعارات سے کام لیتے تھے، مثلاً جب اونھین کسی بدعتی کام کے متعلق حوالہ دینا ہوتا تو وہ اس کو اس طرح لکھتے کہ "ایک عظیم الشان ڈرامہ" "فسانہ المناک" ہونے والا ہے، اور اگر چہ لارڈ ایلنبائی (Allenby) کی جان لینے کی کوئی سازش یا کوشش نہین کی گئی تاہم جب خطوط مین انکا ذکر ہوتا تو اون کو "دنیا کا سب سے بڑا ایکٹر"

کہکر یاد کیا جاتا"

مذکورۂ بالا جماعت مین وہ جملہ خصائص نظر آتے ہین جو تہدید افراد، انتفاع ناجائز اور ترغیب باطل مین کام آتے ہین، ہم اس جماعت کی سرگذشت کو اپنے بیان کی تصدیق مین پیش کر سکتے ہین،

دوران جنگ مین انگلستان کے بعض مدبرین پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ اونھون نے اپنے مقاصد کی اشاعت و تائید کی غرض سے ملک کے سربرآوردہ اخبارات کو رشوت دی (مذکورہ بالا جماعت نے بھی یہی کیا ہے) اِس واقعہ نے جب شہرت پکڑی تو عوام الناس کی طرف سے سخت برہمی کا اظہار کیا گیا، چنانچہ رائے عامہ سے مجبور ہوکر، ار فروری کو مسٹر چیمبرلین نے دارالعوام مین فرمایا کہ "ہفتہ مختتمہ مین جو پریشان کن و افسوسناک واقعات رونما ہوئے ہین اونکا اصلی سبب یہی ہے کہ پریس اور گورنمنٹ کے فرائض اکثر حضرات کی ذات مین ساتھ ساتھ جمع ہوگئے ہین تیّن اخبارون کے مالک بحیثیت اراکین دارالعوام، نظم و نسق سلطنت مین دخیل کار ہوگئے ہین، پبلک کا اعتماد اراکینِ سلطنت اور وزیر اعظم پر سے اُٹھ جانے کی وجہ یہی ہوئی کہ اِن حضرات نے بھی اِن "مالکانِ اخبارات" کی تائید کی جب تک کہ اراکینِ حکومت پریس سے اپنے تعلقات منقطع نہ کرلین اور ملک کی رائے پر اِس طریقہ سے ناجائز دباؤ ڈالنا نہ چھوڑین، اوس وقت تک پبلک اون پر اعتماد نہین کرسکتی"

اسی باب مین ہم کسی موقع پر جماعتون کی خفیہ کارروائیون کا ذکر کرچکے ہین اور اون کے مضر نتائج پر کسی قدر روشنی ڈال چکے ہین اِسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جس زمانہ کا ہم نے ابھی ذکر کیا' اوسی زمانہ مین انگلستان کی پبلک وزیر اُمور خارجیہ کی خود مختارانہ کارروائیون کی طرف سے بدظن ہوگئی تھی، ہمیشہ سے انگلستان کے وزیر خارجیہ کو دول خارجیہ کے جملہ معاملات مین سیاہ و سفید کا اختیار رہا ہے، خود دارالعوام بھی اون کے فیصلون مین دست

اندازہ نہ کر سکتا تھا۔ اِس خود سرانہ کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیگر ممالک کے لیئے سفراء اور نمایندون کا انتخاب ایک خاص حلقہ سے کیا جانے لگا۔ اور اِس طبقہ کو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح یہ اقتدار ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ غرضکہ دوسرے ملکون سے انگلستان کے تعلقات ہمیشہ پردۂ خفا رمین رہے، حال مین یہ احساس روزانہ ترقی پذیر ہے کہ امور خارجیہ پر بھی پالیمینٹ کے روبرو مباحثہ ہوا کرے اور پبلک کو اون کے متعلق کامل واقفیت بہم پہونچائی جائے' قدیم پالیسی (اخفائے امور خارجیہ) کے مؤیدین یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ امور خارجیہ کے تصفیہ مین بہت حزم و احتیاط کی ضرورت ہے یہی دلیل ہندوستان مین بھی پیش کی جاتی ہے، اور اکثر اوقات کمیشنون کی رپورٹمین یا اور خاص خاص واقعات کی تفصیلین، اعداد وشمار، گوشوارہ وغیرہ پبلک کے سامنے پیش نہین کئے جاتے مسٹر بالفور (Mr. Balfour) نے جو امور سلطنت مین اخفار کی پالیسی کے مؤید ہین، ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"آپ حضرات کا شاید یہ خیال ہے کہ ہر اخفار کی تہ مین برائیون کا وجود لازمی ہے اور شاید آپ یہ کہین کہ اگر ایسا نہین ہے تو اخفائے واقعات کی ضرورت ہی کیون داعی ہوتی ہے اس کا جواب میرے پاس یہ ہے کہ جس طرح روزانہ زندگی مین بغیر حزم و خاموشی سے کام لئے ہوئے خانہ داری کا انتظام مشکل ہے اسیطرح سلطنتون کے انتظام مین بھی بغیر حزم و سکوت کے کام نہین چل سکتا،"

ممکن ہے کہ خاص خاص حالتون مین یہ بیان صحیح ہو لیکن پھر بھی جس کارروائی کی ابتدا اخفاء اور راز سے ہوتی ہے اکثر اوس کا خاتمہ مناقشات اور عداوت پر ہوتا ہے، امور خانہ داری کی طرح امور سیاست مین بھی بلکہ ہر شعبہ مین قلوب کو مطمئن کرنے اور تمام افراد کا تعاون حاصل کرنے کا بہترین اسلوب یہ ہے کہ عام دلچسپی کے مسائل پر صاف دلی سے بحث کیجائے اور اوسے اخفار کا ناگوار جامہ نہ پہنایا جائے،

آجکل جس طرف دیکھو اصلاح و تعمیر کی پکار ہے ہمارا کوئی سیاسی، سماجی، معاشی مسئلہ

ایسا نہین ہوتا جس مین اس پر زور نہ دیا جاتا ہو عام طور سے لوگ ایک دَورِ نو کی آس لگائے بیٹھے ہین جس مین ہماری گذشتہ اغلاط کی کافی تلافی کردی جائے گی اور بجائے جماعتی دباؤ اور ترغیب کے ناجائز طریقون کے، انصاف اور آزاد خیالی کا دور دورہ ہوگا، اصلاح و تعمیر کے اس خواب شیرین کی تعبیر ہماری اُمیدون کے موافق جب ہی ہوسکتی ہے جب مختلف جماعتون کی اس طرح اصلاح کیجائے کہ ترغیبات باطل کا استعمال نہ ہوسکے اور نہ تہدید و انتفاع ناجائز کے خفیہ طریقون سے لوگون کی رائے پر اثر ڈالا جاسکے بلکہ ہر جماعت کو کچھ ایسے اسلوب پر چلایا جائے کہ خاص خاص افراد یا جماعات کے اقتدار کی بقا و تحفظ کی بجائے قوم کی ترقی اور اوس کا مفاد من حیث العام نصب العین قرار پائے، اس مقصد کے حصول کے لئے جو اصلاح سب سے زیادہ ضروری ہے وہ ہمارے طریقۂ خیال کی اصلاح ہے، سب سے پہلا فرض ہمارا یہ ہے کہ اس کی اصلاح کرین اور اپنی ترغیبات کو صحیح نہج پر لے آئین، آیندہ باب مین ترغیب کے صحیح استعمال سے بحث کرکے ہم یہ دیکھین گے کہ باطل اور صحیح ترغیبات مین فرق کیا ہے؟ صحیح ترغیبات کا معیار کیا ہے؟ اور اوّل الذکر کے مضر اثرات سے لوگون کو کس طرح محفوظ رکھا جاسکتا ہے؟

باب چہارم

ترغیب کا صحیح استعمال

صحیح و باطل ترغیبات کا فرق، اخلاقی عقلی اور منطقی نقطۂ نگاہ سے ترغیبات اجتماعی و انفرادی کی صحت کا معیار، ترغیبات کے رد یا قبول کے متعلق مفید عملی ہدایات

عمل ترغیب کے متعلق ایک بدظنی کا امکان، گذشتہ صفحات مین ہم ترغیبات انسانی کا جو کچھ بیان کر چکے ہین اوس سے ان کے مختلف طریقون پر بخوبی روشنی پڑتی ہے عملی مثالون کے ذریعہ سے ہم نے اپنے ناظرین کو یہ بھی بتانے کی کوشش کی ہے کہ باطل ترغیبات کے پھندے مین آجانا کِس قدر آسان ہے، موجودہ باب مین ترغیبات کے صحیح استعمال سے بحث کرکے ہم اون معیارون کو واضح کرینگے جن پر عمل کرکے ترغیب کا جائز اور باقاعدہ استعمال ممکن ہو سکتا ہے،

جن حضرات نے عمل ترغیب کے عناصر ثلاثہ جذبہ تخیل اور ذہن پر غور کیا ہے ترغیبات انسانی کی بے سر و پا رفتار کو ملاحظہ کیا ہے، بہت ممکن ہے کہ وہ اِس کل عمل کو بداہتہً ایک

ذریعہ وہ عمل خیال کریں اور اس کے صحیح استعمال کی طرف سے نا امید ہوجائیں عمل ترغیب کی نفسیاتی تشریح سے ہم جس نتیجہ پر پہونچے، وہ یہ تھا کہ ہر ترغیب کا آغاز کسی نہ کسی اعتقاد یا خواہش سے ہوتا ہے جو ترغیب دہندہ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہوتی ہے اور وہ خود اپنی ذات کو یا دوسروں کو اوس کے حسب حال عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس بیان ہی سے عمل ترغیب کا غیر استدلالی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے اساسی اعتقادات و خواہشات ہی ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے رد یا قبول کا انحصار منطق اور استدلال پر نہیں بلکہ تشفی جذبات کی صلاحیت پر ہوتا ہے، ہمارے اعتقادات اور خواہشات دلیل کے بعد قائم نہیں ہوتے بلکہ جماعات کے اثر سے وجود میں آتے ہیں جو اعتقادات ہم اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ ہماری نظروں میں بھی صحیح معلوم ہوتے ہیں اور جن کو ہمارے ہمسایہ غلط خیال کرتے ہیں، وہ ہم کو بھی غلط معلوم ہوتے ہیں، ذرا سے غور سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ہمارے معتقدات اور اساسی خواہشات کی تشکیل میں حصہ لینے والی اور اون کے رد یا قبول کا فتویٰ دینے والی مذکورہ ذیل مؤثرات ہیں:۔ ہمارے الہامات فطری قومیت، تعلیم، کتب و اخبارات کا اثر ہمارے گرد و پیش رہنے والے افراد مثلاً دوستوں یا ہمسایوں کی صحبت کے اثرات وغیرہ یہی قوتیں ہیں جو ہمارے دماغ میں کسی عقیدہ کے جاگزیں ہونے کی محرک ہوتی ہیں لیکن ہم ان کے اثر سے ناواقف ہوتے ہیں اور یہی فرض کرلیتے ہیں کہ اس کی بنا کسی نہ کسی عقلی منطق پر ہے کسی عقیدہ کے دماغ میں قایم ہوجانے کے بعد اوس کے حسب حال جو کچھ عمل ترغیب ہوتا ہے وہ بھی کم و بیش غیر عقلی و غیر استدلالی ہوتا ہے، اس جذبی عمل سے مجبور ہوکر قطعاً لاعلمی کی حالت میں ہم فیصلہ قایم کرتے ہیں جو اگر معینہ نتائج تک ہم کو لیجائیں تو فبہا ورنہ ترک کردیئے جاتے ہیں، اس طرح من مانے فیصلے صادر کرکے اور اون کو صحیح تسلیم کرکے ہم بالآخر اپنے قبل از قبل مقررہ نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں ظاہر ہے کہ ان سب فیصلوں کی بنیاد بجائے استدلال و

منطق کے ہمارے الہامات فطری۔ جذبات جبلی رجحانات اور وجدانات پر ہوتی ہے،

مذکورۂ بالا حقیقت سمجھنے کے بعد مقام تعجب ہوگا اگر اکثر افراد سرے سے عمل ترغیب ہی کی طرف سے بدظن ہوجائیں اور دعویٰ کریں کہ جب عمل ترغیب اِن حالات کے ماتحت ہوتا ہے تو پھر اوس کا صحیح استعمال خارج از امکان ہے کم از کم وہ حضرات جو ہر فعل میں منطق اور استدلال کی جستجو کرتے ہیں اور اپنے کسی گفتار و کردار میں جذبات کا شائبہ تک نہیں آنے دیتے ضرور خیال کرینگے کہ ترغیب سرے ہی سے نادرست ہے اسلئے کہ اس کی بنیاد ہی جذبات پر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کہ الفاظ "غیر عقلی" اور "غیر استدلالی" عدم عقل اور عدم استدلال کے مرادف نہیں ہیں جب تم کسی عمل کے لیئے غیر عقلی کا لفظ استعمال کرو تو اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عمل عقل کا ضد ہو یاد رہے کہ ہمارے اکثر غیر عقلی افعال جس انجام تک ہم کو پہونچاتے ہیں وہ بہ نسبت جہالت کے عقل کے زیادہ قرین ہوتے ہیں، مثالوں سے اِس بحث کو یوں سمجھو کہ زمانۂ سلف کے اعتقادات و مسلمات کو ذاتی تجسس و تفحص کے بغیر صحیح فرض کرلینا ایک غیر عقلی فعل ہے، لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ یہ معتقدات خواہ مخواہ جہالت اور بے وقوفی پر مبنی ہوں، اِسی طرح جب اثر پذیری کی بدولت بغیر ذاتی استدلال و ثبوت کے ہم دوسروں کے نقطۂ خیال کے حامی ہوجاتے ہیں تو اوس صورت میں ہمارا ایسا کرنا غیر عقلی عمل ضرور ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ یہ نقطۂ خیال لازماً منافی عقل بھی ہے، دوسری ضروری بات یہ ہے کہ کسی عمل کا جذبی ہونا بھی اوس کے خلاف عقل ہونے کو مستلزم نہیں ہے کیا ہمارے الہامات فطری اور جبلی رجحانات ہم کو بسا اوقات جادۂ عقل پر نہیں لیجاتے، اور صیانت حیات انفرادی و ملّی میں ہمارے معاون نہیں ہوتے معاملات انسانی سے بحث کرتے وقت فطری الہامات اور رجحانات کو نظر انداز کردینا خلاف عقل ہے حیات انسانی کے کسی شعبہ کو لو تم کو معلوم ہوجائے گا کہ اوس منطقی شخص کی ترغیبات جو جذبات اور وجدانات کو بالکل نظر انداز کردیتا ہے

یقیناً بیکار ہونگی ایسے ہی لوگون کی شان مین یہ شعر صادق آتا ہی،

پائے استدلالیان چوبین بود   پائے چوبین سخت بے تمکین بود

آجکل فلسفہ جس رُخ پر ہم کو لیئے جارہا ہے وہ یہ ہے کہ صرف افلاطون اور ارسطو کے قائم کردہ اُصول منطق پر دنیا کے کاروبار نہین چلائے جا سکتے محض عقل واستدلال ہی سے دُنیا مین کوئی عقلمندی کا کام نہین ہوا کرتا مسٹر نیومن گد مشہور مصنف علم لاقتدار (Science of Power) لکھتے ہین "دورِ نو کی سب سے بڑی تحقیقات یہ ہے کہ تہذیب و تمدن کا دارومدار جذبات پر ہے نہ کہ عقل واستدلال پر، روزانہ یہی دیکھنے مین آتا ہے کہ عوام الناس کو کسی رائے کا مؤید بنانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اون کے مشترکہ جذبات سے اپیل کی جائے اور ان جذبات کو استدلال کی وساطت سے اوس رائے کے موافق کردیا جائے آپ دیکھین گے کہ عنقریب تمام سلطنتین اسی طریقہ سے اپنے منشار کے موافق تبلیغ واشاعت کا کام انجام دینگی، جن دلائل کی بنا پر افعال انسانی مین عقل واستدلال کی غیر معمولی اہمیت ثابت کیجاتی تھی اون کی آج کافی طور پر تغلیط ہو چکی ہے، ہر تمدن کا آغاز جذبہ ہی سے ہوتا ہے، جذبہ ہی کی بدولت اوس تمدن کی بقا رہے اور جذبات ہی اوس کے ارتقا کا باعث ہوتے ہین،، اسی مفہوم کو اقبال اس انداز سے پیش کرتا ہی،

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل   لیکن کبھی کبھی اِسے تنہا بھی چھوڑ دے

صحیح ترغیب کیلئے جذبات کا صحیح استعمال پہلی شرط ہے

عمل ترغیب کے متعلق جو غلط فہمی عام طور پر پائی جاتی ہی اوس کا تو ایک حد تک ازالہ ہوچکا، اور ہم نے دیکھ لیا کہ جذبات پر اس کا انحصار یا اس کا غیر عقلی ہونا ہمین ترغیب کے طریقون مین صحت کی طرف سے نا امید نہین کرسکتا، چونکہ ترغیب تمام و کمال جذبات ہی پر منحصر ہے لہذا اس کے صحیح استعمال کی شرطِ اولین یہ ہے کہ ہم اپنے جذبات مین تمیز کرنا سیکھین اور وقتاً فوقتاً ان کا جائزہ لیتے رہین یہی ایک ایسا طریقہ ہے کہ جس سے کہ ہم ایک بڑی

حدتک باطل ترغیبات سے محفوظ رہ سکتے ہین اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہمارے جذبات اور لمعات
فطری ہماری ترغیبات پر حاوی ہوجائینگے اور ہم بآسانی غلط استنباطات، ناقص فیصلات، اور
فریب دہ تخیلات کے پھندے مین گرفتار ہوجائینگے، کیونکہ ان سب کی اصلی محرک جذبی تحریک
ہی ہوا کرتی ہی، افعال انسانی مین جذبات کی جو کچھ اہمیت ہی وہ اظہر من الشمس ہی اور یہ بھی ظاہر ہے
کہ سب جذبات قابل تعریف اور مستحسن نہین ہین انا کے متعلق جتنے جذبات ہین اون مین کوئی نہ کوئی پہلو
قابل اعتراض ضرور پایا جاتا ہی، لیکن اون مین بھی کچھ جذبات ایسے ہوتے ہین جن کی بالواسطہ یا براہ
راست تحریک اعلیٰ درجہ کے افعال کا سرچشمہ ہوتی ہے، اسی طرح سے دوسرون کے متعلق جتنے جذبات
ہوتے ہین اور جنھین مدنی جذبات کہا جاسکتا ہے وہ بھی بڑی حدتک مستحسن ہوتے ہین مگر اون سے
بھی قبیح اور قابل اعتراض نتائج ظہور پذیر ہوسکتے ہین، قابل تعریف جذبات صرف وہی ہوسکتے
ہین جو کسی خاص وصف سے متصف، ہمارے نفس کے قابو مین ہون اور صحیح طور پہ مستعمل ہون، ان
مستحسن جذبات کی صف اولین مین جن جذبات کو جگہ دی جاسکتی ہے وہ وہی ہین جنھین ہم اوپر عمرانی
یا مدنی جذبات کہہ چکے ہین اور جن کا انحصار کم و بیش دیگر افراد انسانی کے ساتھ تعلقات اور
شرکت عمل پر ہے،

نفسیات جدیدہ مین جہان وظائف نفسی کے متعلق اور بہت سے انکشافات ہوئے
ہین وہان ایک سب سے ضروری تحقیق یہ ہے کہ شعور کی تین حالتین تسلیم کی گئی ہین، سب سے پہلی
حالت کو نفس کی شعوری حالت کہا جاسکتا ہے جو معمولاً و طبعاً ہر صحیح دماغ و الے شخص مین اس کے
اوقات بیداری مین پائی جاتی ہے، مثلاً سامنے والی میز کا ورک آنے جانے والون کی طرف میری توجہ کا
منعطف ہوجانا یہ سب میرے نفس کی شعوری حالت کو مستلزم ہین، دوسری حالت وہ ہوتی ہی جبکہ
کوئی چیز براہ راست میرے شعور مین نہین ہوتی لیکن حافظہ تلازم خیالات تخیل وغیرہ کی وساطت سے

وہ بھی شعور میں آسکتی ہے، مثلاً میں تحریر میں بہت منہمک ہوں لیکن جب کوئی شخص مدرسہ کا نام لیتا ہے تو میرے دماغ میں مدرسہ سے متعلق کچھ خیالات گذرنے لگتے ہیں اور کچھ واقعات یاد آجاتے ہیں، نفس کی اس حالت کو عام طور پر نیم شعوری حالت کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو ہمارے دماغ کی سب سے نیچی تہوں میں مخفی رہتی ہیں اور اون کو شعور کی سطح پر لانے کے لیئے بہت کچھ جد وجہد کرنا پڑتی ہے، اِن واقعات کے متعلق ہمارے نفس کی حالت کو غیر شعوری یا لاشعوری حالت کہا جا سکتا ہے،

اِس قدر تمہیدی بحث کے بعد یہ سمجھنا چاہیئے کہ اون جذبات سے قطع نظر کر کے جو نفس کی شعوری حالت سے تعلق رکھتے ہیں، ہماری جذبی زندگی کے دیگر عناصر زیادہ تر نفس کی لاشعوری حالتیں موجود ہوتے ہیں یا یوں کہو کہ ہماری معمولی اور طبعی زندگی کی تہ میں چھپے رہتے ہیں، ظاہری حُسن اخلاق، ہمدردی، اور محبت کے خوشنما پردے کے پیچھے ہر انسان کے نفس میں محبت و عداوت، حُب اقتدار، خوف وشک، غصہ وانتقام، کے جذبات بھی ابتدائی مدارج میں پائے جاتے ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سی بسیط تحریکات اور دبی ہوئی خواہشات بھی موجود ہوتی ہیں، جو ارتقائے انسانی کے مختلف مدارج میں بجنسہ موجود رہی ہیں اور ہم میں بطور گذشتہ نسلوں کی یادگار کے باقی ہیں، یہ سب کی سب ناقابلِ ادراک طور پر اپنا عمل کرتی رہتی ہیں، فطرت انسانی کی اِس پوشیدہ زندگی کے وجود کو ماننا اور نفس کی لاشعوری حالت کا جو اثر ہماری ادنیٰ سی ادنیٰ ترغیبات پر پڑتا ہے اوسے تسلیم کرنا ہمارے لیئے بہت ضروری ہی، باطل ترغیبات کی مختلف اشکال، تہدید افراد، و ترغیبات اجتماعی کے مُضر اثرات جن سے گذشتہ صفحات میں بحث کی جا چکی ہے اِن سب کا اصلی مخرج یہی تحت الشعور تحریکات وجذبات ہیں،

ہم ابھی کہہ چکے ہیں کہ باطل ترغیبات (اجتماعی وانفرادی) خودفریبی، مکائدِ نفس وغیرہ کا

اصلی ماخذ ہماری غیر شعوری خواہشات اور جذبات ہوتے ہین، اس کی وجہ ان تحریکات کے چند خصائص ہین مثلاً سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حُبّ اقتدار اوس کا زبردست ترین خاصہ ہے جو کسی نہ کسی صورت مین انسان کو اپنے اقتدار کے اظہار اور اوعا پر ابھارتا ہے، اگر ایک طرف بڑی بڑی جماعتون مین یہی خاصہ بقائے اقتدار کے بہت کچھ سامان کرتا ہے اور بعض اوقات بڑی بڑی خونریزیاں اس کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہین تو دوسری صورت مین یہ بالکل معصوم طور پر جملون حرکات و سکنات، اشارون مین ظاہر ہوتا ہے، مقصود بہرحال وہی ہوتا ہے یعنی اپنے اقتدار کا دوسرون پر اظہار، تمہارا بے تکلف دوست جب تمہارے کندھے پر ہاتھ مار کر نہایت صاف دلی سے تم سے سوال کرتا ہے کہ "کہو جی! اچھے تو ہو!" تو خود اس کو اور تم کو یہ اندازہ نہین ہوتا کہ ان پانچ الفاظ مین اقتدار و تفوق کی جھلک نظر آتی ہے لیکن ایک تجربہ کار نفسیات کا ماہر تمھین بتائیگا کہ ان لفاظ مین اوس کی غیر شعوری خواہش فوقیت و اقتدار اپنا اظہار کر رہی ہے،

دوسری خصوصیت ان غیر شعوری تحریکات کی یہ ہوتی ہے کہ اونکا رجحان زیادہ تر غیر معاشرتی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہماری باطل ترغیبات جو زیادہ تر ہماری غیر شعوری، دبی ہوئی خواہشات کا نتیجہ ہوتی ہین خفیہ طور پر کام کرتی رہتی ہین اور اپنی تشفی کے لیے خفیہ ذرائع تہدید و حصول انتقام ناجائز کو کام مین لاتی ہین، جب کبھی حالت بیداری یا خواب مین ہمارے متخیلہ کی خودسرانہ پرواز نفس کی لاشعوری حالت مین ہم کو عرش بالا پر پہونچا دیتی ہے، ہم اس خیالی دنیا کے بطل اعظم اور دوسرے ہمارے محکوم ہوتے ہین تو اوس وقت غیر شعوری تحریکات کا یہ رجحان غیر مدنی اور غیر معاشرتی نہین تو اور کیا ہے، اس کے غیر مدنی ہونے کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوگا کہ ہم کبھی ان خیالات کا دوسرون کی موجودگی مین اظہار نہین کرتے، اسی طرح جب ہم ان مخفی خواہشات کی تحریک سے مجبور ہو کر اپنے خود غرضانہ جذبات مثلاً عیش پسندی، حصول مراعات خصوصی، اقتدار یا ثروت

کی تشفی کی کوشش کرتے ہیں تو ہم فطرۃً ایسے وسائل سے کام لیتے ہیں جو ہماری اصلی خواہشات کو دوسروں پر اور خود ہمارے شعور کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیں غیر شعوری تحریکات کے مخالف تمدن و معاشرت ہونے کا یہ دوسرا ثبوت ہے،

جن حضرات کو نفسیات جدیدہ کی ایک اہم شاخ نفسی مرضیات Psycho-Pathology کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں ہے اون کو شاید یہ سنکر تعجب ہو کہ اِن غیر شعوری رجحانات کی اِصلاح اور اِن کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی بھی تدبیرین ہوسکتی ہین زمانۂ حال مین اختلال نفسی کا جو علاج بذریعۂ نفسی تحلیل (Psycho-Analysis) کیا جاتا ہے اوس سے پتہ چلتا ہے کہ اختلال نفسی کی سب سے بڑی علت یہ ہے کہ مریض خارجی یا ذہنی اثرات کی وجہ سے اِس پر مجبور ہوتا ہے کہ اپنے پُرزور مگر ناقابل تشفی جذبات و خواہشات کو بجز اپنے شعور سے ہٹا کر شعور خفی مین لے آئے، تم نے اکثر ایسے پاگلون کو دیکھا ہوگا جو سر پر سرکنڈے کا تاج پہنے ہاتھ مین لکڑی لیئے بڑے رُعب و داب کے ساتھ بازارون مین پھرتے ہین اور اپنے آپ کو بادشاہِ وقت سمجھتے ہین تحلیل نفسی کے ذریعہ سے اگر تم اس شخص کی کیفیات نفسی کا مطالعہ کرو تو شاید تم کو معلوم ہو کہ اِس شخص کے جذبات حکومت پسندی، حُب ثروت وغیرہ بہت کچھ پُرزور تھے مگر خارجی حالات مثلاً نامساعدت روزگار یا ذہنی اثرات مثلاً ذاتی ناقابلیت کے احساس نے اِن جذبات کے بجز خار کے آگے ایک دیوار کھڑی کردی گویا کہ یہ جذبات اِس شخص مین شعوری نہ رہے لیکن قطعاً فنا بھی نہین ہوئے اور غیر شعوری بن گئے اِس جبریہ انسداد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان جذبات کا اثر پہلے سے بھی زیادہ پُرزور ہوگیا، خود یہ جذبات مسدود ہوئے تھے لیکن اپنی رَو مین اس کی شخصیت و شعور کو بھی فنا کرتے گئے اور یہ آدمی پاگل ہوگیا، ایسا ہونا اس کے جذبات کی تشفی کے لیئے زیادہ مُفید ہے، کیونکہ یہ شخص خیالی دنیا مین بادشاہ بنا بیٹھا ہے،

اور اچھی طرح اپنے مخفی جذبات کی تشفی کرتا ہے،

تم شاید یہ اعتراض کرو کہ دنیا مین ہر فرد اِس پر مجبور ہوتا ہے کہ اپنی خواہشات کا منھ مارے اور نفس کُشی کرے پھر ہر شخص پاگل کیون نہین ہوجاتا؟ بات یہ ہے کہ کسی ناخوشگوار سلسلۂ خیالات کو شعور سے دور کرنا تو معمولاً اور طبعًا ہوتا ہی رہتا ہے، مثلاً غم غلط کرنا لیکن بعض صورتون مین یہ ہوتا ہے کہ صرف یہ ناخوشگوار سلسلۂ خیالات ہی کل وجز مفقود نہین ہوجاتا بلکہ اپنے ساتھ مریض کے شعور سے دیگر تجربات کو بھی حذف کردیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی شخصیت جو ابتک ایک منتظم اور مرکب حالت مین تھی منتشر ہوجاتی ہے، شدّت غم سے پاگل ہوجانا اِسی کی مثال ہے، دوران جنگ مین شیل شاک (گولون سے پھٹنے کا دھماکہ) سے یہی کیفیت رونما ہوتی تھی، لیکن اِن سب باتون کے باوجود یہ کبھی نہین ہوتا کہ شخصیت تمام وکمال منتشر وفنا ہوجائے، تجربات نفسی کا بیشتر حصہ غیر شعوری حالت مین موجود رہتا ہے اور مناسب ذرائع سے اِس کا احیا ہوسکتا ہے، علاج کا طریقہ یہ ہے کہ مریض سے اوس کی تکالیف وشکایات کا بیان کرایا جاتا ہے تاکہ حذف شدہ تجربات نفسی (جو اصل باعثِ اختلال ہین) زندہ ہوسکین، جن تلازمات سے اوس کے جنون کو شہ ہوتی ہو اون کو بغور دریافت کیا جاتا ہے، جب مسدود خیالات اور حذف شدہ تجربات نفسی (جو مریض مین ہیجان پیدا کرتے تھے) اوس پہ ظاہر کردیئے جائینگے اور وہ اون سے واقف ہوکر اپنے خلل دماغ اور اون کے درمیان کوئی رشتہ عِلّت ومعلول دریافت کرسکے گا تو فوراً اوس کی حالت درست ہوجائے گی،

غیر شعوری تحریکات کے متعلق جو کچھ لکھا گیا بہت کچھ تشنہ ہے[1] اِس سے زیادہ مکمل

---

[1] اُردو مین آجتک کوئی کتاب نفسیات جدیدہ کے اِس شعبہ تجزیۂ نفسی کے متعلق نہین لکھی گئی، انگریزی دان حضرات جن کو اِن امور مین دلچسپی ہو، کتب ذیل کو بہت کچھ مفید ومکمل اور دلچسپ پائینگے، (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ پر)

بحث موجودکتاب کی حدنظر سے باہر ہے اِس موقع پر اِس کے بیان کرنے کی ضرورت یون محسوس ہوئی کہ اِس طریقۂ علاج کی اہمیت باطل ترغیبات کی صحت اور اون کے علاج مین دریافت ہوجائے نفسیات جدیدہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اختلال نفسی کا سہل علاج یہ ہے کہ غیر شعوری باتونکو شعور مین لے آیا جائے اِسی طرح سے عمل ترغیب مین باطل ترغیبات، خود فریبی وغیرہ سے بچنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہم بلا خوف وشرم اپنے اندرونی تحریکات کا اچھی طرح جائزہ لین، اون کی تجزیی تحلیل کرین اور بالآخر اون کے حسن یا قبح کو شعور کے سامنے بلاکم وکاست پیش کردین، اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم کو معلوم ہوگا کہ ہماری ترغیب کی محرک بہت سی غیر شعوری خواہشات تھین جو اپنی خود غرضی اقتدار پسندی اور دیگر عیوب کی وجہ سے دوسرون کے سامنے تو کیا خود ہمارے نفس کے سامنے بھی ظاہر نہین ہوسکتی تھین اور ہم ان کو قبول کرتے ہوئے شرماتے تھے مخفی خواہشات کو اپنے نفس کے سامنے لے آنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم اون کو دنیا اور اِس کے دیگر تعلقات کے ساتھ وابستہ کرنا چاہتے ہین اور اس طرح اون کی ایک بڑی خصوصیت (یعنی اون کا خلاف معاشرت اور خودغرضانہ ہونا) جاتی رہتی ہے، اعمال صحیحہ اور صحت نفس برقرار رکھنے کی ایک بڑی ترکیب یہ ہے کہ اپنی ہر بات کو کل دنیا کے متعدد نقطۂ خیال سے دیکھا جائے، کِس قدر مقام شکر ہے کہ ضروریاتِ زندگی ہمین کسب معاش پر مجبور کرتی رہتی ہین اور اِس طرح سے جو تعلقات دوسرے افراد کے ساتھ ہوجاتے ہین اور خود اپنی زندگی مین اون کے وجود کی جو کچھ اہمیّت ظاہر ہوتی ہے وہ ہم کو دوسرون کے حقوق سے بھی اطلاع کردیتی ہے اور ہم بہت سی غیر شعوری

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) 1 Green Phychunalysis in the Class room 2. Freud: Interpretion of Dreams. 3 - Freud: Psychopathology of every day life. 4 - Jung Psychounalytic method

اور خود غرضانہ تحریکات کی کورانہ تقلید سے باز رہتے ہین لیکن پھربھی غیر شعوری تحریکات کبھی کبھی ہم سے
اپنے حسب حال عمل کرا چھوڑتی ہین خود غرضانہ جذبات کی تشفی اور مخفی خواہشات کی تکمیل کے لیئے ہم ایک
ترکیب سوچتے ہین اور اسی پر عمل کرتے ہین، اپنے ضمیر کی مخالف آواز کو بند کرنے یا دوسرون کی نظرون
مین اپنے افعال کو بجا ثابت کرنے کے لیئے ہم جھوٹی دلیلون کی ایک عمارت کھڑی کرتے ہین اور دنیا پر
یہ ظاہر کرتے ہین کہ ہمارے افعال خود غرضانہ نہین ہین بلکہ نیک نیتی، ایثار، اور مفاد عامہ پر مبنی ہین،
نفس انسانی کی یہ کارروائیان عام ہین ان کو مستثنیات مین داخل نہین کیا جا سکتا اِس عالمگیر مرض
کا علاج یہی ہے کہ نفس کی جملہ ابلہ فریبیون، مخفی خواہشات وغیرہ کو نفس کے سامنے لے آیا جائے
اور اس طرح انکا اظہار کر دیا جائے،

حاصل کلام یہ کہ ترغیب کی ابلہ فریبیون سے بچنے کے لیئے وقتاً فوقتاً اپنے غیر شعوری
جذبات کا جائزہ لیتے رہو اور پردۂ اخفا سے نکالکر اون کو شعور کے سامنے لے آؤ تاکہ اون کو اصلی رنگ
مین دیکھکر تمھاری آنکھین کھُلین اور تم اون کے فریب مین نہ آجاؤ، اگر ایسا کیا جائے تو تمھارا جادۂ حق سے
منحرف ہونا ناممکن ہوگا، مختلف جذبات مین تمیز کرنا اون کے حُسن و قبح کو دیکھنا، نفسانی و بہیمانہ خواہشات
اور معاشرتی اور مدنی تاثرات مین حد فاصل قایم کرنا یہ صحیح ترغیب کی شرط اولین ہے اِسی کو بالفاظ
دیگر یون سمجھو کہ ترغیب کا صحیح استعمال ہمارے ترجیحی اور اخلاقی فیصلون پر منحصر ہے، یعنی پہلے کسی شے
کی اصلی اہمیت کا اندازہ لگانا اور پھر اخلاقی نقطۂ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ صادر کرنا، جسطرح
غیر شعوری تحریکات زیادہ تر اعمال اسفل کی محرک ہوتی ہین اوس طرح سے جذبی رجحانات کو اپنے
قابو مین رکھنا، اون کی کورانہ تقلید نہ کرنا اور قوت تمیزی سے کام لیکر اچھے اور بُرے مین تمیز
کرنا اعمالِ صالح کا باعث ہوتا ہے، فطری تحریکات پر قابو وہی شخص پا سکتا ہے جس کے دماغ مین
انا یا ذات کے متعلق صحیح اوصاف تصورات موجود ہون ہر اخلاقی فعل کے لیئے شعور ذات لازم ہے

اور اخلاقی فیصلون کا وجود بھی ضروری ہے،

ترغیب کی صحت کا اخلاقی معیار | یہ تو ہر شخص تسلیم کریگا کہ اخلاقی فیصلون کی اساس وجدانات ہین

جب کبھی کوئی شخص کوئی اعلیٰ درجہ کا اخلاقی کام کرنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ اِس فعل کی تحریک کرنے والا کوئی نہ کوئی وجدان اوس مین اپنا عمل کر رہا ہو، حُبُّ الوطنی، محبت، ہمدردی، اِن وجدانات پر جن اخلاقی فیصلون کی بنیاد رکھی جاتی ہو اونہین ہر شخص جانتا ہے۔ اب بحث طلب امر یہ ہو کہ وہ کون سے وجدانات ہین جن سے ہمارے اخلاقی فیصلے وجود مین آتے ہین اِس کا جواب دینے سے قبل ہم کو یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ وجدانات کی دو قسمین ہوتی ہین، وجدانات عینی اور وجدانات مجرد، وجدانات عینی وہ ہین جنکی محرک کوئی شئے یا اشیاء موجودہ ماحول ہوتی ہین، مثلاً خوشنما پھولون سے محبت، چھوٹے بچون سے من حیث العام یا کسی خاص شخص سے محبت وغیرہ، برخلاف اس کے وجدانات مجرد وہ ہوتے ہین جن کی تحریک دینے والی اشیا نہین بلکہ کوئی صفت یا تجریدی کیفیت ہوتی ہو، مثلاً حق پسندی، عدل پروری، حُسن پرستی (بحیثیت مجموعی) وغیرہ، اخلاقیات مین اِن اضافی اقسام کی اہمیت سے بحث کرتے وقت پروفیسر میکڈوگال اپنی کتاب نفسیاتِ معاشرت مین لکھتے ہین "ایسے اخلاقی فیصلون کا صادر ہونا جو تعمیم رکھتے ہون صرف مجرد وجدانات ہی پر منحصر ہے ورنہ وجدانات عینی جن اخلاقی فیصلون کے محرک ہوتے ہین وہ صرف فیصلہ کنندہ کی ذات تک محدود ہوتے ہین، ونمین تعمیم کا وجود نہین ہوتا اور دوسرون پر صحت کے ساتھ اون پر منطبق نہین کیا جا سکتا، اس قسم کے وجدانات قوت فیصلہ کو ناکارہ کر دیتے ہین.........."

وجدانات کی ہر دو اقسام کے متعلق جو کچھ لکھا گیا اوس سے یہ معلوم ہوگا کہ عینی وجدانات صحیح فیصلون کے صدور مین مانع آتے ہین، چونکہ ان کی حیثیت ایک معنی مین انفرادی اور خود غرضانہ ہوتی ہے اسلیئے یہ بھی باطل ترغیبات کے محرک ہو سکتے ہین، دوسرے باب مین جو مثالین

ترغیب کی ایلہ فریبیوں کی دی گئی ہین اون پر غور کرو تو خود غرضانہ وجدانات کا لگاؤ پاؤگے،

اجتماعی ترغیبات کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اور اون کے جو مُضر اثرات بتائے گئے،

اوس کا باعث بھی یہی یعنی خود غرضانہ وجدانات ہین! ناظرین تم کو شاید اجتماعی کے ساتھ

خود غرضانہ کا استعمال اجتماع ضدین نظر آئے اور تم سوال کرو کہ اجتماعی ترغیب مین خود غرضانہ

وجدانات کو کیا دخل ؟ اگر تم نے تمہید افراد کے طریقون اور ہماری دی ہوئی مثالون پر غور کیا ہے

تو تمھین یہ غلط فہمی باقی نہ رہیگی، ہم یہ نہین کہتے کہ جماعات کے اغراض لازماً خود غرضانہ ہوتے ہین

ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ اگر دس افراد ایک جماعت بنائین جس کا مقصد شخصی یا ذاتی منفعت کے بجائے

عام مفاد ہو تو یقیناً جو نتائج مفیدہ اِس جماعت سے مترتب ہوسکتے ہین، انکو اگر بیس افراد بھی انفرادی

طور پر بے غرضی اور خلوص سے کام کرین تب بھی نہین پیدا کرسکتے مگر یہ کس صورت مین ؟ جب جماعت کا

مقصد نفع ذاتی یا شخصی نہین بلکہ مفاد عام ہو۔ اس شرط کا ہونا لازمی ہے، شرکت عمل، تعاون، مشترکہ

جد و جہد اِن سب کا اقتضا دیہ ہونا چاہیئے کہ ہمین زندگی کے اعلیٰ مدارج تک لیجائین ،گذشتہ باب

مین جو اعتراضات جماعتون کے رویہ اور اون کے طرز ترغیب پر کئے گئے تھے انکا اطلاق محض اُن

جماعات پر ہوتا تھا جو شرکتِ عمل، کی آڑ مین ذاتی اغراض کی تکمیل کرتی ہین اور اِس طرح سے

با ما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

کی مصداق بنتی ہین، اون جماعات کو کوئی بھی برا نہین کہہ سکتا جو خلوص، صدق اور بیغرضی پر قائم

ہوتی ہین، لوگ کہتے ہین کہ "اچھے جب بگڑتے ہین تو بری طرح بگڑتے ہین" اپنے گرد و پیش نظر ڈالو تو تم کو

اِس جملہ کی صداقت مین شبہہ نہ رہے گا، ایک ذہین لڑکا جب کسی بری صحبت مین داخل ہو جائے

تو بڑا زبردست بدمعاش یا بڑا مشہور چور بن سکتا ہے، اِسی طرح سے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فطرةً

حلیم الطبع اشخاص کو جب غصہ آتا ہی تو انتہا درجہ کا ہوتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کا یہی قانون

جماعت کے مفید و مضر ہونے پر حاوی ہے، اگر کسی جماعت کی اُفتاد اچھی پڑی ہے، اوس کے
مقاصد فی الحقیقت اعلیٰ وارفع ہیں تو اوس کے منبعِ فلاح وبہبود ہونے میں کسکو کلام ہوسکتا ہے؟
لیکن اتنے ہی افراد کی جماعت جب بدقسمتی سے خود غرضانہ مقاصد کی حامی ہوجاتی ہی تو اوس کا حلقۂ
شر بھی اتناہی وسیع ہوجاتا ہے۔

جماعات کی ترغیب سے بحث کرتے وقت ہم نے کہا تھا کہ جب لوگ کسی غرض کی
تکمیل کے لیئے ہمخیال ہوجاتے ہیں تو اثر پذیری کا نتیجہ فنائے شخصیت ہوتا ہے، ذاتی اصابت رائے
تفکر و تدبر سب کچھ رخصت ہوجاتا ہی ہم یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ جب مختلف جماعتیں ایک دوسرے
کے مقابلہ میں حُبِ اتفاق کے لیئے صف آرا ہوتی ہیں تو اون میں باہمی منافقات رُونما ہوتے ہیں
اور ایک جماعت کا فرد دوسری جماعت کے افراد یا اپنے سے مختلف خیال والے افراد کو اپنا
دشمن خیال کرنے لگتا ہے، جس جماعت میں یہ سب باتیں پائی جائیں وہان اگرچہ سب ساتھ ملکر
کام کرتے ہیں لیکن پھر بھی حقیقی معنون میں شرکتِ عمل کا فقدان ہی، اوس جماعت کا شیرازہ
اس وجہ سے بندھا رہتا ہے کہ ہر شخص کے ذاتی منافع، مراعات، حقوق وغیرہ کا خیال اُسکو
جماعت کی شرکت پر مجبور کرتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ ایسی جماعت کو جماعت کہنا ہی نہین چاہیئے،
ہان ایسے افراد کا مجموعہ البتہ کہہ سکتے ہو جن مین سے ہر ایک ذاتی منفعت کے لیئے جد وجہد کرر ہا ہو؛
افراد کا یہ مجموعہ جماعت سے وہی نسبت رکھتا ہے جو اینٹون اور لکڑیون کا انبار مکان سے یا ہجوم
اشجار باغ سے یعنی ماہیت وہی ہے، لیکن ترتیب نیک نیتی، خلوص (جو جماعت کے حقیقی مفہوم
مین داخل ہین) سرے سے غائب ہوتے ہین، اور اصلی تعاون کی بجائے بڑے پیمانے پر انفرادیت
نظر آتی ہے،

شرکت عمل اور اتحاد باہمی کا تصور جس طرح ہمارے دماغ مین خوش آیند خیالات پیدا

کر سکتا ہے اوسی طرح ہیبت ناک تصویرین بھی پیش کرتا ہے، کبھی اِس لفظ کو سنکر ہم کو ایک ایسی جماعت کا خیال آتا ہو جس کے افراد ایثار کا نمونہ ہین اور کبھی ایک ایسے جتھے کا تصور بندھتا ہے جس کے افراد آپس مین محض اِس وجہ سے متحد ہوئے ہین کہ پہلے سے زیادہ ذاتی نفع حاصل کرین اور افراد کو مجبور کرین، غرضکہ اِس اتحاد عمل کو اچھا یا بُرا جامہ پہنانا ہمارے نقطۂ خیال پر منحصر ہے آجکل ہم دیکھتے ہین کہ جماعت یا جماعت بندی کا ذکر استحسان اور تعریف کے الفاظ سے کیا جاتا ہے اور حُسنِ ظن کی شدت جماعت کو ایک خیر کل بنا کر پیش کرتی ہے، موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ ابتک جماعت بندی کا نتیجہ بحیثیت مجموعی کسی طرح قوم کے لیئے مفید نہین کہا جا سکتا، چند خاص جماعتون کو چھوڑکر بقیہ سب جماعتین ہمارے بتائے ہوئے مُضر اثرات سے پاک ہونے کا دعوےٰ نہین کر سکتین،

اگر کوئی جماعت یہ چاہے کہ اوس کو "انفرادیت بہ پیمانہ کثیر کا" ملزم نہ ٹھہرایا جائے اور حُبِ منفعت ذاتی کا جرم اُس پر نہ عائد کیا جائے تو اوسے اِس امر کی ضرورت ہو کہ وسیع النظری اور ایثار کو اپنا معیار بنائے، زمانہ کی روش کا اقتضا یہی ہو، مسٹر ایچ۔ جی ویلس جو ایک مشہور مؤرخ ہونے کے علاوہ ایک زبردست اشتراکی بھی ہین، اپنی تصنیف "جنگ کا اثر مستقبل پر" مین لکھتے ہین کہ "باہم مِل جُلکر خدمت کرنے کا جو زبردست اور روز افزون رجحان آجکل پایا جاتا ہو اوسکی مثال پہلے کبھی نظر نہین آتی، لیکن خدمت کِسکی، اور کیسی؟ میرا خیال ہے کہ مِل جُلکر خدمت کرنے کا عقیدہ اوسی وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب ہم اِس اُصول کو اپنا ہادی بنائین کہ کل افراد انسانی ایک بڑی سلطنت کے رعایا ہین جس کا بادشاہ خدائے بزرگ و برتر ہے اور خدمت خلق ہی خدا کی سب سے بڑی عبادت ہے، ہم کو اپنے اعمال و افعال کا ایک عام معیار مقرر کرنا چاہیئے، جو اپنی عمومیت کے لحاظ سے تمام دنیا پر یکسان حاوی ہو، امیر فقیر سے، شاہ گدا سے، افریقہ کا حبشی انگریز سے

یہ سوال کر سکتے کہ مین اور تم دونون اِس معیار پر کہانتک پورے اُترے ہین، لیکن یہ معیار کیا ہو ؟ دُنیا کو ملک خدا سمجھکر افراد کو اوس کی رعایا خیال کر کے کام کرنا "

ہماری اکثر ترقیبات باطل کیون ہوتی ہین ؟ اکثر بیکار کیون ہوتی ہین ؟ اِس کا جواب ایک لفظ مین ادا ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "تنگ نظری" کی وجہ سے - پھا م ارل گرے آنجہانی نے اپنی کتاب "**معیار عمل**" مین ایک چٹکلہ بتایا ہے، جس کو اگر ہم سمجھ لین تو یقیناً اپنی ترقیبات مین ہم کو ناکامی نہ اُٹھانی پڑے اور نہ باطل ترغیبات ہمارے لیئے پُر فریب ہو سکین، کہتے ہین "ہر کام کے کرتے وقت خواہ اُس کا تعلق خاندان سے ہو یا کُل ملک سے اپنے دل سے سوال کرو کہ جو کام مین کرنے والا ہون اوس کام کو اگر دنیا کا ہر فرد کرے، اور دنیا کے ہر فرد پر اوس کا اثر بھی ہو تو بحیثیت مجموعی یہ کام بنی نوع انسان کو فائدہ بخشے گا یا نقصان پہونچائے گا، اگر تمھارا ضمیر تم سے کہے کہ اِس کام کا نتیجہ عام طور پر مُضر ہوگا، تو اِس کام سے باز رہو، اس کے پاس تک نہ بھٹکو، خواہ ایسا کرنے سے تمھارے خاندان یا ملک کو فی الوقت کسی فائدہ سے محروم کیون نہ رہنا پڑے "

ترغیب کا صحیح استعمال اِسی صورت مین ممکن ہو سکتا ہے جب ترغیب دہندہ کے ذہن مین فطرت اِنسانی کی عظمت اور بنی نوع انسان کی محبت جاگزین ہو، اگر ایسا ہو تو دنیا سے ناجائز انتفاع، کار برآری اور اسی قسم کے دوسرے غیر معاشری افعال یک لخت جاتے رہین، ہمارا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ حتی الوسع ایسی تدبیرین سُوچین جن سے انسانیت کے متعلق مذکورہ بالا اعلیٰ خیالات افراد کے دماغ مین قایم ہو سکین، سب سے پہلی بات جو اِس کے متعلق ذہن مین آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کل افراد انسانی اپنے آپ کو ایک ہی زنجیر کی کڑیان ایک ہی گلدستہ کے پھول خیال کرنے لگین تو پھر دنیا سے خراب افعال بہت ہی کم ہو جائین، جنگون کے اسباب پر غور کرو، اگر انسانیت کی عظمت ہر شخص کے دِل مین موجود ہوتی تو کیا وہ اور اوس کے مُضر اثرات دنیا پر اپنا منحوس

سایہ ڈال سکتے ہیں؟ زمانہ سلف سے لیکر ابتک اگر کوئی قوت، افراد انسانی کی ترغیبات کو غلط راستے پر لگئی ہے تو وہ یہی "ما" و "شما" کا سوال ہے، "ہر شخص اپنے قدحے کی خیر مناتا ہے"، ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو ہر قوم دوسری قوم کو غیر خیال کرتی ہے، اور یہی شے باعث اختلاف ہے، اگر تم چاہتے ہو کہ تمھاری ترغیبات اچھے نتائج پیدا کرین، اور جائز ہون، تو سب سے پہلے تمھارا فرض یہ ہونا چاہئے کہ دوسرون کی زندگی مین دلچسپی لو، کسی فرد کو غیر نہ خیال کرو، اور دوسرون کی ضروریات اور احساسات کا پاس کرو، بقول میر ؎

هر دم قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یان — یہ کارگاہ ساری دوکانِ شیشہ گر ہے

کیا اچھا ہو کہ ہماری موانست و محبت کا حلقہ اثر وسیع ہوتے ہوتے مذکورہ بالا شعر کا مصداق ہو جائے،

تم شاید یہ اعتراض کرو کہ ہم حقیقت سے گذر کر "تصوریت" مین گرفتار ہو گئے ہین اور شاید مختلف اقوام کے اِس عالمگیر اتحاد کو محض ایک خوش آیند خواب خیال کرو! بالاصل اگر ایسا ہونا آسان نہین ہے تو ناممکن بھی نہین ہے، کیا تم نے برسات کے موسم مین کسی قصبہ یا شہر کی طغیانی کی کیفیت کو دیکھا ہے، ہندو، مسلمان، شیعہ، سُنّی، برہمن، شودر، امیر، فقیر، اِن سب کا ایسی صورت مین کیا ردیہ ہوتا ہے؟ کیا ایک دوسرے کا شریک حال نہ تھا؟ انفلوئنزا کی وست برد کے زمانہ مین باہمی ہمدردی کی کیسی لہر دوڑ گئی تھی، میدان جنگ مین ہندی، انگریز، فرانسیسی، افریقی، امریکن، سب کِس طرح ایک دوسرے کی خدمت کرتے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی بھی تکلفات دنیوی، رسم و رواج، اور حفظِ مراتب کا پردہ اُٹھ جاتا ہے اور انسان کو زندگی کے بسیط اور دشوار گذار مراحل طے کرنا پڑتے ہین، اُس وقت ہمدردی، اخوت اور اسی قسم کے مدنی جذبات کا جوش عالمگیر ہوتا ہے، میدان کارزار مین جب دنیا کے بنائے ہوئے اختلافات پیچھے چھوٹ جاتے ہین، اور موت ایک عریان حقیقت بن کر نظرون کے سامنے آتی ہے اوس وقت سب برابر ہو جاتے ہین،

کاندرین رہ فلان ابن فلان چیزے نیست

دنیا مین کسی چیز کا حاصل کرنا اتنا دشوار نہین ہی جتنا وحدت مساعی و مقاصد کا، لاکھ کوشش کرو یہ ممکن ہی نہین کہ مختلف افراد انسانی کسی مقصد کے حصول کے لیے واحد ذریعہ استعمال کرین، اس بارے مین تمھاری ترغیب کامیاب ہو ہی نہین سکتی، وجہ یہ ہے کہ ہر شخص فطرۃً دوسرے سے مختلف ہوتا ہی، یہ اختلافات تو غیر فطری و ذہنی ہین، لیکن خود انسان نے گروہ، قوم، مذہب بنا کر اختلافات مین اور اضافہ کر دیا ہے، حالانکہ عالمگیر اخوت اور رشتۂ اتحاد دراصل منشار قدرت ہے، جب کبھی ہم تکلفات دنیوی اور تعصبات ذاتی کی بنا پر اس منشار کی طرف سے غافل ہو کر ایک دوسرے کے مخالف ہو جاتے ہین، تو قدرت کوئی نہ کوئی صورت ایسی پیدا کرتی ہے کہ اس منشار کی یاد لوگون کے دلون مین تازہ ہو جائے اور وہ خواہ عارضی طور پر ہی کیون نہ سہی،

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند

کے حقیقی مفہوم کو سمجھ لین،

ذہنی اور عقلی اعتبار سے صحیح ترغیبات کا معیار — مذکورہ بالا بحث سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ چونکہ ترغیبات مین اخلاقی فیصلون کا وجود ہوتا ہے لہذا اون کے صحیح یا ناجائز ہونے کا معیار بھی اخلاقی ہونا چاہیے، مطلب یہ کہ جو ترغیبین اخلاقی نقطۂ نگاہ سے پسندیدہ ہون وہ اچھی، اور جو اس معیار سے گری ہوئی ہون وہ بُری خیال کی جائین، یہ تو خیر بحث کا ایک رُخ ہوا مگر مصیبت یہ ہے کہ ہماری ترغیبات مین فیصلے صرف اخلاقی اعتبار ہی سے گرے ہوئے نہین ہوتے بلکہ اون مین ذہنی، منطقی اور عقلی عیوب و اسقام بھی پائے جاتے ہین، باطل ترغیبات مین سوء استدلال کا جو کچھ حصہ ہی اوسے ہم مکائد نفس سے بحث کرتے وقت دیکھ چکے ہین، اخلاقی پہلو سے اگر پُرفریب ترغیبات کو دیکھو تو اون مین یہ عیب نظر آتا ہے کہ یہ خود غرضانہ اور غیر معاشرتی ہوتی ہین، اب اگر ذہنی نقطۂ نگاہ سے دیکھو تو اون کے معائب کچھ اور ہی نظر آتے ہین، مثلاً فطرت انسانی کا غلط اندازہ لگانا

اور قیاسات مین تعصب سے کام لینا، فطرت انسانی کا غلط اندازہ لگانے کی مثال تم کو انتخابات ناجائز اور تہدید کے طریقون مین نظر آئے گی، جو لوگ انسان کو اپنے حصول مقصد کے لیئے آلہ بناتے ہین وہ یہ نہین سوچتے کہ انسان جذبات و تاثرات رکھتا ہے، مشین کی طرح بےحس نہین ہے، اپنے مطلب کے لیئے اس طرح افراد انسانی کا میکانی استعمال فطرت انسانی کا غلط اندازہ لگانا نہین تو اور کیا ہے، ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ بیجان اشیاء کی طرح انسان پر تجربات کرنا اور اس سے مشینون کی طرح ہمہ وقت اپنے حسب خواہش افعال سرزد کرانا ناممکن ہے، بیجان اشیاء کی تحقیق و تفتیش مین ہر تجربہ کا امکان ہے اور ان تجربات کی بناء پر عام کلیہ کا استقرا کیا جا سکتا ہے، مگر انسان کے طرز عمل کے متعلق اول تو تجربات ہی بہت دشوار ہین، کیونکہ تجربات خاص خاص شرائط کی موجودگی چاہتے ہین مگر انسان کے خیالات، جذبات، خواہشات، افعال یہ ہر لحظہ بدلتے رہتے ہین اگر بفرض محال تجربات ممکن بھی ہون تو اون کی بناء پر جو اصول قایم کئے جاتے ہین وہ مخصوص و محدود الاطلاق ہوتے ہین اون مین تعمیم نہین ہوتی، فطرت انسانی کی تہ مین ہر وقت کوئی ایسا ناقابل تشخیص جوہر عمل کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے قطعیت کے ساتھ انسانی افعال کے متعلق حکم نہین لگایا جا سکتا، پانی پر متعدد تجربات کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ کا استقصا کر سکتے ہین کہ جب کبھی دو مقدار ہائیڈروجن ایک مقدار آکسیجن سے ملے گی، تو دو مقدار پانی بنے گا، لیکن کسی بچہ کو پریون کی کہانیون مین منہمک دیکھ کر تم قطعی طور پر یہ حکم نہین لگا سکتے کہ جب کبھی پریون کی کہانیان بیان کیجائینگی بچہ منہمک ہوگا اپنے اس کلیہ کے متعدد استثنار تم کو نظر آئینگے۔ پس ترغیبات باطل کی بدولت دوسرون سے اپنی مرضی کے مطابق کام کرانیکی کوشش کرنا اونکا آلہ کے طور پر استعمال کرنا یہ بہت بڑی غلطی ہے، اور ترغیب کا بہت بڑا نقص ہے۔

غرضکہ ذہنی اعتبار سے دیکھو یا اخلاقی اعتبار سے باطل ترغیبات سے بچنے اور صحیح طور پر اوسے استعمال کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ انسانی شخصیت کا صحیح اندازہ لگایا جائے انفرادی اعتبار سے

جو فرق مختلف انسانون مین ہے اوس کا لحاظ رکھا جائے، اور اِس بات کو ذہن نشین کر لیا جائے کہ مختلف انسان ایک ہی قسم کے مؤثرات سے مختلف طور پہ متاثر ہوتے ہین، اِسی کو دوسرے الفاظ مین یون کہو کہ ہماری جملہ ترغیبات کی بنا مدنی اور معاشرتی، جذبات اور وجدانات پر ہونا چاہیئے، نہ کہ ذاتی اور خود غرضانہ تأثرات پر، ہماری اجتماعی مساعی کی رُوح و رُوان یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ "قومی مفاد کے لئے شرکتِ عمل اور تعاون ناگزیر ہے" لیکن کن معنون مین؟ زمانہ موجودہ مین قومی خدمت کی ضرورت پر اِس قدر زور دیا جا رہا ہے اور اہل اور نااہل افراد اِس قدر شد و مد سے اِس پر اظہار خیال کر رہے ہین کہ "اندیشہ ہے کہ کہین قومی خدمت کا مفہوم ہی سرے سے غلط نہ سمجھا جائے" تنگ خیال مُبلغین اور متعصب قائدین کی تلقین کا ایک اثر یہ ہوا ہے کہ لوگون نے قومی خدمت سے یہ مراد لینا شروع کر دیا ہے کہ "ہمارا فرض ہے کہ ہر شخص کے معاملات سے متعارض ہون خواہ وہ غلط راستے پر ہو یا صحیح طریقہ پر، ہماری نصیحت کا محتاج ہو یا اوس سے بے نیاز" افسوس ہے کہ ہندوستان مین اکثر قومی یا سیاسی جماعتون کے رضا کار اِسی طریقہ پر کاربند ہین، اِس مین شک نہین کہ اون کا یہ طرز عمل اون کے ایثار قومی کا ثبوت ہے، لیکن اخلاقیات نے ایثار کی بھی کچھ حدود مقرر کر دی ہین، اگر ہم غور و خوض سے کام لین تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم مین کا ہر ایک فرد اپنی علیحدہ دنیائے خیالات مین رہتا ہے اور یہ کہ دوسرون کے حالات اور صورتِ واقعات سے کما حقہٗ واقف ہونا تو درکنار ہم خود اپنے خیالات کا اندازہ غلط لگا جاتے ہین، اتنا سمجھ لینے کے بعد ہم غیر ضروری تعارض سے باز رہینگے، قومی خدمت کی حُدود لامتناہی نہین ہین، اِس مین ہر شخص کا حصہ مقرر ہے، اصلی معنون مین قومی خدمت وہی ہو سکتی ہے جب بلاکسی تجسس و تفتیش کے ہمارے سامنے خدمت کے مواقع آئین، اپنی شاہراہِ عمل سے منحرف ہو کر دوسرون کی راہ کی تاک لگانا قومی خدمت کا حقیقی مفہوم ادا نہین کرتا،

ترغیب کا صحیح استعمال منطقی نقطۂ نگاہ سے۔ **اخلاقی اور عقلی** اعتبار سے صحیح ترغیب کا معیار تو ہم دیکھ چکے

اب منطقی نظر سے اوسے دیکھنا باقی ہے یا د ہوگا کہ دوسرے باب مین ہم یہ ثابت کر چکے ہین کہ باطل ترغیبات مین استدلال یا کم از کم استدلال نما بحث پائی جاتی ہے، جب ہم کسی صورتِ حالات کو اپنے ذاتی تاثرات اور مفاد کی روشنی مین دیکھتے ہین یا اوس کا اندازہ کم وبیش ذاتیات سے کرتے ہین تو اُس صورت مین اپنے اس عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ہم کسی نہ کسی استدلال سے ضرور مدد لیتے ہین اِس کی کئی صورتین ممکن ہین، اپنے کسی ناجائز فعل کے جواز کے لیے کبھی تم اون لوگون کی مثال ڈھونڈھتے ہو جو تمھارا جیسا فعل کر چکے ہین اور اس طرح نظائر بتا کر اپنے گناہ کی شدت کم کرنا چاہتے ہو، کبھی اُن لوگون کے نام گنواتے ہو جنھون نے بالکل یہی کام کیا لیکن دنیا اون کو صالح ہی فرض کرتی رہی، کبھی اپنے دوست زید کی مثال پیش کرتے ہو کہ وہ مجھ سے بھی بدتر افعال کرتا ہے، کبھی اپنے فعل کا باعث واقعات کی پیچیدگی کو قرار دیتے ہو اور کبھی یہ کہتے ہو کہ نیت تو صادق ہے" پھر افعال کے حسن و قبح کی تحقیق سے کیا حاصل، وغیرہ وغیرہ،

جس طرح ترغیبات باطل مین جذبات کی نیرنگیان کم وبیش غیر شعوری اور ہمارے نفس وادراک سے باہر ہوتی ہین، اس طرح سے سوء استدلال اور غلط طریقون سے اپنے افعال کا جواز یہ چیزین بھی ہمارے قبضۂ اختیار سے باہر اور غیر ارادی ہوتی ہین، اونکا مخرج بھی یہی غیر شعوری تحریکات ہین، بادی النظر مین تو اس قسم کے غیر ارادی استدلال اور شعوری استدلال مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا کیونکہ دونون مین یکسان طور پر تمثیلات اور تشبیہات کا وجود ہوتا ہے، لیکن فی الحقیقت اول الذکر ناکارہ وخام ہے، انسانی زندگی مین تعقل واستدلال کا کام یہ ہے کہ تجربات ماضی کو ترتیب کے ساتھ منتظم حیثیت مین محفوظ رکھے تاکہ اون کی روشنی مین ہم اپنے مستقبل کو درست کر سکین اور اپنے آیندہ طرز عمل کو اپنے سابقہ تجربات پر منطبق کر کے اوس کی صحت یا غلطی سے واقف ہو جائین، گویا اس اعتبار سے استدلال کا مدعائے اصلی، ہدایت، اور مستقبل کے لیے شاہراہ عمل کی فراہمی ہے، لیکن غیر شعوری اور غیر ارادی استدلال مین ہدایت کی یہ صلاحیت نہین پائی جاتی، اِسی لیے جن تشبیہات سے اوس مین کام لیا

جاتا ہے وہ ناقص اور قوت تمیز سے مُبّرا ہوتی ہین چونکہ ان کی اساس غیر شعوری خواہشات وجذبات ہوتے ہین، اس لیئے وہ حقیقت سے دُور اور بعض وقت انتہا درجہ کی مضحکہ خیز ہوتی ہین،

جس کسی کو ہمارے مذکورہ بالا بیان کی صداقت مین شبہہ ہو وہ خواب مین اِن بے ڈھنگی تشبیہون کے کرشمے اچھی طرح دیکھ سکتا ہے، نفسیّات جدیدہ مین خواب کے متعلق جو عظیم الشان لٹریچر فراہم ہوگیا ہے اوس کا ماحصل یہ ہے کہ "خواب مین انسان اپنی اِن آرزؤن کو پورا کرتا ہے جو کسی وجہ سے زندگی مین پوری نہ ہو سکین" حالتِ خواب مین ہمارا شعورِ خفی، تشبیہات ونظائر باطل سے کام لیکر ہماری زندگی کی ناخوشگوار خواہشات کو کچھ عجیب جامہ پہناتا ہے، جن چیزون کو خواب کے آثار وعلامات کہا جاتا ہے وہ انھی تلبیسات کا نام ہے، مثال کے طور پر فرض کرو کہ کسی شخص **الف** کو ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ ایک شخص **ب** کو نقصان پہونچائے، لیکن **الف** کا ضمیر ہمہ وقت اوسے روکتا رہتا ہے اب **الف** خواب دیکھتا ہے کہ ایک شخص نے اوس پر حملہ کیا اور اُس نے اوس شخص کو مار ڈالا ہے اس خواب کی تحلیل نفسی سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خواب والا دشمن وہی شخص **ب** ہے، دشمن کا لباس اس وجہ سے پہنا دیا گیا کہ اِس صورت مین اوسے مارنا **الف** کے ضمیر کے منافی نہین رہ جاتا گویا اِس طرح زندگی کی ایک ناتمام خواہش خواب مین پوری کی گئی، اِس مثال سے ہمارے شعور خفی کی باطل تشبیہ اور تمثیل کے طریقے اچھی طرح واضح ہوجاتے ہین،

غیر شعوری تشبیہات کے یہ کرشمے صرف عالم خواب تک ہی محدود نہین ہین، بلکہ ہماری معمولی باطل اور پُرفریب ترغیبات مین بھی انکا عمل ہوتا رہتا ہے خیالی پلاؤ پکانا بھی اِس قسم کی بے تکی ترغیب ہے، غیر شعوری تحریکات کے جو خواص ہم کچھ صفحات ادھر بیان کر آئے ہین وہ اِس مین بھی پائے جاتے ہین، پہلی بات تو یہ کہ اس کی حیثیت خود غرضانہ اور غیر معاشری ہوتی ہے جو شخص خیالی دنیا کی سیر مین مصروف رہتا ہے، وہ اپنی ذات کے سوا تمام دنیا سے تھوڑی دیر کے لیئے بے خبر ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے

نہ خیالی پلاؤ جیسا کہ خود اُس کے نام سے ظاہر ہے اکثر مہمل ہوتے ہین اور ظاہر ہے کہ جب تم نے اپنے آپ کو حقیقت اور واقعیت سے علٰحدہ کر لیا تو پھر تمھارے خیالات مہمل نہ ہون تو اور کیا ہون؟ غیر شعوری تحریکات کا دوسرا خاصہ جو اس خیالی پلاؤ مین پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یا تو ناگوار خیالات پر رنگ آمیزی کر کے اون کی ہیئت کذائی کو چھپا لیا جاتا ہے، یا پھر سرے سے اونکا گذر ہی نہین ہونے دیا جاتا ہے، تیسرا خاصہ یعنی حب تقدم اور فوقیت کا میلان بھی خیالی پلاؤ مین بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے، ہم کبھی اپنے آپ کو حقیر تو دیکھتے ہی نہین باطل ترغیبات مین بھی غیر شعوری تحریکات کے متذکرۂ بالا خواص نظر آتے ہین غاصب اپنے غصب کو ہلکا کرنے کے لیے بڑی بڑی سلطنتون کے غصب کی مثال پیش کرتا ہے کہ کسی معصوم شخص کو مجرم ثابت کر کے اور اوسکو سزا دلا کر ایک وکیل اپنے زعم مین خود کو سوسائٹی کا نجات دہندہ فرض کرتا ہے، اپنی رعایا مین حب الوطنی کا جوش اور دوسری قومون کی جانب سے اون کے جذبات نفرت کو برانگیختہ کرنے کے لیے قیصر جرمنی اپنے ملک کی تکالیف کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تکالیف سے مشابہت دیتے ہین، شیعہ وسنی بلوون کے ہنگامہ کے بعد شیعہ حضرات اپنی مظلومیت اور دوسرے فرقہ کی طرف سے لوگون کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لیے اس ہنگامہ کی تمثیل "کربلائے معلی کے واقعۂ فاجعہ" سے کرتے ہین، مذکورۂ بالا اصلی اور فرضی مثالون مین سے کسی ایک کو لو، تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ غلطی کی اصل وجہ قوت تمیز کی کمی اور غور وخوض، صحیح معائنہ و مقابلۂ واقعات کی ناقابلیت ہے، پس معلوم ہوا کہ ترغیبات کو صحیح نہج پر لانے اور انکا جائز استعمال کرنے کے لیے صرف مختلف جذبات مین تمیز کرنا اور غیر شعوری خود غرضانہ تحریکات اور معاشرتی وجدانات کا فرق جاننا ہی ضروری نہین ہے، بلکہ تصورات اور تخیلات مین تمیز کرنا بھی ہمارا فرض ہے،

ہر قسم کے استدلال عقلی کی بنیاد اُصول تشبیہ وتمثیل پر ہے ہمارا ہر استدلال اُسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب اوس کی اصطلاحات اور تعقیون مین لازمی اور متین تشابہ ہو، اگر مشابہت غیر تام اتفاقی اور ناقص ہو تو اوس کی بنا پر جو استدلال کیا جائے گا وہ بھی غلط ہی ہوگا،

غور کرو، مثلاً تمھارا استدلال ہے کہ "چونکہ تمام مادی اشیا رمین وزن ہوتا ہے اور ہوا بھی ایک مادی شے ہے اسلئے ہوا مین بھی وزن ہونا ضروری ہے" اب اسی مین دیکھو کہ استدلال کی غلطی یا صحت اوس مشابہت پر منحصر ہے جو ہوا مین اور دیگر مادی اشیا مین باعتبار مادیت پائی جائے، اگر ہوا مین اسی قسم کی مادیت ہو جیسی کہ دیگر اشیا مین تو تمھارا استدلال صحیح ہو ورنہ نہین، کیونکہ اس صورت مین مقدمہ صغریٰ ہی ناقص ہوا جاتا ہے، سو استدلال کی کسی قسم کو لو، تم دیکھو گے کہ اس مین غلطی کی وجہ یا تو یہ ہے کہ تمھاری قوت تمیز نے غلطی کی یا یہ کہ تم نے تبویب اصطفاف (Classification) مین غلطی کی یعنی کسی مجموعہ حالات کو ایسے عنوان کے تحت مین رکھا جس مین وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے شامل نہین ہو سکتا تھا، ہر غلطی مین یہی ہوتا ہے جب مین غلط استدلال کرتا ہون یا غلط نتیجہ اخذ کرتا ہون تو اوسکا باعث یہی ہے کہ مین اپنے خیال مین صورت حالات کو کچھ اور سمجھتا ہون اور فی الحقیقت یہ اوس سے مختلف ہے، پس منطقی نقطۂ نگاہ سے ترغیب کے جائز استعمال کی شرط یہ ہے کہ ہم واقعات و حالات کو صحیح روشنی مین دیکھین تبویب مین غلطی نہ کرین اور غلط تشبیہات کے دھوکہ مین نہ آئین،

خلاصہ، **مختصر یہ کہ** جسے ہم حقیقی اور جائز معنون مین ترغیب کہہ سکتے ہین وہ ایک خود شعوری عمل ہے جس مین ذہن تخیل اور جذبات باہم مخلوط ہوتے ہین اور یہ اختلاط غیر شعوری تحریکات کا نتیجہ نہین ہوتا بلکہ اس کی بنا صورت حالات کے صحیح ذہنی درک پر ہوتی ہے صحیح اور جائز ترغیب مین صرف انھی استنباطات، تخیلات، اور تشبیہات سے کام لیا جاتا ہے، اور صرف وہی جذبات برانگیختہ کئے جاتے ہین جو بالاصل صورت زیر بحث کی تحت آئین، برخلاف اسکے ترغیبات باطل مین تخیلہ، ذہن اور استدلال کا عمل مصنوعی اور غیر ارادی ہوتا ہے اور صورت حالات سے تطابق لازمی نہین خیال کیا جاتا، اپنا منشا مافی الضمیر حاصل کرنے کے لئے یا کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے ہم غلط منطق سے کام لیتے ہین، اپنے تخیل کو ناجائز طور پر اکساتے ہین اور جلد از جلد اپنا مقصد حاصل کرنے کی نیت سے

ایسے جذبات کو اشتعال دیتے ہین جو اگرچہ حصول مقصد مین ہمارے معین تو ضرور ہوتے ہین لیکن اُنسے نقصان دیکھو تو اون مین اور صورت زیر بحث مین کوئی رشتہ نہین ہوتا، یہ ہوسکتا ہے کہ کسی خاص ترغیب مین زیادہ خامیان عنصر ذہنی کی وجہ سے ہون اور تخیلی اور جذبی نقطۂ نگاہ سے وہ غلط نہو، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ ایک قسم کی غلطی دوسری غلطیون کو بھی مستلزم ہے، جذبات، تخیل، اور ذہن ایک دوسرے کو مدد دیتے رہتے ہین، ایک دوسرے کی ہدایت اور ایک دوسرے کے ساتھ شرکت عمل بھی کرتے ہین، جائز ترغیبات مین یہ تینون شعور و ارادہ کے اختیار مین رہکر ہم آہنگی سے کام کرتے ہین، ترغیبات باطل مین بھی یہی تینون عمل پیرا ہوتے ہین لیکن اس صورت مین انکا عمل خارج از اختیار و ارادہ ہوتا ہے اور اس کا مقصد محض ایک مقررہ حد تک ہم کو لیجانا ہوتا ہے، صحیح اور باطل ترغیبات مین مابہ الامتیاز یہی ہے، ورنہ بلحاظ عناصر ترکیبیہ یہ دونون ایک ہی ہین،

باب پنجم
ترغیب خاموش

ترغیباتِ غیر لفظی اور اون کے اقسام، اشارات، سطوت شخصیت، موسیقی، نقاشی، بائسکوپ وغیرہ کے ذریعہ سے ترغیب انکے صحیح یا فریب دہ اثرات سے بحث،

ترغیب خاموش اور اوسکے طریقے،

ابتک ہم نے عملِ ترغیب کی نفسیاتی تشریح کی ہے، باطل ترغیبات کے طریقے، خود فریبیان، اجتماعی ترغیبات کے نقصائص، ترغیبات کو صحیح نہج پر استعمال کرنے کے وسائل یہ سب ہماری بحث کا مرکز رہے ہین، اب ترغیب کے اقسام سے بحث کرکے ہم یہ دیکھینگے کہ وہ کون سے مختلف ذرائع ہین جن کے ذریعہ آدمی خود اپنے نفوس کو یا دوسرون کو ترغیب دیتا ہے،

عرف عام مین ترغیب سے مراد تحریری یا تقریری ترغیب لی جاتی ہے، یعنی یا تو کوئی مقرر زبانی دلائل کی رو سے دوسرون کو کسی فعل کرنے پر راغب کرے یا بہ واسطۂ تحریر یہ مقصد حاصل کیا جائے لیکن ان کے علاوہ ایک اور طریقۂ ترغیب بھی ہے جس مین الفاظ سے خواہ زبانی ہون یا معرضِ تحریر مین لائے جائین ترغیب کا کام نہین لیا جاتا بلکہ خاموش طریقہ پر لوگون کو متاثر

کیا جاتا ہے، اِس باب مین اسی سے بحث کی جائیگی،

بادی النظر مین لوگون کو ترغیب خاموش کا تصور قائم کرنا ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے، لیکن تھوڑے ہی غور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ فی الحقیقت خاموش رہکر بھی انسانون کے قلوب کو متأثر کیا جا سکتا ہی، اور ان کو کسی خاص فعل کے کرنے کی ترغیب دیجا سکتی ہی، آنکھون کے اشارون سے جو کام لیا جا سکتا ہے، وہ بعض اوقات فصیح و بلیغ تقریرون سے بھی نہین ہوتا، خاموشی مین جو گویائی ہوتی ہوتی ہی اوس سے شاعر برابر بحث کرتے رہے ہین، فطرت کے خاموش مناظر، لوگون کو جس طرح متأثر کرتے ہین، وہ ہر فطرت پسند شخص جانتا ہے، سعدیؔ آج سے بہت پہلے اسی خاموش ترغیب کی طرف اشارہ کرگئے ہین ؎

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

اگر تم نے کسی جادو بیان مقرر کو تقریر کرتے سُنا ہے، تو تمھین معلوم ہوا ہوگا کہ الفاظ تو جس طرح تیر و نشتر بنکر دل مین اُترتے ہین، وہ تو خیر ہے ہی لیکن اسکی آواز، حرکات و سکنات، اشارات، شکل و صورت، سطوت شخصیت کا بھی عجیب اثر ہوتا ہے، اگر تم کبھی بائسکوپ گئے ہو، اور وہان سے کسی خیال کو دل مین لئے ہوئے باہر آئے ہو تو تمھین اندازہ ہوا ہوگا کہ بغیر الفاظ کی وساطت کے صرف تصاویر کے ذریعہ سے بھی لوگون کے خیالات پر قابو پانا ممکن ہے، اور فی الحقیقت موجودہ زمانہ مین بائیسکوپ سے تبلیغ و اشاعت کا کام بہت بڑے پیمانہ پر اور کامیابی کے ساتھ لیا جا سکتا ہے، یہ سب ترغیبِ خاموش کے اثر کا پتہ دیتے ہین اور جن ذرائع سے بغیر الفاظ کے ترغیب دی جا سکتی ہے وہ یہ ہین، اشارات، سطوت شخصیت، موسیقی، نقاشی، بائسکوپ وغیرہ،

اشارات، **اشارات** تقریباً ہر تقریر مین پائے جاتے ہین، تفہیم کے لیئے ہاتھون سے اشارہ کرنا، لوگون کو متوجہ کرنے کے لئے جسم کا اون کی طرف جھکانا، جوش کے مواقع پر مٹھیان بند کرکے

زور سے ہاتھون کو ہلانا، سر کی جنبش، قہقہہ یا تبسم، اِن سب کا وجود تقریرون مین برابر ہوتا ہے، مولوی وحیدالدین صاحب سلیم نے اپنی نادر تصنیف "وضع اصطلاحات" مین الفاظ کی ابتدا سے بحث کرتے وقت ضمناً اشارون کا بھی ذکر کیا ہے، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ الفاظ کی کمی کو پورا کرتے ہین؛ اِس مین شک نہین کہ ادائے مطلب سے قاصر رہ کر لوگ اشارون کا استعمال کرنے لگتے ہین، پھر بھی اون کے اِس خیال کو کلیہ کی حیثیت نہین دیجا سکتی، الفاظ کی کمی کے علاوہ، اور مواقع پر بھی (جو ہم اوپر بتا چکے ہین) اشارات کام مین لائے جاتے ہین، زمانۂ قدیم سے فنِ خطابت مین اشارون کے استعمال پر بھی زور دیا جا رہا ہے، اور آج بھی جہان کہین اِس فن کی باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے وہان انتخابِ الفاظ، آواز کے اوتار چڑھاؤ کے ساتھ ہی ساتھ اشارون کے استعمال کی باقاعدہ تعلیم دیجاتی ہے،

یون تو کم وبیش ہر شخص دورانِ تقریر مین حرکات وسکنات، جنبشِ اعضا، تغیرِ خط و خال سے کام لیتا ہے، لیکن ترغیب مین اُس کا استعمال مختلف قومون مین مختلف مقدار مین ہوتا ہے؛ لاطینی اقوام مین اِس کا ظہور بہت کچھ دیکھنے مین آتا ہے، رومۃ الکبریٰ، اور یونان کے قدیم مشہور خطیب اِس طریقہ سے بہت کچھ کام لیتے تھے، گرجون مین جو مذہبی وعظ ہوتے ہین اون مین آج بھی بہت کچھ اشارات سے ادائے مطلب، اور تائید کا کام لیا جاتا ہے، مشرقی اقوام مین بھی اِس کا اثر بہت کچھ پایا جاتا ہے، ہندوستان مین خاصکر بنگالی مقررون مین، تغیرِ لحن اور ہاتھون کی جنبش وغیرہ سے سامعین کو متاثر کرنے کا بہت کچھ ملکہ ہوتا ہے، سکسنی اقوام مین یہ بات ذرا کم پائی جاتی ہے، انگریز اور بہت سے جدید خیال کے ہندوستانی بھی اشارات کے قصداً استعمال کو مذموم خیال کرتے ہین، سرِدست اِس سے بحث منظور نہین کہ یہ طریقہ کہانتک پسندیدہ ہے، جو کچھ دیکھنا ہے وہ یہ ہے کہ بحیثیت آلۂ ترغیب اِس کا اثر کتنا ہوتا ہے،

فرانس کے ایک ظالم بادشاہ وقت کا جنازہ رکھا ہوا ہے، گرجا مین سناٹا چھایا ہوا ہے، ہر شخص سیاہ لباس مین ملبوس گردن جھکائے بیٹھا ہے، بہت سے قلوب اندر ہی اندر اس بدکردار کی موت پر خوش ہو رہے ہین، یہ لوگ کسی ہمدردی کی بنا پر نہین بلکہ سلطنت کے قانون سے مجبور ہوکر نماز جنازہ مین شریک ہوئے ہین، اتنے مین ایک بلند قامت شخص منبر کے پاس جاکر کھڑا ہوتا ہے اِدھرا ودھر دیکھنے کے بعد یہ شخص بہت دھیمی آواز مین رُک رُک کر انجیل سے ذیل کی عبارت پڑھتا ہے،

"میری حیثیت آج دنیا مین بہت ممتاز ہے، جتنے لوگ بیت المقدس مین گزرے ہین، اون مین سے کوئی ثروت و شوکت، جاہ و جلال، شان و شکوہ مین مجھ سے زیادہ نہ تھا، لیکن آہ! مجھ پر ایک حقیقت کا انکشاف ہو گیا ہے، کہ دنیا مین مجب بیجا، اور ایذائے روحانی کے سوا اور کچھ بھی نہین ....."

عبارت پڑھی جا چکی، خطیب نے کتاب بند کر دی لوگ منتظر ہین کہ اب کیا کہنے والا ہے، مگر یہ ہی کہ سر جھکائے، آنکھین بند کیئے دونون ہاتھ باندھے کھڑا ہی، ایسا معلوم ہوتا ہی کہ انجیل کی عبارت نے اس کے خیالات مین کوئی خاص ہیجان پیدا کر دیا ہی، اور یہ اندر ہی اندر اپنے جذبات سے برسرپیکار ہے کچھ لوگ اِس کی خاموشی پر متعجب ہین، بعض اِس کی ظاہری حالت سے متاثر ہوئے ہین، دو چار کے سینون سے دبی ہوئی آہ نکلی، مگر متوجہ سب ہین، خطیب نے سر اُٹھایا، گرد و پیش نظر ڈالی، مگر فوراً ہٹا بھی لی، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ اِن سیاہ پوش ماتمیون کے نظارہ نے اِسکے دل پر کوئی خاص اثر کیا، اب آہستہ آہستہ اِس کی نظرین گرجا کی چار دیواری پر پھر رہی ہین، جہان چارون طرف شاہان سلف کے اسلحہ آویزان ہین، معلوم ہوتا ہے کہ اس منظر نے اسے اور بھی زیادہ متاثر کر دیا ہے، اِس نے مجمع کی طرف نیم باز آنکھون سے دیکھا، ہونٹھون کو جنبش ہوئی اور آہ مین ملے جلے کچھ الفاظ سنائی دیئے

"بھائیو! انسان خاک کا پُتلا ہے، سب بزرگی خدائے بزرگ و برتر کے لیئے ہے،،

اب مجمع مین ایک عام بے چینی، اور اضطراب پایا جاتا ہے، غور سے دیکھا تو بادشاہ کے خاص مخالفین کی

آنکھون سے بھی آنسو ٹپک رہے ہین،

(۲) **علی گڈھ کالج** کے اسٹریچی ہال مین طلبا رجمع ہین، ایک مشہور پرنسپل رخصت ہورہا ہی اور اس نے الوداع کہنے کے لیۓ طلبا رکو بلوایا ہی، مختلف حلقون مین مختلف رایون کا اظہار کیا جارہا ہی ایک کثیر جماعت اِس موقع پر خوش نظر آتی ہی کچھ دل ایسے بھی ہین جو مغموم ہین، ہال مین خاموشی چھاگئی پرنسپل پشت کے دروازہ سے داخل ہوکر چبوترے پر کھڑا ہوتا ہی پیشانی سے پسینہ خشک کرکے مجمع پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالتا ہی، عجب عالم سکوت ہی، اب اوس کی نظرین ہال کی دیوارون پر بھٹک رہی ہین، بانی کالج کی تصویر سے ہٹکر اب یہ دیوار کے اوس حصہ پر جمی ہوئی ہین جہان تخیر معاذین کالج کے نام پتھر پر کندہ ہین، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دل ہی دل مین اِن تیرہ سال کے خاموش ساتھیون کو الوداع کہہ رہا ہے، تقریبًا پانچ منٹ کی خاموشی کے بعد وہ طلبا کی طرف متوجہ ہوتا ہے، مغموم آواز مین یہ الفاظ سنائی دیتے ہین،

"عزیز شاگردو! مین نے تم کو............"

جذبات کا تلاطم، آواز مین گرفتگی پیدا کردیتا ہی، اور بہت جلد "خدا حافظ" کہکر پرنسپل ہال سے چلا جاتا ہے

مجمع مین اب دوسری ہی کیفیت ہی، ہم نے اپنے کانون سے سُنا کہ وہی لوگ جو پہلے اظہار مخالفت مین بلند آہنگ تھے، اب اظہار تاسف مین رطب اللسان ہین،

مذکورۂ بالا مثالون مین اگرچہ اشارون سے بہت زیادہ کام نہین لیا گیا، پھر بھی تغیر لحن، اور خود سکوت، آلۂ ترغیب ثابت ہوۓ، کچھ لوگ اِن چیزون کو بھی پسندیدہ نظرون سے نہین دیکھتے، اسلیۓ کہ اِن مین اکثر اوقات تصنع کی بو آتی ہی، مثلاً پہلی مثال مین خطیب کے اشارات پر تصنع کا الزام اِس بنا پر لگایا جاسکتا ہی کہ ایک جابر بادشاہ کے انتقال کے موقع پر کسی مذہبی رہنما کا اِس قدر اظہار تاسف کیا معنی رکھتا ہے؟، اظہار ملال حقیقی ہو یا مصنوعی تاہم اعتراض کرتے وقت ایک در

بات کا بھی خیال رکھنا چاہئیے، اور وہ یہ کہ خطابیات کے طریقے مختلف قومون مین، بلکہ خود ایک ہی قوم مین بلحاظ اختلاف زمانہ مختلف ہوتے ہین،

باموقع اشارات سے جو کام لیا جا سکتا ہے، اور سامعین کے افعال کو جس حد تک متاثر کیا جا سکتا ہی، اس کی مثال ذیل کے واقعہ سے ملتی ہی، جو ۹ مارچ ۱۹۱۶ء کو دار العوام انگلستان مین پیش آیا، آئرلینڈ کے ہوم رول بل پر مباحثہ ہو رہا تھا، طرفین مین بہت کچھ جوش تھا، مسٹر جان رڈمنڈ تقریر کر رہے تھے، اور اپنی تقریر کا خاتمہ اونھون نے اس طرح کیا،

"جو کچھ مباحثہ آج ہوا ہی، وہ سے آپ سب اصحاب سُن چکے ہین مجھے صرف اسی قدر کہنا ہے کہ اب بحث و مباحثہ سے کوئی مزید فائدہ حاصل ہونے کی امید نہین، جو اصحاب میرے ہم خیال ہون اون سے میری او د بانہ درخواست ہی کہ اس بیکار گفتگو مین تضیع وقت نہ کرین، اور اراکین دار العوام کو مطلق العنان چھوڑ دین تاکہ جو کچھ اون کا جی چاہے قرار داد کا حشر کرین، چونکہ یہان ٹھہرنا موجب ذلت و توہین ہی لہذا میرے ہمخیال اصحاب فوراً اُٹھ کھڑے ہون، اور میرے ساتھ چلکر باہمی مشاورت سے آیندہ طرز عمل کے متعلق کوئی رائے قائم کرین،،

جس اخبار سے مذکورۂ بالا اقتباس لیا گیا ہے، وہ آگے چلکر لکھتا ہے:۔

"یہ الفاظ مسٹر رڈمنڈ نے بہت جوش و خروش سے کہے، قومیت پسندون مین بہت کچھ جوش تھا مسٹر رڈمنڈ کی تائید مین برابر تالیان بجائی جارہی تھین، جون ہی کہ مقرر ہال سے اُٹھا، تمام قومیت پسند جماعت ایک ساتھ اوٹھ کھڑی ہوئی اور باہر جاتے جاتے سرکاری ممبرون پر سخت طعن و تشنیع کی بوچھار کرتی گئی، نظارہ عجیب و غریب تھا، تمام سیاسی حلقون مین اس سے سنسنی پھیل گئی،،

اس موقع پر دیکھو کہ حرکات و سکنات کتنی باموقع تھین، غصہ مین بات کرتے کرتے یکایک اُٹھ کر چلے جانا بالکل فطرت انسانی ہے، مسٹر رڈمنڈ کا یہ فعل اضطراری تھا، اور اون کے جذبات کا صحیح

منظر، اِس سے ہم انکار نہین کر سکتے کہ بعض اوقات اشارات، حرکات و سکنات سرا سر مصنوعی بھی ہوتے ہین، اُنکا اظہار صداقت پر مبنی نہین ہوتا، بلکہ سامعین کو متاثر کرنے کے لیئے ایکٹرون کی طرح بالقصد تصنع سے کام لیا جاتا ہی بعض اوقات حرکات و سکنات اضطراری و فطری تو ہوتی ہین لیکن پھر بھی اون کو مستحسن نہین کہا جا سکتا، اِس کی وجہ یہ ہی کہ جس طرح ہر ترغیب کی بنا جذبہ ہی، لیکن جذبہ فریب آمیز بھی ہوتا ہے، اوسی طرح سے حرکات و سکنات جذبات کے جسمانی مظاہر ہین، اور فریب آمیز جذبات کے مظاہر بھی فریب آمیز ہوتے ہین، خواہ وہ اضطراری ہون یا مصنوعی، شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ حرکات و سکنات مصنوعی کیسے ہو سکتی ہین، اِس کی دو صورتین ہو سکتی ہین، یا تو مقرر کے دل مین جذبات کا سرے سے وجود ہی نہو لیکن پھر بھی دھوکہ دینے کے لیئے ایسی حرکات کیجائین جن سے معلوم ہو کہ فی الواقع اوس کے دل پر کوئی جذبہ طاری ہی، مثلاً بناوٹ کی ہنسی، یا دھوکہ دینے کے لیئے زور سے ہاتھ ہلانا، تاکہ لوگون کو اپنے جذبۂ غضب کا یقین دلایا جائے، دوسری صورت وہی ہے جو اِس سے قبل بیان کی جا چکی ہی یعنی حرکات کا اضطراری ہونا، جذبات کے حرکی لواحقات کے طور پر ان کا ظاہر ہونا، لیکن خود اِن جذبات کا فریب آمیز ہونا، شق اوّل مین ترغیب کی فریب دہی پائی جاتی ہے، مثلاً فرض کرو کہ مین کسی ایسے مجمع کے روبرو تقریر کر رہا ہون جو میرے مزعومہ نقطۂ خیال کا حامی ہے، یاد رہے کہ میرا نقطۂ خیال صرف مزعومہ ہے۔ اور میرے الفاظ میرے دل کے ترجمان نہین، مگر سامعین میری اصلی رائے سے ناواقف ہین، اگر اونکو شرارۂ غیظ و غضب پر آمادہ کرنا میرا مقصد ہو تو مین بہت آسانی سے اون کو اس کی ترغیب دے سکتا ہون، مثلاً دانت بند کر کے الفاظ کا ادا کرنا، ہاتھون سے اِس طرح اشارے کرنا جیسے مین کسی کو مار رہا ہون، اگر اتفاق سے مخالف فریق کا کوئی رکن اِدھر سے جا رہا ہو، تو مجمع کو برانگیختہ کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مین اوس کے پیچھے دوڑون، میرے ساتھ ہی سب سامعین بھی دوڑین گے، اور یقیناً بلوہ کی صورت رونما ہو جائیگی، جن لوگون نے مولانا شرر کے ناول "زوال بغداد" کا مطالعہ کیا ہے، اون کو تما

کتاب مین طفیلی اور شفتشی کی زعیمانہ تقریرون مین حرکات وسکنات کے یہ مضر اثرات کثرت سے نظر آتین گئی
جلسون مین جو بلوے عام طور پر ہوتے ہین اون سے بھی اِس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے، اکثر ایسے مواقع پر
بعض شریر النفس لوگ ایک پتھر کارخانہ کی دیوار پر مارتے ہین اور فی الفور پورا مجمع سنگ باری کرتا ہوا
نظر آتا ہی، ڈھاکہ مین عدم موالاتیون کے جلوس مین اِس قسم کا واقعہ راقم کا چشم دید ہے، صرف ایک
شخص کی تقلید مین مجمع نے پولیس کی چوکی پر پتھر پھینکنا شروع کر دیا اور عام بلوے کی نوبت آگئی، کچھ
گولیان بھی چلین، شق دوم مین خود فریبی کا دخل ہے،

مذکورۂ بالا مثالین، اور بالخصوص آخری واقعہ پڑھکر کسی کو یہ ماننے مین تامل نہو گا کہ
مصنوعی اشارون سے کام لیکر (جو محض فریب دہی کے لیے کیے جاتے ہین) سامعین کو جبر وتشدد یا کسی
اور عمل کی ترغیب دینا دشوار نہین ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی حرکات وسکنات
ہین جن کا استعمال ترغیب مین جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اشارات باموقع ہون، مقرر کے اصلی
جذبات کی ترجمانی کرتے ہون، اور اوس کی شخصیت کے مطابق ہون تو جائز ہین، ورنہ نہین، غرضکہ
اشارات الفاظ اور مقرر کی شخصیت، اِن تینون مین باہمی مناسبت اور ربط کا ہونا ضروری ہے،
اگر مقرر ایسے حرکات وسکنات سرزد کر رہا ہے جن کا الفاظ تقریر، اور نوعیت تقریر سے کوئی علاقہ
ہی نہین، تو یقین مانو کہ اوس کی نیت دھوکہ دہی کی ہے، مثلاً درستی عقائد پر وعظ دیتے وقت اگر کوئی
مقرر پاؤن پٹکے، یا زور سے ہاتھون کو جنبش دے، تو یہ حرکات یقیناً باطل ہونگے، کیونکہ نوعیت مضمون کو
اس قسم کے اظہار جوش وخروش سے کوئی علاقہ ہی نہین ہے، اِسی طرح سے اگر میرے حرکات وسکنات
میری شخصیت سے متناقض ہین، تو یہ بھی مصنوعی اور فریب دہ ہین، اگر ایک بے ریش وبروت نوجوان
دوران تقریر مین مقدس بزرگون کی طرح اپنے بے ریش چہرہ پر ہاتھ پھیرے، یا کوئی متین، سنجیدہ، بزرگ
صورت مقرر دوران تقریر مین عامیانہ حرکات سے کام لے تو دونون صورتون مین حرکات وسکنات

لازماً جھوٹے مظاہرات ہین،

مختصر یہ کہ اگر سامعین احتیاط سے مقرر کی حرکات و سکنات کا مطالعہ کرین، تو وہ دھوکے مین نہین آسکتے، لیکن کس قدر مقام افسوس ہے کہ اثر پذیری کی بدولت قوت تمیز معطل ہوجاتی ہے، حرکات کا مطابق فطرت، یا مظہر جذبات ہونا نہین دیکھا جاتا اور خصوصاً ادنی طبقے کے مجمعون مین بہت جوش وخروش پیدا ہوجاتا ہے، جس سے اتلاف جان تک کی نوبت آتی ہے، منطق تجسس استدلال سب رخصت ہوجاتے ہین ؎

آن کس است اہل بشارت کہ اشارت داند نکتہ ہا ہست بسے، محرم اسرار کجاست؟

ترغیب کی کامیابی کا "شہرت اور سطوت" پر بھی ایک بڑی حد تک انحصار ہے، مشہور مقررون کی تقریرین خاص انہماک سے سُنی جاتی ہین، اسی طرح سے مشہور مصنفون کی تصانیف مین بھی لوگ خاص دلچسپی لیتے ہین، اگر ایک ہی قابلیت کے دو مقرر ہون، اون مین سے ایک کو سطوت تقریر حاصل ہوچکی ہو اور دوسرے کے پاس سوائے ذاتی قابلیت کے اور کوئی طغرائے امتیاز نہو، تو اوس صورت مین ہر شخص جانتا ہے کہ اول الذکر کی باتون پر جو توجہ کی جاتی ہے، دوسرے کو اوس کا نصف حصہ بھی نصیب نہین ہوتا، اس مثال سے معلوم ہوا ہوگا کہ سطوت بھی منجملہ دیگر غیر عقلی عناصر ترغیب کے ہے، کسی فرد کو کسی خاص سطوت، کا حاصل ہونا، اوس مین اون صفات کے وجود کو مستلزم نہین ہے، جس کی سطوت، اُسے حاصل ہے، سطوت کا انحصار افراد کی اثر پذیری پر ہوتا ہے اور اثر پذیری ایک جذبی عمل ہے

عام طور پر سطوت، کو ایک فطری اور ذہنی شے سمجھا جاتا ہے، چنانچہ ہم نے اکثر حضرات کو سطوت ذاتی بھی استعمال کرتے دیکھا ہے، غور کرو تو یہ الفاظ اجتماع ضدین معلوم ہوتے ہین، سطوت حاصل ہوتی ہے، لوگون کی طرف سے ملتی ہے، خاندانی تعلقات، دولت، ثروت اور مرتبہ کی وجہ سے بھی پیدا ہوجاتی ہے، لیکن فطری کبھی نہین ہوتی، جو حضرات اسے فطری کہتے ہین وہ سطوت اور شخصیت

ین کوئی فرق نہین دیکھتے، حالانکہ یہ دونون علٰحدہ چیزین ہین، ان سے شخصیت کے تحت مین بحث کیجائیگی،

اپنے گردوپیش نظر ڈالو، تم دیکھوگے کہ اگرچہ کبھی کبھی سطوت محض دعوکا اور نمایش نہین بلکہ حقیقی بھی ہوتی ہے، لیکن بسا اوقات جس چیز کو سطوت، سے تعبیر کیا جاتا ہے، اوس کی اصلیت سوائے نمایش کے اور کچھ نہین ہوتی، اگر زید کو سطوت اخلاقی حاصل ہے تو اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ اخلاق زید کی خصلت بھی ہے، زمانہ کا قاعدہ ہو کہ اگر کوئی شخص بظاہر آثار مروجہ معیار اخلاق پورا اترے، دیکھنے والون کی موجودگی مین بہت متانت اور وقار کے ساتھ چلے، بدنام صحبتون مین شریک نہو، قابل اعتراض مقامات پر دیکھا نہ جائے، تو اوس کے اخلاق کی شہرت ہوجاتی ہو لیکن اوسکی سطوتِ اخلاق، اوس کی صفات اخلاقی کی دلیل نہین ہے،

سطوت اخلاقی کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، وہ ہر قسم کی سطوت پر صادق آتا ہو تاریخ مین اس کی مثالین بکثرت ملتی ہین، بڑے بڑے پارسا حضرات جن کے تقدس کی دُور دُور تک شہرت تھی، جب اِن کا نقلی جامۂ پارسائی چاک ہوا، تو کیا کچھ داغ سیکاری دیکھنے مین نہین آئے، دورِ اکبری کا مشہور عالم مفتی قاضی مخدوم الملک جو ایک عرصہ تک ہندوستان کی مسند شیخ الاسلامی پر بھی متمکن رہ چکا تھا، اور جس کی پابندی شریعت کی ایک دنیا مداح تھی، اِسی مخدوم الملک کی جب حقیقت کھُلی تو دیکھنے والون نے دیکھا کہ غضب کا مال خاندانی قبرستان سے نکلا، اور لوگون نے حیرت و استعجاب سے سُنا کہ زکوٰۃ سے بچنے کے لیئے یہ مفتی شریعت، ہر سال اپنا مال اپنی بیوی کے نام ہبہ کر دیتا تھا، اور وہ سال ختم ہونے سے پہلے ہی اوس کے نام بخش دیتی تھی، تاکہ اوسے زکوٰۃ کی شرط حول کامل نہ پوری ہونے پائے، کون انکار کر سکتا ہو کہ مخدوم الملک کو سطوت پارسائی حاصل نہ تھی، لیکن کیا فی الحقیقت وہ پارسا بھی تھا؟

ہمارے زمانہ مین اگر اسمبلی کا کوئی رُکن بظاہر منطقی دلائل سے کام لیتا ہوا نظر آئے، وران تقریر مین صحت لفظی کا بہت خیال رکھے، منطق نما پیرایۂ تقریر اختیار کرے، تو تمام ملک اس کی تیزی فکر،

تدبیر اور استدلال کا قائل ہوجاتا ہے، حالانکہ بہت ممکن ہو کہ ع

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

کا مقولہ ہمارے دوست کی شان مین انکسار کی بجائے حقیقت ہو،

ہم دیکھ چکے ہین کہ جن صفات کی موجودگی کو بنائے سطوت فرض کیا جاتا ہے، وہ بسا اوقات ذاتی یا شخصی نہین ہوتین بلکہ اضافی، یا مصنوعی ہوتی ہین، ترغیب دہندہ کی ثروت، اور خاندانی وجاہت اوس کی ترغیب کی کامیابی مین جو حصہ لیتی ہے وہ روزانہ اخبارات سے ظاہر ہے، یہ جو ہم آئے دن سُنا کرتے ہین کہ فلان کتبخانہ، اسپتال، یا مدرسہ کا افتتاح فلان خطاب یافتہ شخص نے کیا، اس کی وجہ کیا ہے محض یہی کہ ان عمارتون کے بانی اچھی طرح جانتے ہین کہ ان "معزز" افراد کے انتساب سے عوام الناس بھی اون کی جانب ملتفت ہونگے، اس سے بحث نہین کہ سطوت خاندانی یا سطوت تمول کا اثر ترغیب پر کم ہوتا ہے یا زیادہ، سوال یہ ہے کہ یہ دونون کسی حد تک ترغیب مین بطور سند قبول کیے جاسکتے ہین، ظاہر ہے کہ تمول دوسری باتون کے لیئے "طغرائے امتیاز" نہین ہوسکتا، اور نہ کسی فرد کا کسی خاندان سے انتساب اوس کے ذاتی محاسن و معائب کا اصلی مظہر ہے، وصف اضافی "ہنر ذات" نہین ہے، و ما احسن قول العرفی:

اما بود وصف افسانی ہنر ذات — این فتوی ہمت بود ارباب ہمم را

وصفِ گل و ریحان بہوا باز نہ گردد — ہرچند ہوا عطر دہد قوتِ شمم را

سطوت کے اثر سے مرعوب ہوجانیکی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہین کہ اس کی "اثر آفرینی" بھی جذبات اور نیم شعوری تحریکات کی طرح غیر عقلی ہوتی ہے، کسی قسم کی سطوت کو لو، اوس کا مدار زیادہ تر مصنوعات اور نمایش پر نظر آئے گا، بادشاہون کا جاہ و جلال اور شہزادون کا دبدبہ اون کے دربار کی آرایش کی وجہ سے قائم ہے، یا خاندانی روایات پر منحصر ہے، مدبرانِ سلطنت کا رعب داب، اون کے تحکم اور اقتدار کے سبب سے ہوتا ہے، افسرانِ فوج کی شان، اون کی وردیون سے ہوتی ہے، اون

صورتون کے علاوہ جہان سطوت کے ساتھ شخصیت کا اثر بھی شریک ہو، اور جتنی مثالین ذکر کے اون مین سطوت کی بنا حقیقت، اور استدلال پر بہت کم نظر آئیگی، ضرورت ہے کہ سطوت کا موجودہ معیار بدلا جائے، یا کم از کم کسی اثر مین آکر لوگ اپنے اعمال کو نہ بدلین، سطوت کی بنا لوازمات اور مصنوعات نہین بلکہ اخلاقی حقیقی اور ذاتی صفات پر ہونا چاہیے "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" اور "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" کے زرین مقولون مین اسلام نے اِسی ضرورت کو واضح کیا ہے،

شخصیت | عام طور پر لوگون کا خیال ہے کہ سطوت اور شخصیت مرادف الفاظ ہین، ہم اِس غلطی کی طرف سطوت سے بحث کرتے وقت اشارہ کر چکے، سطوت یا دعاک اور شخصیت یا نفوذ مین سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ثانی الذکر وہبی و فطری ہوتی ہے اور ذاتی صفات عالیہ پر منحصر ہوتی ہے، حالانکہ اول الذکر اکتسابی ہے، اِس کا وجود کسی صفت عالیہ کے وجود کو مستلزم نہین ہے، مختصر یہ کہ سطوت کو اگر چاہو تو نفوذ مکتسب البتہ کہہ سکتے ہو، لیکن شخصیت کا اطلاق اِس پر ہرگز نہین ہوسکتا، اِس مین شک نہین کہ لوگون کا اِن دونون باتون سے مرعوب ہوجانا غیر عقلی فعل ہے، اور تعدیہ اثر کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن سطوت کا اثر شخصیت کے مقابلہ مین کہین زیادہ غیر عقلی ہوا کرتا ہے، ایسے لوگون کی ترغیب جن کی سطوت کی بنیاد خاندانی حیثیت، تمول، حکومت یا اور کوئی اضافی وصف ہے کیون کارگر ثابت ہوتی ہے؟ مذکورۂ بالا صورت مین تعدیہ اثر جذبی عمل ہے، اگر نفوذ ذاتی اور شخصیت کا لحاظ کیا جاتا تو ترغیب کو قبول نہ کیا جاتا، گویا کہ ترغیب کو قبول کرنا محض اِسی وجہ سے ہے کہ ترغیب دہندہ کا رعب غیر ذاتی، اور غیر شخصی ہے، اخبارات کی ترغیب کیون کامیاب ہوتی ہے؟ قوانین پارلیمنٹ ضابطۂ عدالت، احکام دار القضاۃ لوگون کے دل مین ایک قسم کی وحشت اور رعب کیون پیدا کرتے ہین؟ وجہ یہ ہے کہ اِن قوانین و احکام مین سطوت کا اثر ہے، کسی فرد یا افراد کی شخصیت کا لگاؤ نہین پایا جاتا، چونکہ لوگ اُن ذاتون کا تشخص اور تعین نہین کرسکتے، جو پس پردہ حائل ہین، اسلیے

اِن چیزون کی دھاک اون کے دلون پر اور زیادہ بیٹھ جاتی ہے. اگر اخبارات کی اڈیٹر ہم کے بجائے مین، کا استعمال کرتے یا پارلیمینٹ کے ارکان ہر تقاریر کو اپنے اپنے نامون کے ساتھ شائع کرتے تو ان صورتون مین "اخفائے شخصیت" باقی نہ رہتا اور نہ اِن چیزون کا اتنا اثر ہوتا، بعض رسالون کے اڈیٹر بجائے واحد متکلم کا استعمال کرتے ہین، اِن کا خیال ہوتا ہے کہ اِس طرح سے وہ شاید تحکم مین زیادہ کامیاب ہو جاتے ہین یہ خیال سراسر غلط ہی، مین کے استعمال کے ساتھ زید عمر بکر کی شخصیت کا سوال درپیش ہوتا ہے، اور اڈیٹری کا بند پردہ فاش ہو جاتا ہے،

سطوت اور شخصیت مین مذکورۂ بالا تناقض تو ضرور پایا جاتا ہے، لیکن پھر بھی جب موخر الذکر کے اندر اون ظاہری باتون مثلاً وجاہت ذاتی وغیرہ کا خیال کیا جاتا ہے تو اس کا اثر بھی جذبی اور غیر عقلی ہو جاتا ہے کسی تقریر کے اچھے یا برے ہونے کے متعلق جب کبھی اظہار خیال کیا جاتا ہے تو ہماری رائے پر مقرر کی آواز حرکات وسکنات، خط وخال کا ضرور اثر ہوتا ہے، اگرچہ ہم اِس سے لاعلم ہوتے ہین، تسخیرِ قلوب کی استعداد اور کشش کا ملکہ مقررون کے لیئے طغرائے امتیاز خیال کیئے جاتے ہین، ان خارجی باتون سے متاثر ہونا فطرتِ انسانی کا خاصہ ہی، اور اگر یہ چیزین فی الحقیقت مظہر شخصیت ہون، تو ان سے مرعوب ہونا غیر مستحسن نہین کہا جا سکتا، صفات باطنی اور مظاہرات خارجی مین اگر تخالف نہ پایا جائے، تو ثانی الذکر کا اثر (ترغیب مین) جذبی فعل نہین ہی، اگر تم کو کسی مقرر کی صداقت کا یقین ہوتا ہے، تو باوجودیکہ تم اوس کے نقطۂ خیال کے حامی نہ ہو پھر بھی اوس کی تقریر کو انصاف کے ساتھ جانچتے ہو اور بیجا تنقید سے کام نہین لیتے، خاص خاص مواقع سے قطع نظر، زندگی مین روز یہی ہوتا رہتا ہی کسی شخص کی گفتگو سنکر محض اوس کے الفاظ کی بنیاد پر اوس کے متعلق رائے قائم نہین کی جاتی، بلکہ اوس کی خصلت اور عادت کے متعلق جو کچھ ہمارا حُسن ظن، یا سوء ظن ہو، اِس کا اثر بھی ہمارے فیصلہ پر پڑتا ہی اور ایسا کرنا چندان قابلِ اعتراض نہین بشرطیکہ خصلت کے اندازہ مین تعصب کا دخل نہ ہو، بڑے

کیٹو (CATO)[1] نے خطیب کی تعریف اِن الفاظ مین کی ہے "وہ نیک آدمی جسمین تقریر کا ملکہ ہو"، اِس سے زیادہ جامع اور واضح تعریف مشکل ہے، اگر ہم سطوت کے ظاہری مظاہرات سے دھوکہ نہ کھائین حقیقی اور مصنوعی کے درمیان حدفاصل قایم کرین، اور ہر قسم کی ترغیب کا معیار بجائے ظاہری باتون کے، ترغیب دہندہ کی صدق نیت اور ذاتی اخلاقی صفات کو قرار دین، توہم کبھی محض شخصیت کے رعب مین آکر بری یا بُری ترغیب کو قبول نہ کرین، اور نہ اون لوگون کے دھوکے مین آئین، جو افراد کی کمزوریون اور جماعتون کے خاصۂ اثرپذیری سے ناجائز فائدہ اُٹھاکر، اون کو بطور آلۂ کامیابی کے استعمال کرتے ہین،

موسیقی ونقاشی وصناعی، **جملہ وسائل ترغیب** مثلاً حرکات وسکنات، اشارات سطوت اور شخصیت جن سے ہم اب تک بحث کرتے رہے، اگرچہ فی نفسہ ترغیب خاموش کے ذیل مین آتے ہین، تاہم ان کو ترغیب لفظی سے جدا نہین کیا جاسکتا، اس لیئے کہ اِن کا اثر الفاظ کے ساتھ وابستہ ہے، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ الفاظ کا مطلق استعمال نہ ہو، اور پھر بھی ترغیب کا عمل ہوسکے، اِس کی مثال موسیقی اور نقاشی مین ملتی ہے یہ چیزین مین صرف خود ہی جذبات سے لبریز نہیں ہوتین بلکہ دوسرونمین بھی وہی جذبات پیدا کردیتی ہین جنکی وہ خود مظہر ہیں، نغمون کا اثر لوگون پر کیا کچھ نہین ہوتا سنسان راتون مین سوہنی کی راگنیان کتنی دہشت پیدا کرتی ہین، چاندنی رات مین تالاب کے کنارہ بانسری کی سُریلی آواز کتنی فرحت وانبساط سے لبریز ہوتی ہے، ماہ محرم کے ماتمی نغمے، فوجی افسرون کی تجہیز وتکفین کے وقت بینڈ کی آواز کتنی دل خراش ہوتی ہے، اوس کے سنتے ہی دل دنیا سے بیزار ہوجاتا ہے، زندگی عذاب معلوم ہوتی ہے، فنا، دنیا کی بے ثباتی وغیرہ کے خیالات

---

[1] (ELDER CATO) ۲۳۴ ق.م مین ٹسکولم (TUSCULAM) مین پیدا ہوا، ابتدائی تربیت فن کاشتکاری مین پائی، بعد ازان رومتہ الکبریٰ چلا گیا، اور متعدد لڑائیون مین شریک رہا، روم کا سنسر (SENSOR) مقرر ہوا، ہر جدید ایجاد کا سخت مخالف تھا، کارتھیج سے اِسکو شدید دشمنی تھی ۱۴۹ق م مین قضا پائی"

دماغ پر مسلط ہوجاتے ہین، میدان جنگ مین باجون کی آواز خون مین کس قدر ہیجان پیدا کرتی ہے،
انسان تو خیر جس طرح جان دینے کے لیئے تیار ہوجاتا ہے، وہ تو ہے ہی، لیکن جانور بھی بے صبری کے ساتھ
حملہ پر آمادہ ہوجاتے ہین، ہاتھی مست ہوجاتے ہین، گھوڑے ٹاپین مارتے ہین،

ترغیب پر موسیقی کا اثر جذبات کی وساطت سے ہوتا ہے، اس کے ذریعہ سے جذبات کو برانگیختہ
کرکے لوگون سے اپنے حسب خواہش عمل کرایا جا سکتا ہے رقت کے جذبات طاری کرکے لوگونکو ہمدردی پر آمادہ کیا جاسکتا
ندامت اور شرم کے جذبات طاری کرکے کسی شخص کو قبیح افعال سے باز رکھا جاسکتا ہی جوش حب وطن اور اخوت کے جذبات بیدار کرکے
ضعیفون، کمزورون، اور بزدلون کو بھی جنگ پر آمادہ کرسکتے ہین، موسیقی کے براہ راست اثر کی مثالین
اگرچہ اتنی کثیر تعداد مین نہ مل سکین، تاہم ایسی مثالین جن مین الفاظ کا اثر موسیقی نے دوبالا کردیا ہو،
اور اس طرح بالواسطہ ترغیب دی ہو، شاذ نہین ہین، کانگریس کے جلسون مین بندے ماترم کا راگ
سامعین کے دلون کو مقررین کی ترغیب قبول کرنے پر آمادہ کردیتا ہے، اسلامی جلسون کا آغاز جب کوئی
خوش الحان قاری حسب موقع آیات قرآنی سے کرتا ہی، تو دلون کی کیا کیفیت ہوتی ہی، قومی نظمین گانے
والے کتنی کامیابی سے عوام مین جوش پیدا کردیتے ہین، اور بہت کچھ چندہ وصول کرلیتے ہین،

موسیقی کے اثر کو قبول کرنے کے متعلق جو کچھ عملی ہدایات دی جاسکتی ہین، وہ صرف یہی ہین
کہ جذبات مین امتیاز کیا جائے، جب کبھی اس قسم کی ترغیبون سے تم کو دوچار ہونا پڑے تو اس کو ضرور
دیکھ لو کہ جو جذبات مشتعل کیئے جارہے ہین، وہ مستحسن ہین، یا غیر مستحسن، موقع کی مناسبت سے ہین، یا
محض کاربرآری وحصول مقصد کے لیئے برانگیختہ کیئے جارہے ہین،

موسیقی کی طرح تصاویر کا اثر بھی جذبات پر بہت کچھ ہوتا ہے، اس کی بہترین مثال
بائسکوپ ہے، جس سے ہم آیندہ بحث کرین گے، شام کا جھٹ پٹا وقت، بہتا دریا، لہراتی ہوئی
شفق، ان سب مظاہر قدرت کی تصویرین دل پر سکون اور اطمینان کامل کی کیفیت طاری کرتی ہین

برخلاف اِس کے بسترِ مرگ، جان بلب مریض، مایوس بیوی بچون کی تصویر دیکھکر دل پر غم کا بادل چھا جاتا ہے، اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوجاتے ہین، اعلیٰ درجہ کی تصاویر مین ایک عجیب خاموش گویائی ہوتی ہے، اور اِس کا ترغیبی اثر الفاظ کی مدد سے بے نیاز ہوتا ہے، انگلستان مین ہوگارتھ[1] کی تصاویر بہت کچھ اخلاقی درستی کا باعث ہوئین، شراب خواری عیاشی وغیرہ کے خراب نتائج تصاویر کے ذریعہ ظاہر کرکے اِس مصور نے بہت کچھ اصلاحی کام کیا، ہندوستان مین بھی، دوران جنگ بلقان مین بلغاریون کے مظالم کی تصویرین لوگون کے دلون پر بہت کچھ اثر کرتی تھین، مسجد کانپور کے واقعہ مین سب سے زیادہ چندہ الہلال کی تصاویر، اور اڈیٹر الہلال کی جادو بیانی کی وجہ سے جمع ہوا، تصاویر کی کامیاب ترغیب کی بڑی وجہ اِن کی صفت نمایندگی اور اظہارِ واقعات ہے، ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ؟

تقریر اور تحریر مین جو کچھ کام تخیل کو کرنا پڑتا ہے، وہ تصویر مین حس باصرہ کرتی ہے، اور اس ذریعہ سے ناخواندہ لوگ بھی ترغیب کے حلقۂ اثر مین آجاتے ہین، اُمّی، اور عالم دونون یکسان طور پر صورت حالات کو سمجھ لیتے ہین، اور ترغیب دہندہ کے حسب منشا عمل کرتے ہین،

موسیقی، نقاشی او رصناعی مین جذبات سے اِسی طرح اپیل کی جاتی ہے، جس طرح کہ خالص عمل ترغیب مین، فرق اِن مین یہ ہے کہ اول الذکر صورتون مین کسی طرزِ عمل کی براہ راست تشویق نہین ہوتی، مگر مؤخر الذکر مین جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہین، انسانی طرزِ عمل کو براہ راست متاثر کیا جاتا ہے، فنون لطیفہ کی تعریف اِن الفاظ مین کی جاتی ہے "وہ انسانی فعل، جس کا مدعا، علامات نشانات

[1] ہوگارتھ (HOGARTH) ۱۶۹۷ء مین لندن مین پیدا ہوا، ایک سنار کی دکان مین بطور اُمیدوار کے داخل ہوا، نقاشی اور تصویرکشی کی تعلیم بطور خود حاصل کی، اسکی تصویرونکا موضوع ہمیشہ اپنے زمانہ کی اخلاقی پستی کا اظہار رہا ہے، اِن تصویرون نے انگلستان کی عام اخلاقی حالت کی درستی مین بہت کچھ مدد دی، وفات ۱۷۶۴ء

کے ذریعہ سے (مثلاً حرکات، خطوط، رنگ، اصوات یا الفاظ سے) دوسرون مین بالقصد کوئی جذبہ پیدا کرنا فنون لطیفہ کی تحت مین آتا ہے،" لیکن اس تعریف کے ساتھ ساتھ ایک اور شرط بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے اور وہ یہ کہ صاحب فن جن جذبات سے متاثر ہو، یا جن سے دوسرون کو متاثر کرنا چاہیے، وہ شائبہ غرض سے خالی اور غیر شخصی ہون یعنی کسی ذلت سے اون کا لگاؤ نہ ہو، ذاتی خواہشات کے اثر سے پاک ہون، اور حیات کے وسیع اور اعلیٰ تصورات پر مبنی ہون، اِن چیزون کے علاوہ، فن لطیف سے اگر کوئی اور مقصد پورا کرنا مدنظر ہو، تو اوسے فن لطیف نہین کہہ سکتے، نقاشی اُسی وقت تک فن لطیف ہے، جب کہ محض اپنی لطافت کے لحاظ سے کی جائے، موسیقی کا بھی یہی حال ہے، فنون لطیفہ مین سے کسی کو لو، اگر وہ فی الحقیقت، فن لطیف ہی تو اوس مین حیات انسانی کے عملی رُخ سے تم کو ایک طرح کی بے تعلقی نظر آئیگی اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اون کا بالواسطہ اثر عمل پر بھی ہوتا ہے اور اوس کی مثالین ہم پہلے دے چکے ہین، لیکن اِن صورتون مین اِن مین فنون لطیفہ کی فہرست سے خارج کر دینا پڑے گا۔

بائسکوپ یا متحرک تصاویر کے ذریعہ سے ترغیب۔ تصاویر کے ذریعہ سے ترغیب دینے کا سب سے زیادہ مقبول ذریعہ جو آج کل کثرت سے استعمال کیا جا رہا ہے، بائسکوپ ہی، گزشتہ جنگ کے زمانہ مین مختلف حکومتون نے اِسی کے ذریعہ نشر واقعات، اور اپنے مقصد کی تبلیغ و اشاعت کا کام لیا، انگلستان، اور دیگر اتحادی سلطنتون مین اسی کے ذریعہ سے عوام کو جنگ کے اسباب سے مطلع کیا گیا، متحرک تصاویر دکھا کر جرمن "بہیمیت" اور "مظالم" سے اون کو آشنا کیا گیا، ابھی حال ہی مین انگلستان کے اخبارون نے غل مچایا تھا کہ جاپانی قوم بائسکوپ کے ذریعہ سے انگریزی آبادی کو اپنا حامی اور ہم خیال بنا رہی ہے، سیاسی اغراض سے قطع نظر، معاشرت کی اصلاح کا کام بھی بائسکوپ سے لیا جاتا ہے، مثلاً شراب نوشی یا قمار بازی کی وجہ سے کسی خاندان کی تباہی کے حالات دکھا کر ناظرین کو اِن افعال قبیحہ سے متنبہ کیا جاتا ہے، آجکل مجلس اقوام اس کی تعلیمی اہمیت اور درس و تدریس مین اس کے استعمال پر غور کر رہی ہے

بائسکوپ کی کامیاب ترغیب کا خاص سبب تدریجی انکشاف واقعات ہے، واقعات یکے بعد دیگرے نظر کے سامنے آتے ہین، حواس خمسہ یا متخیلہ کی وساطت سے اصلی یا فرضی حالات دکھا کر لوگون کے جذبات کو تحریک دی جاتی ہے،

اگرچہ بائسکوپ کا اساسی اصول وہی ہے جو تصویر کی ترغیب کا ہوتا ہے لیکن مؤخر الذکر ایک طرح سے محدود ہے، صناعی، نقاشی، تصوری، ان سب مین رنگ آمیزی اور دوسری علامات کے ذریعہ اظہار واقعات و افعال تو کیا جا سکتا ہے لیکن یہ اظہار بلحاظ زمان و مکان، محدود ہوتا ہے یعنی ان مین کسی خاص مقام پر، کوئی خاص واقعہ یا فعل، ایک ہی وقت مین وقوع پزیر ہوتا ہوا نظر آتا ہے، مثال کے طور پر فرض کرو کہ تم کوئی ایسی تصویر دیکھتے ہو جس مین قاتل خنجر اٹھائے ہوئے کسی شخص پر حملہ کر رہا ہے، اور شخص دونون ہاتھ پھیلا کر اوس سے رحم کا ملتجی ہے، ظاہر ہے کہ یہ تصویر صرف اوس وقت کا اظہار کرتی ہے جبکہ مظلوم قاتل کے قبضہ مین آچکا تھا، ظلم کی وجہ، قاتل کے جذبات کا اشتعال، اوس کا تعاقب، مظلوم کا بھاگنا، اور دوسرے بہت سے واقعات جو اس تصویر کے قصہ کو مکمل کرین، تصویر مین ظاہر نہین کئے جا سکتے ان کے لیے کئی تصویرون کی ضرورت ہوگی، کیٹس (KEATS) نے ایک چینی کے پیالہ پر کسی حسین عورت اور اوس کے عاشق کی تصویر دیکھ کر کہا تھا "تجھکو دائمی نوجوانی حاصل ہے، اور تیرا عاشق ہمیشہ تجھ سے محبت کرتا رہے گا" مطلب یہ کہ جہان تک تصویر کا تعلق ہے نہ تو معشوقہ کا انحطاط لوگون کو معلوم ہوگا، نہ عاشق کی محبت مین کوئی کمی کسی کو نظر آئیگی، دو سو برس کے بعد بھی دیکھو، تو اوس تصویر کی وہی کیفیت پاؤ گے، جو ابتدا سے تھی، اس مقولہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ دکھانا تھا، کہ تصاویر، زمانیت اور مرور زمانہ کے ساتھ جو واقعات اور تغیرات رونما ہوتے ہین، اونھین ظاہر کرنے سے قاصر ہین، لیکن بائسکوپ مین یہ سب کچھ تدریجی انکشاف واقعات سے آناً فاناً ظاہر ہو جاتا ہے، سلسلۂ واقعات کی تمام اہم کڑیان موجود ہوتی ہین،

بائسکوپ کی تصاویر اظہار زمانیت، تبدیلی مقام، اور درمیانی واقعات کے انکشاف سے عاجز نہیں ہیں، ان میں سلسلۂ واقعات کا بھی اظہار کیا جا سکتا ہے جن کا قیام مہینوں بلکہ برسوں ہا ہے صرف ایک آدھ تشریحی جملہ کی ضرورت ہوتی ہے، نقاشی اور مصوری کے برخلاف، بائسکوپ قید وقت سے بے نیاز ہے، بلکہ ناول یا زبانی قصوں کی طرح تشریح و توضیح واقعات پر بھی اسے مکمل قدرت ہے،

ایک لحاظ سے اگر دیکھو تو بائسکوپ میں تسلسل واقعات، اور زمانیت کے اظہار کی صلاحیت ناول سے بھی زیادہ ہوتی ہے، علت ومعلول کا رشتہ جس طرح بائسکوپ میں ظاہر کیا جا سکتا ہے اوتنا آسانی کے ساتھ ناول میں بھی نہیں ہوتا، ناولوں میں یہ رشتہ متعدد صفحات عبور کرنے کے بعد ہاتھ آتا ہے لیکن بائسکوپ میں علاقۂ سببیت بہت کچھ بیّن اور واضح ہوتا ہے، اس کی بہترین مثال مسٹر جرارڈ کی کتاب "میرا چہار سالہ قیام جرمنی" سے ملتی ہے، حسن اتفاق سے اس کتاب کے واقعات کی ایک فلم بھی تیار کر لی گئی اور ان دونوں کے مقابلہ سے بائسکوپ کی کامیابی کا راز اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے، کتاب میں ایک موقع پر اوس دعوت کا بیان ہے جو برلن کے حکام سیاسی نے سفیر امریکہ کے اعزاز میں دی تھی، اس موقع پر میز بانوں نے امریکہ کے ساتھ بہت کچھ اظہار ہمدردی و دوستی کیا تھا، پھر کئی صفحات کے بعد جرمنی کے حکام کے کسی خفیہ جلسہ کا ذکر ہے، جو اسلئے منعقد کیا گیا تھا کہ امریکہ سے جنگ کرنے کے متعلق باہمی مشاورت سے کوئی تصفیہ کیا جا سکے، یہ تو کتاب کی حالت ہے، لیکن جب یہی واقعات بائسکوپ میں دکھائے جاتے ہیں تو پہلی دعوت کے بعد ہی دوسرے خفیہ جلسہ کا منظر پیش کر دیا جاتا ہے، اور اس طرح سے ناظرین پر کتاب کے مطالعہ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ اثر پڑتا ہے، انسانوں کے مقابلے میں بائسکوپ کی بڑھی ہوئی ترغیبی حیثیت کی یہ بہت اچھی مثال ہے، توالی و تواتر واقعات دکھا کر اپنے حسب منشا جذبات کو بآسانی اشتعال دیا جا سکتا ہے،

بائسکوپ کی کامیابی کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ جس طرح ہمارے خیالات وقت کی

قید سے بے نیاز ہین، اور گزشتہ کا خیال کرکے اور کبھی مستقبل کی خیالی تصویر قایم کرکے ہم اپنے آپ کو یا دوسرون کو ترغیب دے سکتے ہین، اوسی طرح سے بائسکوپ مین بھی حال سے بحث کرتے کرتے ماضی یا مستقبل کی تصویر بھی دکھائی جاتی ہے، مثلاً اسی فلم مین جس کا ہم حوالہ دے چکے ہین جب سفیر امریکہ کو اطلاع ملتی ہے کہ تاوقتیکہ وہ ان جرمن جہازون کی حفاظت کا ذمہ نہ لے جو امریکی ساحلون پر لنگر انداز ہین اوس وقت تک اوسے پروانۂ راہداری نہین دیا جا سکتا، تو معاً اوس کے خیال مین عوت کا منظر، اور مدبرین جرمنی کی دوستانہ تقریرین آجاتی ہین، بائسکوپ مین اوس کے ان خیالات کا اظہار بھی کیا جاتا ہے، اور جو خیالات سفیر کے دماغ مین چکر لگا رہے ہین وہ پردہ پر ظاہر ہوتے ہین، اور دفعتہً سرعت خیال کے ساتھ غائب بھی ہو جاتے ہین، لوگون کے خیالات کے اظہار کی صلاحیت اور حال سے بحث کرتے وقت پردہ پر مستقبل یا ماضی کے واقعات کی تصاویر کا ظاہر ہونا، یہ ایک اور وجہ بائسکوپ کی ترغیب کی کامیابی کی ہے، خیالات کی تصاویر دکھا کر وہی خواہشات اور خیالات ناظرین کے دماغ مین بھی پیدا کر دیئے جاتے ہین، اور ترغیب دی جاتی ہے،

ناظرین کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کی ایک اور ترکیب جو بائسکوپ مین کی جاتی ہے یہ ہے کہ ایکٹرون کے خط وخال، اون کے چہرون کا اتار چڑھاؤ، یہ باتین بھی پردہ پر ظاہر کی جاتی ہین، تغیر خط وخال مین جذبات کو متحرک کرنے کی جو صلاحیت ہے اوس سے کوئی انکار نہین کر سکتا، جب ہم کسی کو فرط انبساط سے مسکراتے ہوئے دیکھتے ہین، اور اس کی آنکھون مین خوشی کی چمک پاتے ہین تو (خاص صورتون سے قطع نظر) خود ہمارے قلوب مین بھی انبساط کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے کسی کو خوف کی حالت مین دیکھکر خشک ہونٹھ، زرد چہرہ، نکلی ہوئی آنکھین دیکھنے کے بعد ہم مین بھی خوف کی ایک لرزش خفی پیدا ہوتی، غرضکہ کسی جذبہ کے خارجی مظاہرات دیکھکر ہم مین بھی اوس قسم کے جذبات پیدا ہو جاتے ہین، بائسکوپ مین بھی اس خاصہ سے بہت کام لیا جاتا ہے، خط وخال، اور چہرہ کی کیفیت کا اظہار اگرچہ تصویرون مین بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن

اون کا تغیر نہین دکھایا جا سکتا، بائسکوپ مین جس کامیابی کے ساتھ یہ باتین دکھائی جاتی ہین، وہ ناولون کے متعدد صفحات سے بھی ممکن نہین، حرکات وسکنات بھی بائسکوپ مین خوب دکھائے جا سکتے ہین، اور چونکہ یہ چیزین (چہرے کا تغیر، حرکات سکنات وغیرہ) دیکھنے سے تعلق ہین، اور معرض تحریر مین پوری طور سے نہین لائی جا سکتین، بائسکوپ مین انھین دکھا کر جذبات کو اچھی طرح شہ دی جا سکتی ہے،

توالی وتواتر واقعات، تغیر خط وخال، ایکٹرون کے خیالات کا تصویرون مین اظہار حرکات سکنات، ان سب باتون نے مل جلکر بائسکوپ کو ترغیب کا ایک کامیاب آلہ بنا دیا ہے، اوس کی کامیابی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ بقول ایک انگریزی اخبار کے اڈیٹر کے " FOURYEARS)- STOY INGERMANY " (- چہار سالہ قیام جرمنی کے فلم نے انگلستان کی آبادی کے ۲/۵ حصہ کو جنگ کے اسباب سے مطلع کیا، جرمنی کی بہیمیت، اور وعدہ خلافی دکھا کر اوس کے خلاف شدید نفرت کے جذبات پیدا کیے"، ہندوستان مین ابھی تک بائسکوپ سے تبلیغ واشاعت کا کام نہین لیا جاتا، لیکن یہ صرف وقت کا سوال ہے، اور وہ وقت دور نہین ہے جب یہان بھی سیاسی تحریکات کی تائید مین اور معاشرتی اصلاح کے لیے بائسکوپ کا استعمال شروع ہو جائے گا،

ابتک ہم اون خصائص سے بحث کرتے رہے جنھون نے بائسکوپ کی ترغیبات کو کامیاب کر دیا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اس طریقۂ ترغیب مین خامیان نہین ہین، بائسکوپ کی ترغیب متعدد اسقام رکھتی ہے، اور اوس کی کامیابی کا انحصار انھین خرابیون پر ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ بائسکوپ کی ترغیب تمام وکمال حسی ہے، نظرین پردہ پر جمی رہتی ہین، مختلف تصاویر دیکھ کر، جذبات کو فوری تحریک تو ضرور ہوتی ہے، لیکن ناظرین کے قوائے عقلیہ تعطل کی حالت مین رہتے ہین، یہی وجہ ہے کہ بائسکوپ کا اثر جُہلا اور کم عقلون پر بہت ہوتا ہے، جو محض محسوسات سے متاثر ہوتے ہین، اگرچہ جاہل لوگون کو واقف کرانے کا بہترین ذریعہ بائسکوپ ہی ہے، لیکن نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے دیکھو، تو یہ طریقۂ ترغیب ناجائز

حقیقی ترغیبات انھین نہین کہتے جن مین قوائے عقلیہ کو مجہول کرکے مقصد برآری کی جائے، بلکہ اُس مین
نفس کے مختلف مظاہرات، استدلال، تخیل، تاثر، ارادت وغیرہ کا آزادانہ عمل بھی ہونا چاہیئے،

دوسرا عیب بائسکوپ کا یہ ہے کہ اوس مین واقعات کا اظہار بے ربط، مبالغہ آمیز، اور سنسنی خیز
ہوتا ہے، جن فلمون کا مقصد لوگون کو زبردستی کسی خیال کا موید بنانا ہوتا ہے، اوس مین واقعات کی ترتیب
اور اون کے باہمی ربط کی پروا نہین کی جاتی، تصویرون کے انتخاب اور واقعات کے احضار مین صرف
یہ خیال پیش نظر ہوتا ہے کہ یہ جذبات کو مشتعل کرسکتے ہین یا نہین، ظاہر ہے کہ یہ سب ترغیب باطل کے
خصائص ہین، جائز ترغیب کا طریقہ دوسرا ہوتا ہے، واقعات کی ترتیب، اون کا بتدریج اور بے مبالغہ
ناظرین کے سامنے پیش کرنا، موافق اور مخالف دونون رخون کو دکھلانا، حرکات وسکنات کا باقاعدہ
استعمال یہ سب باتین جائز ترغیب کے لوازمات ہین، نہ یہ کہ واقعات کا ہجوم، مبالغہ، اور سرعت
کے ساتھ آنکھون کے سامنے لایا جاتا ہے تاکہ عقل سے کام لینے کا موقع ہی نہ رہے!

اگر یہ مختلف عیوب نہ بھی ہوتے، تب بھی بائسکوپ کی ترغیبات کو ناجائز قرار دینے کے
لیئے صرف یہی کافی تھا کہ اوس مین میکانکی وسائل سے کام لیا جاتا ہے، اِس ترکیب سے جو کچھ واقعات
پیش کیئے جاتے ہین وہ عاقل افراد پر زیادہ اثر نہین کرتے، اور جو کچھ اثر ہوتا ہے تو وہ بھی عارضی تھیٹر
کے ذریعہ سے جو جذبات ناظرین کے سامنے ظاہر کیئے جاتے ہین، وہ باوجود اس کے کہ اوس مین انسان کام
کرتے اور چلتے پھرتے نظر آتے ہین، پھر بھی حقیقی نہین بلکہ مصنوعی خیال کیئے جاتے ہین، پھر بائسکوپ کی ترغیب
جس مین تصاویر کام کرتی ہین اور یہ تصاویر بھی مشین کے ذریعہ سے متحرک کی جاتی ہین کیسے حقیقی ہوسکتی ہے،

مکالمۃ، بیع، اشتہارات، اخبارات کے ذریعہ ترغیب ہر ایک کے ضمنی مباحث، اور اوسکے متعلق عملی ہدایات

ترغیب لفظی کے ذیل مین تحریری اور تقریری، دونون قسم کی ترغیبات داخل ہین، سچ پوچھو تو مدعائے ترغیب دونون صورتون مین وہی ہے لیکن پھر بھی اِن کے اجزائے ترکیبی مین کسی قدر اختلاف ہوتا ہے، مثلاً ترغیب تحریری مین ذہنی عنصر کسی قدر زیادہ ہوتا ہے، اور غیر عقلی عناصر کی دخل اندازی کا کم احتمال ہوتا ہے برخلاف اس کے ترغیب تقریری مین مقرر کی شخصیت کا اثر بھی سامعین پر ہوتا ہے، اور پھر اوس کے پاس اپنی ترغیب کو پر زور اور کامیاب بنانے کے اور وسائل بھی موجود ہین، مثلاً حرکات و سکنات کا استعمال، اشارات وغیرہ جو ظاہر ہے کہ ترغیب تحریری مین ممکن نہین، ان دونون اقسام مین سے، چونکہ ترغیب تقریری مین مختلف عناصر ترغیب کے کرشمے بدرجۂ اولی نظر آتے ہین، لہذا اسی کو اظہار خیال اور ترغیب کا عام ترین، اور مناسب ذریعہ کہا جا سکتا ہے، اِس باب مین اِن دونون قسمون کے بعض ذیلی اصناف سے بحث کی جائے گی، جو فی الحقیقت ترغیب کے ذیل مین آتی ہے، لیکن اون کو ترغیب کوئی نہین کہتا، مثلاً ترغیب تقریری کے اصناف مکالمۃ اور بیع کے وقت بائع کی مشتری سے گفتگو، اور ترغیب تحریری کے

اصناف:۔ اشتہارات، اور اخبارات کی ترغیب،

مکالمہ یا عام گفتگو، **گفتگو یا مکالمہ** کے متعلق، خواہ وہ کسی قسم کی کیون نہو، عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس مین عناصر ترغیب ضرور پائے جاتے ہین، خواہ دل بہلانے یا وقت کاٹنے کے لئے گفتگو کی جائے، یا دوسرون کو فرحت یا ایذا پہونچانا مقصود ہو، تم کو یہی نظر آئے گا کہ متکلمین یک دوسرے کو کسی نہ کسی قسم کی ترغیب ضرور دے رہے ہین، اور ایک دوسرے کی شخصیّت سے متاثر ہو رہے ہین مذکورۂ بالا مواقع کے علاوہ، جہان گفتگو سے محض بالواسطہ ترغیب کا کام لیا جاتا ہے، ایسی گفتگو بھی ہوتی ہو جس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ دوسرون کی رائے، یا اون کے افعال کو متاثر کیا جائے، علمی معاشرتی، سیاسی، معاشی، اخلاقی، مذہبی، غرضکہ ان جملہ مباحث پر جو گفتگو کی جاتی ہے اوس کا مقصد براہ راست ترغیب دینا ہوتا ہے، گفتگو کا مدعا کچھ ہی کیون نہو، اوس کی ترغیب کا کامیاب ہونا گفتگو کرنے والے مین کچھ ذاتی صفات چاہتا ہے، اوس کے مزاج عام افتاد طبیعت، خصلت، ان سب باتون کا ترغیب کی کامیابی یا ناکامی مین بہت کچھ دخل ہے،

بعض لوگ ایسے ہوتے ہین جن کی گفتگو ہمیشہ کامیاب طور پر ختم ہوتی ہے، دوسرون کو اپنا ہمخیال بنانے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرانے کا اونھین خاص ملکہ ہوتا ہے، لازمی نہین ہو کہ یہ لوگ جادو بیان مقرر بھی ہون، خطابیات کے طریقے چاہے یہ نہ جانتے ہون، لیکن معمولی کاروبار زندگی مین یہ لوگ ہمیشہ اپنی بات دوسرون سے منوا لیتے ہین، اِس گروہ کے برخلاف کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہین جن کی گفتگو کسی کو مرغوب نہین ہوتی، ذرا ذرا سے شبہات رفع کرنے مین، خفیف سے خفیف بات منوانے مین اونھین گھنٹون لگ جاتے ہین، اور پھر بھی اون کا مقصد حاصل نہین ہوتا، اور باتون کے علاوہ (مثلاً قوت استدلال، نفوذ ذاتی وغیرہ) پہلے گروہ کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ وہ عام فطرت انسانی سے واقف ہوتے ہین، اوس کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہین، دیگر معاملات دنیوی کی طرح گفتار

ین بھی داد وستد کے اُصول پر کاربند رہتے ہین،

ترغیب جائز کی طرح خوش گفتاری بھی اوس وقت حاصل ہوتی ہے، جب فطرت انسانی کی محبت، ہمدردی، اور دوسرون کی شخصیت کے متعلق عظمت اور توقیر کے نقوش ہمارے دلون پر گہرے بیٹھے ہوئے ہون، یاد رہے کہ ان چیزون مین مبالغہ سے کام لینا اوتنا ہی مُضر ہے جتنا کہ اون کا قطعاً لحاظ نہ رکھنا، ہمدردی سے یہ مراد نہین ہے کہ مسائل متنازعہ فیہ مین دوسرون کو خوش کرنے کے لیے اپنی رائے بھی بدل دی جائے، اور اون کے خیال کو صحیح مان لیا جائے، جو لوگ ایسا کرین اون کو خلیق نہ سمجھنا چاہیئے، بلکہ اون کی ہمخیالی کو معتقدات کی کمزوری، اور دلائل کی سطحیت پر محمول کرنا چاہیئے، اہم اور سنجیدہ مضامین پر جو گفتگو ہوتی ہو، اوس مین ہمیشہ ذاتی تیقن، اعتماد، اور وثوق کے ساتھ رائے دینا چاہیئے، لیکن ان باتون مین بھی "خیر الامور اوسطہا" کے زرین اُصول پر کاربند رہنا چاہیئے، وثوق جب اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے، تو تنگ نظری کا باعث ہوتا ہے اور اس کو تعصب کا نام دیا جاتا ہے، اپنی اصابت رائے پر بھروسہ رکھکر، دوسرون کی کسی بات کو نہ ماننا یا اون سے الجھ پڑنا مکالمہ کے محاسن نہین کہے جا سکتے، دوسرون کے خیالات، طبیعت، اور تأثرات کا حتی الوسع لحاظ رکھنا چاہیئے، سہولت اور نرمی کے ساتھ اپنے منشا، مانی الضمیر کا اونپر اظہار، اور اُنکی رائے کی بجا تنقید کرنی چاہیئے، جو لوگ ان باتون پر عمل نہین کرتے، اور باہمی مکالمہ کا آغاز صاف دلی کی بجائے سوءظن، تعصب، یا کبیدہ خاطری سے کرتے ہین، ایسی صحبتون مین اول تو گفتگو کا جاری رہنا ہی محالات سے ہے، اور اگر ہو بھی تو محض رسماً اور وضع کی پابندی کے لحاظ سے ہوگا، حقیقی لطف گفتگو مفقود ہوگا، خوش گفتاری کے لیے صدق نیت ایک دوسرے کا پاس و لحاظ، وحدت مساعی کا ہونا لازمی ہے،

اب روزمرّہ کی مکالمہ کو اس کسوٹی پر کسو، تم کو اوس مین بیشتر ان صفات کا فقدان نظر آئے گا، اور بجائے ان کے وہ جملہ خصائص دکھائی دینگے، جو ترغیب باطل کی ذیل مین ہم بتا چکے ہین

دوسرون کی شخصیت سے بے اعتنائی، قول وعمل کا تخالف، دل آزاری طعن وتشنیع یہ اور اسی قسم کے دوسرے خصائص اکثر گفتگو مین بھی نظر آئینگے، یہ سب باتین جلنی قاطع محبت اور غیر معاشرتی ہین وہ ظاہر ہی ہے، اصلیت یہ ہے کہ اِس قسم کی گفتگو غیر شعوری تحریکات کی وجہ سے ہوتی ہے اور غیر شعوری تحریکات کے جو قبیح خصائص ہوتے ہین اس کے اعادہ کی ضرورت نہین ہی،

ہم نے قصداً مکالمہ کے ذیل مین استدلال کے کرشمے، تخیل کی پرواز، اور جذبات کی ہنگامہ آرائیون سے بحث نہین کی، اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِن چیزون سے ترغیب تحریری وتقریری مین جو مدد لی جاتی ہے، اِس سے ہم پہلے ابواب مین بحث کر چکے ہین، گفتگو کو کامیاب بنانے کے لیئے عام ہدایات دی جا چکی ہین، جن پر کاربند رہکر ہر شخص کے لیئے اپنی قوت مکالمہ کے ذریعہ دوسرون کو ترغیب دینا ممکن ہوسکتی ہی، ذیل کے معنی خیز جملون سے گفتگو کے ضروری خواص سب کچھ جامع طور پر ظاہر ہونگے؛

بیع، بائع کی گفتگو، **معمولی مکالمہ کے** علاوہ، گفتگو کی ایک اور قسم بھی ہی جس مین کبھی نہ کبھی ہر فرد حصہ لینے پر مجبور رہتا ہے، ہماری مراد اس گفتگو سے ہے جو خرید وفروخت کے وقت بائع، اور مشتری مین ہوتی ہے، ایسے موقعون پر بائع کی حیثیت ترغیب دہندہ کی ہوتی ہے. موجودہ زمانہ مین دوکانداری کو بھی معمولی حیثیت. سے بلند کرکے، ایک فن کے درجہ تک پہونچا دیا گیا ہے، اور مختلف ممالک، بالخصوص امریکہ مین خالص اِس موضوع پر کہ بائع کو خریدارون کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے، متعدد کتابین لکھی گئی ہین،

اس سے تو شاید کسی کو انکار نہ ہو کہ بحیثیت ترغیب دہندہ کے بیچارے دوکاندار کی حیثیت بہت کچھ نازک ہوتی ہی، صرف یہی نہین کہ اوسے مختلف مزاج اور طبائع کے خریدارون سے سابقہ پڑتا ہو، بلکہ ہر خریدار اوس کی طرف سے یہ سوءظن لیئے ہوئے دوکان مین داخل ہوتا ہے کہ "اس کی نیت مجھ سے زیادہ سے زیادہ وصول کرنے کی ہے"، اِس سوءظن کی روشنی مین دوکاندار کا ہر فعل مشتبہ نظر آتا ہے

اگر وہ اخلاق سے پیش آئے، تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خوشامد سے کام لے رہا ہے، اگر وہ استقلال کیساتھ قیمت بتلائے، اور اپنے رویہ سے اس کا اظہار کرے کہ خریدار کے چیز خریدنے یا نہ خریدنے سے اوس کا کوئی فائدہ یا نقصان نہین ہے، تو اس صورت مین اسے کج خلقی سے تعبیر کیا جاتا ہے، انصاف سے دیکھو خریدار کا یہ رویہ سراسر غیر مستحسن ہی، اونھین یاد رکھنا چاہیئے کہ دوکاندارون ... کا منشا صرف جلب منفعت ہی نہین ہوتا، انکو ان حقوق کا لحاظ رکھنا ہوتا ہے جو ان پر بالطبع انسان ہونے کی حیثیت سے ہین۔

دوکاندارون کے لیے سب سے زیادہ ضروری صفات، مشاہدہ کی تیزی، اور قیافہ شناسی کا ملکہ ہین، اونھین ایک نظر مین پہچان لینا چاہیے کہ کونسا خریدار کس مزاج کا ہوگا، اور اُسی کے حسب حال اوس کے ساتھ پیش آنا چاہیے، اون کی اپیل زیادہ تر انفرادی ہوتی ہے، اون کی ترغیب کا مدعا یہ ہے کہ خریدارون کی ضروریات کا اندازہ لگا کر، اگر ان ضروریات کا احساس اون کے دماغ مین خفیف اور مبہم ہو تو اوس مین وضاحت اور یقین پیدا کر دین تاکہ اون مین خریدنے کا میلان پیدا ہو جائے، دوکانداری سے قطع نظر، اگر غور سے دیکھا جائے، تو انفرادی طور پر لوگون کی طرف متوجہ ہونا، اختلاف طبائع کا لحاظ کرتے ہوئے ترغیب دینا، ہر کامیاب ترغیب کے لیے ضروری ہی، اکثر زعما کی تقریرین زیادہ تر اسی وجہ سے ناکام رہتی ہین، بحیثیت مجموعی ان مین اثر ضرور ہوتا ہے، لیکن سامعین انفرادی طور پر اور خصوصیت کے ساتھ اس کا اثر محسوس نہین کرتے وکلا اور بیرسٹر اس راز سے آشنا ہوتے ہین، اور بحث کرتے وقت ان کا تمام تر مدعا سب سے زیادہ شدید مخالف کو رام کرنا ہوتا ہے، موسیو لی بان نے اپنی کتاب نفسیات جماعات مین لاشاڈ کا قصہ لکھا ہے، سب اراکین جوری اس کے ہمخیال ہو چکے تھے، اور اب اس کی فصاحت کے حملے صرف ایک شخص پر تھے، یکایک دوران تقریر مین رُک کر، اس نے جج سے کہا، براہ کرم چپراسی کو حکم دیجیے کہ چک ڈالدے، فلان جیوری صاحب کے چہرہ پر دھوپ آرہی ہے، جس سے اونکو تکلیف ہو رہی ہے" یہ الفاظ اوس شخص کی تسخیر کے لیئے کافی تھے، اور بالآخر لاشاڈ کو کامیابی ہوئی، ایک مشہور

وکیل مسٹر لنک اپنی کتاب "خطبات قانونی" میں لکھتے ہیں "سب سے پہلے اُس رُکن کو رام کرو، جو سب سے زیادہ ذہین ہو، اور مقدمہ میں زیادہ دلچسپی لیتا ہو، لیکن بقیہ گیارہ اراکین کی طرف سے بھی قطعاً بے پروا نہ ہو جاؤ، ورنہ اون کے احساسات کو ٹھیس لگے گی، اور وہ یہ سمجھیں گے تم اون کا عدم اور وجود برابر جانتے ہو اور ممکن ہے کہ اون کی رائے تمھاری رائے کے خلاف ہو جائے" اِس ہدایت کو دوکانداروں پر منطبق کرکے دیکھو تو ان کا سب سے پہلا فرض یہ نظر آتا ہے کہ مشتری کو خوش رکھیں، یعنی قوت تمیز، اور فیصلہ سے کام لیکر، خریدار کی شخصیت اور ضرورت کے حسب حال الفاظ استعمال کیے جائیں، ساتھ ہی اسکا بھی لحاظ رہے کہ مشتری قبل از قبل بائع کی طرف سے بدگمان ہوکر دوکان میں داخل ہوتا ہے، اس لیے اوس کی رائے سے تعارض کرنا، یا تواضع و خوش خلقی میں انتہائی مبالغہ سے کام لینا، خریدار میں ایک طرح کی ضد پیدا کر دے گا، جو ظاہر ہے کہ بائع کیلئے مفید نہیں ہو سکتی،

اشتہارات۔ **عام طور پر** ہر ملک کے معاشی ارتقاء کے تین مدارج تسلیم کیے گئے ہیں سب سے پہلا درجہ وہ ہوتا ہے جب کسی گاؤں کے لوگ انفرادی طور پر اپنی ضروریات کے پورا کرنے میں مشغول نظر آتے ہیں، اِس حالت میں تجارت کا کوئی وجود نہیں ہوتا، اشیاء کی قدر معاشی کا تعین بجائے روپیوں کی تعداد کے مقدار اشیائے متبدلہ سے ہوتا ہے، اول خویش بعدہٗ درویش، معاشی جد و جہد کا اصول قرار دیا جاتا ہے، ہر شخص جو کچھ پیدا کرتا ہے، اوس کا مقصد اوّل خود اپنی ضروریات کی کفالت ہوتا ہے، اور جو کچھ بچ رہتا ہے وہ دوسروں کو دے کر ان سے دوسری احتیاجات پوری ہوتی ہیں

اِس دور اول کے بعد جسے ہم بجا طور پر خود کفالت، کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں، دوسرا دور شروع ہوتا ہے، اِس دور کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ دوسروں کی ضروریات معیار قرار دیجاتی ہیں، نجار، زرگر، پارچہ باف، غرضکہ تمام صناع اور دست ورز افراد جو کچھ پیدا کرتے ہیں وہ دوسرے بازاروں کے لیئے پیدا کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ اِس حالت میں کاروبار

اور خرید و فروخت کا صحیح معنوں مین آغاز ہوتا ہے، فلان مقام پر کس چیز کی ضرورت ہے؟ فلان تہوار کے موقع پر کس قسم کے لوگون کا مجمع ہوتا ہے؟ آج کل کا فیشن کیا ہے؟ یہ سوالات ہین جن کا لحاظ ضروری ہوتا ہے، اس کے بعد جو دور آتا ہے اوجسے معاشیات مین فیکٹری کے درجہ کے نام سے موسوم کرتے ہین، اُس مین پیدائش اشیاء بہت بڑے پیمانہ پر عمل مین آتی ہو، دوسرے ملک بھی حلقۂ تجارت مین داخل ہوجاتے ہین، اور اِس طرح سے بائع اور مشتری ایک دوسرے سے الگ ہوجاتے ہین، یہی وہ حالت ہو جہان اشتہارات کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہو، اور پُرانے لوگون کے خیال کے بالکل خلاف تجارت مین رونق و آرام کے لیے "مشاطہ" کی ضرورت تکلف کی حد سے گزر کر لوازمات کے زمرہ مین شامل ہوجاتی ہے،

دو بدو خرید و فروخت مین جو کام بائع کی چرب زبانی کرتی ہو بالکل وہی غرض اشتہارات کی بھی ہوتی ہے، انکا منشا یہی ہوتا ہے کہ خریدارون کے سامنے عام ضرورت کی اشیاء کا ایسے الفاظ مین ذکر کیا جائے کہ اون کی خواہشات کو تحریک ہو، یہی چیز ہے جو اشتہارات کو بھی دوسرے محرکات ترغیب کی صف مین لاکر کھڑا کردیتی ہے اور اِسی حیثیت سے ان کی نفسیاتی خصوصیات پر غور کیا جا سکتا ہو، یون تو ہر شخص جب کسی دُکان مین داخل ہوتا ہو، تو کوئی نہ کوئی خواہش لیے ہوئے جاتا ہو، لیکن بسا اوقات یہ خواہش موہوم ہوتی ہو، اِس صورت مین دوکاندار کی چرب زبانی اور لسّانی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اسے پُرزور بنا دیا جائے، اِسی طرح اشتہارات کا مقصد بھی اِسی خواہش کو بیدار کرکے اسے قوی تر بنانا ہوتا ہو، اِس قسم کے اشتہارات جلب منفعت کے لیئے دیئے جاتے ہین، ترغیب تحریری کی دوسری اصناف کی طرح اشتہارات کی ترغیب بھی تنظیم و ترتیب لیے ہوئے ہوتی ہے، جذبات کو مشتعل کرنا، متخیلہ کی ریشہ دوانیان، استدلال کی تائید، یہ سب باتین ادنی پیمانہ پر، لیکن بدلی ہوئی نوعیت کے ساتھ اشتہارات مین بھی نظر آتی ہین، الفاظ کے ساتھ ساتھ تصاویر سے بھی مدد لیجاتی ہے، اور اِس طرح سے توضیح و تشریح کے ساتھ ساتھ تفریح بھی ہوجاتی ہے،

یون تو اشتہارات کا مدعا اکثر و بیشتر یہی ہوتا ہے کہ لوگون کو خرید و فروخت کی ترغیب دیجائے
لیکن زمانۂ موجودہ مین انکا حلقۂ اثر وسیع ہوتے ہوتے سیاست، اور حتی کہ (انگلستان مین) مذہب پر بھی
حاوی ہوگیا ہے، تبلیغ و اشاعت کا کام انہی کے ذریعہ سے لیا جاتا ہے، قومی و سیاسی مباحث سے عوام کو
روشناس کرانے کے لیئے، اور اون کی تائید حاصل کرنے کے لیئے بھی اسی واسطہ کو کام مین لایا جاتا ہے،
میونسپلٹی اور کونسلون کے انتخابات، ترک موالات، فراہمی زر، اعانت سوراج اور ایسے بہت سے سیاسی
اور معاشرتی مسائل پر متعدد اشتہارات نظر سے گزرتے ہین، خود حکومت بھی تبلیغ و اشاعت کے مستقل محکمے
قائم کرتی ہے، مجروحین کی امداد، فوجی بھرتی وغیرہ کے متعلق سرکاری دارالاشاعتون سے اشتہارات
شایع ہوتے رہتے ہین، اور ہر شخص جانتا ہے کہ اِس قسم کے اشتہارات کی کامیابی بحیثیت محرکات ترغیب
بہت کچھ ہے،

اشتہارات کے خصائص سے ناظرین کو روشناس کرانے کے لیئے، اور ان کے اساسی اصول
نفسیہ سے واقف کرنے کے لیئے ذیل کی مثال بہت کچھ مفید ہوگی، یہ اشتہار زمانۂ جنگ مین برطانوی وزارت
خدمتِ قومی کی طرف سے شایع کیا گیا تھا،

"دشمن کی نیت تمھین فاقون مارنے کی ہے، اوس کی کوششون کو غارت کردو، برضا و رغبت
قومی خدمت کے لیئے خود کو وقف کرو، **برطانیہ** کو **ہر حال مین** جلد از جلد دوسرون کی
مدد سے بے نیاز ہوجانا چاہیئے، جنگ کے قابل افراد کو سبکدوش کرکے جلد از جلد **صلح** حاصل کرنے
مین مدد دو، آج ہی اپنا نام لکھاؤ، **ابھی ابھی** جاکر نزدیک ترین ڈاکخانہ یا دفتر خدمت قومی سے
رضاکارانہ خدمت کا تختہ لے آؤ اور اوس پر **ابھی ابھی** دستخط کردو"

ہر عمل ترغیب کا آغاز کسی نہ کسی خواہش یا عقیدہ سے ہوتا ہے باوجود ترغیب دہندہ کے ذہن
مین قبل از قبل موجود رہتا ہے، مذکورۂ بالا اشتہار مین بھی اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ مشتہر کی ترغیب

جس خواہش سے شروع ہوئی، وہ یہ ہے کہ قومی خدمت کے لیئے رضاکارون کی کثیر ترین تعداد جلد از جلد فراہم کی جائے،

مشتہر کی خواہش تو معلوم ہوگئی، اب آؤ یہ دیکھین کہ یہ خواہش اس کے دماغ مین کیون پیدا ہوئی؟ لازم ہے کہ اس سے کسی جذبہ یا فطری رجحان کی تشفی ہو، ورنہ اس کا وجود ہی نہ ہوتا، وہ کون سے جذبات ہین جو مشتہر کے دل مین پیدا ہوئے، اور جن کو وہ بذریعۂ اشتہار دوسرون مین بھی پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ ان کی تحریک سے لوگ اس کے حسب منشا عمل کرین، صیانت حیات کا جذبہ ہر شخص کے دل مین فطرۃً موجود ہوتا ہے، اس کو اشتعال دینے کے لیئے یہ کہا گیا کہ دشمن کی نیت ہمین فاقون مارنے کی ہے، یعنی وہ ذرائع بہم رسانی خوراک کو مسدود کر دینا چاہتا ہے، جذبۂ حب الوطنی کو تحریک دینے کے لیئے یہ کہا گیا کہ "برطانیہ کو جلد از جلد دوسرون کی مدد سے بے نیاز ہونا چاہیئے"، یہ کہکر کہ دشمن کا حملہ وسائل بہم رسانی خوراک پر ہے، لوگون کے دلون مین غصہ و غضب کے جذبات برانگیختہ کیئے گیئے، ان سب جذبات کی ملی جلی طاقت نے مشتہر کے دل مین یہ خواہش پیدا کی کہ فوج بھرتی کی جائے، اور چونکہ اس کا خیال تھا کہ اگر یہی جذبات لوگون کے دلون مین بھی پیدا کر دیئے جائین گے تو وہ اس کے حسب خواہش عمل کرین گے، اس لیئے اشتہار کی وساطت سے یہی جذبات ان کے دلون مین پیدا کرنے کی کوشش کی گئی،

ان جذبی عناصر کے علاوہ، اگر اس اشتہار کو بغور دیکھا جائے تو عنصر ذہنی بھی مختصر اور عام فہم دلائل کی شکل مین نظر آتا ہے، لوگون کے سامنے یہ کلیہ پیش کیا گیا کہ فوج مین بھرتی ہونے والے اپنی حب الوطنی کا ثبوت دینگے، اور وہ اس طرح سے کہ فاقون کی مصیبتون کو دور کرنا، دشمن کو شکست دینا، برطانیہ کو بیرونی امداد کی طرف سے بے نیاز کر دینا، یہ بھرتی ہونے والون کا فرض ہوگا اور یہ سب وطن خواہی اور خدمت قومی کی مثالین ہین، مزید دلیل یہ پیش کی گئی کہ ان کی اعانت اور شرکت عمل سے جنگ بھی جلد از جلد ختم ہو سکے گی کیونکہ دولت برطانیہ اپنی تعدادی غلبہ کی بدولت دشمن کو صلح پر مجبور کر سکے گی

جذبی اور ذہنی اپیل سے قطع نظر، ذرا ترکیبِ عبارت اور ترتیبِ الفاظ پر بھی غور کرو، طرزِ بیان
کتنا پُر زور ہے، موقع کی اہمیت، اور تعجیل کی ضرورت ظاہر کرنے کے لیئے جلی قلم سے کام لیا گیا، مشتہر نے
کمال فطرت شناسی کی بنا پر کہین بھی لفظ جرمن یا جرمنی استعمال نہین کیا، اس لیئے کہ دشمن کے "بند" لفظ
سے خطرہ کا احساس زیادہ عام ہوجاتا ہے، ضرورت کی شدت ظاہر کرنے کے لیئے تمام عبارت امر مین لکھی گئی
ہر پڑھنے والے کو یہ احساس دلانے کے لیئے کہ مشتہر کا روئے سخن اسی کی جانب ہے، عبارت مین جمع مخاطب "تم"
استعمال کیا گیا، اور واحد یا جمع غائب کا استعمال (مثلاً لوگون کو چاہیئے، یا ناظرین کو چاہیئے الخ...) نہین
کیا گیا، قومی مبلغین کے لیئے اس آخری اُصول پر کاربند رہنا ازبس ضروری ہے ورنہ ان کی ترغیب کی کامیابی
دشوار ہے، مثلاً ترکِ موالات ہی کی تحریک کو لو، اگر کوئی مبلغ بدیشی صنائع کے استعمال کی ترغیب کسی
مجمع کو دے رہا ہو، تو اس کو چاہیے کہ اپنا منشا ما فی الضمیر کو ایسے الفاظ مین پیش کرے کہ زید، عمر، بکر سب
اپنی اپنی جگہ پر اوس کے خیالات سے متاثر ہون، اور محسوس کرین کہ اوس کی اپیل انھین سے ہے،

جن جن اصولون کا ابھی ابھی ذکر کیا گیا، عام تجارتی اشتہارات بھی انھی پر منحصر ہوتے ہین،
مگر یہ قومی کی بجائے انفرادی ہوتے ہین، اور اُنکا اصل مقصد جلبِ منفعت ہوتا ہے، اور امر سے انہین
بھی اکثر کام لیا جاتا ہے، دلائل البتہ بہت کم ہوتے ہین، اور ان کی چندان ضرورت بھی نہین ہوتی
اسلیئے کہ زیادہ تر تجارتی اشتہارات خورد و نوش، صحت و تفریح، لباس، مکان، وغیرہ کے متعلق ہوتے
ہین، اور یہ خواہشات ہر شخص مین فطری طور پر اتنی قوی ہوتی ہین کہ مزید دلائل کے ذریعہ تقویت پہنچانے کی
ضرورت نہین ہوتی، اس لیئے صداقت ناموں اور اسناد پر اکتفا کی جاتی ہے، کبھی کبھی کسی سر بر آوردہ
شخص سے انتساب کرکے ہر دلعزیزی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مثلاً "گاندھی اسٹور" یا
"بسر پرستی حاذق الملک" وغیرہ، دلیل کے بجائے دعوون سے البتہ کام لیا جاتا ہے، مثلاً شدّتِ ثوق
کے ساتھ اپنی مشتہرہ اشیا کو بہترین بتایا جاتا ہے،

عوام الناس جب بتکرار اس قسم کے دعوون کو سنتے ہین، تو کسی قدر ان سے متأثر ہوتے ہین، اور اس طرح ان چیزون کی خرید کی اونھین ترغیب ہوتی ہے، لوگون مین فرحت پیدا کرنے اور اونکی توجہ مائل کرنے کے لیئے مختلف ترکیبین کی جاتی ہین، کبھی کبھی مضحکہ خیز تصاویر سے بھی کام لیا جاتا ہے، اسم صفت کا استعمال نہایت فراخ دلی سے ہوتا ہے، "بہترین" "ارزان ترین" "نہایت پائدار" ایسی ہی دوسری مبالغہ آمیز صفات کا استعمال کیا جاتا ہے،

تمام اشتہارات کی مشترکہ صفت، ان مین کسی نہ کسی جدت کی موجودگی ہے، خواہ یہ جدّت کسی تصویر کے استعمال سے پیدا ہوئی ہو، یا عنوانِ اشتہار، یا نفسِ اشتہار سے پیدا ہوتی ہو، اب سوال یہ ہے کہ ترکیب اشتہار مین جو جدت طرازیان کیجاتی ہین وہ بامعنی، اور اشیائے مشتہرہ کے حسب حال ہونی چاہئین، یا بے سروپا، جن کا کہ نفس اشتہار سے کوئی تعلق ہی نہ ہو، زیادہ تر اشتہارات جو اپنی نظر سے گزرتے ہین، وہ اسی مؤخر الذکر قسم کے ہوتے ہین، تصاویر اگر دیجاتی ہین تو وہ ایسی کہ ان مین اور اشیاء مشتہرہ مین فی نفسہ کوئی مناسبت ہی نہین ہوتی، عبارت کی دلچسپی کا بھی یہی حال ہے، عنوانات ایسے مضحک قائم کیئے جاتے ہین جو جالبِ توجہ تو بیشک ہوتے ہین لیکن نفس اشتہار سے کوئی تعلق نہین رکھتے، بدقسمتی سے یہ سب عیب ہمارے ہندوستانی اشتہارات مین بدرجۂ اولیٰ نظر آتے ہین، چند مثالین درج ذیل ہین،

(۱) ایک صاحب امراض خبیثہ کی دواؤن کا اشتہار دیا کرتے ہین، عنوان مین لکھا ہوتا ہے،

"مراد آباد مین مردہ زندہ ہوگیا"،

نفس مضمون کو پڑھو تو عنوان سے کوئی تعلق نہین رکھتا،

(۲) ایک صاحب ناظرین کی توجہ مبذول کرانے کے لیے عنوان مین لکھتے ہین،

"آپ کو خدا کی قسم مجھے ضرور پڑھیئے"،

(۳) ایک صاحب سرمہ کا اشتہار دیتے ہین، عنوان مین یہ فقرہ ہوتا ہے:-

"آنکھین کھل گئین جب چاند نظر آیا"،

غالبًا یہ مین اشتہارات، ہندوستانی اشتہار بازون کی فن اشتہار بازی کی طرف سے لاعلمی کا کافی ثبوت ہین۔ اخبارات کے کالمون سے ایسے متعدد اشتہارات جمع کیے جا سکتے ہین،

مذکورۂ بالا اشتہارات، اس مین شک نہین، کہ پڑھنے والون کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہین، اور ان کی سرخیان پڑھکر ایک طرح کا خوشگوار، یا تعجب کا اثر ضرور ہوتا ہے، مگر استمرار توجہ کی صلاحیت ان مین نہین ہوتی، اور متعدد بار شایع ہونا بجائے اس کے کہ ان اشتہارون کو مقبول بنائے، برعکس نتیجہ پیدا کرتا ہے، ان عنوانات کے بدلے، اگر ایسے عنوانات قایم کیے جائین جو نفس مضمون سے تعلق رکھتے ہین، ایسی عبارت استعمال کی جائے جو نفسیاتی اعتبار سے ترغیب کے جملہ عناصر اپنے اندر موجود رکھتی ہو، ایسی تصاویر کا استعمال کیا جائے جو پڑھنے والون کی ضروریات کو زیادہ واضح کرین، اور محض زینت اشتہار اونکا منشا نہ ہو، تو کہین زیادہ عملی فوائد حاصل ہونے کی اُمید ہوسکتی ہے

انگریزی، امریکی تجارت کے فروغ کے اسباب تلاش کرو تو جہان اور بہت سے معاشی یا سیاسی اسباب نظر آئین گے وہین فن اشتہار بازی کی زیادہ واقفیت بھی ایک بڑا سبب معلوم ہوگا جن لوگون نے گلیکسو (GLOXO) البیولکیٹن (Albulactine) اسٹیفن کی روشنائیون اور لپٹن کی چائے کے اشتہارات دیکھے ہین وہ بتلا سکتے ہین کہ یہ سب کتنے مربوط اور مسلسل ہوتے ہین، اپنے مختلف محاسن کے اعتبار سے دوسرون کے جذبات کو کس طرح تحریک دیتے ہین،

توجہ کو برقرار رکھنے، اور لوگون کو کامیاب طور پر ترغیب دینے کی بہترین صورت یہ ہوسکتی ہے کہ معمولی وسائل دلچسپی کے علاوہ اشتہارات کے ذریعہ ان خواہشات اور رجحانات سے اپیل کی جائے، جن کی تشفی اشیائے مشتہرہ کرسکتی ہون، کامیاب مشتہرین وہی ہوتے ہین جو اس گر کو

سمجھ لیتے ہین اور اپنے اشتہار کے آغاز مین پہلے تو خواہشات کو اس طرح اکساتے ہین کہ اشیائے مشتہرہ کی ضرورت واضح ہوجائے اور پھر دوسرے مشتہرین کے مقابلہ مین اپنی فوقیت کا اظہار کچھ ایسی خوش اسلوبی سے کرتے ہین کہ ادعائی بیان کے بجائے لوگون کو وہ حقیقت نظر آتا ہے، مثلاً خضاب کا ایک اشتہار ہے،

"کیا تم پیری مین جوان بننا چاہتے ہو"

یہ دعویٰ تو نہین کیا جا سکتا کہ جس خواہش کو اس عنوان کے ذریعہ تحریک دی گئی ہے، وہ کل ضعیف العمر حضرات کے قلوب مین موجود ہوتی ہے، پھر بھی کم از کم خضاب استعمال کرنے والا طبقہ اس طرز مخاطبت سے ضرور متاثر ہوتا ہے آگے چلکر خضابون کے مختلف عیوب بتائے جاتے ہین، مثلاً تیزابیت کا ہونا، یا جلد پر داغ ڈالنا، یا دیرپا نہ ہونا وغیرہ سب سے آخر مین اپنے خضاب کو ان عیوب سے بری بتلا کر دو تین مستند ڈاکٹرون کے صداقت نامے دئیے جاتے ہین، اس اشتہار کو نفسیاتی اعتبار سے مکمل تو نہین کہا جا سکتا، اس کا عنوان بہت ممکن ہو کہ اکثر حضرات مین ضد (Contrariance) کا مادہ پیدا کر دے، کیونکہ گو خضاب کے استعمال کا مخفی مقصد وہی کیون نہ ہو جو عنوان مین ظاہر کیا گیا ہے، تاہم اس خواہش کا شعور خفی سے نکال کر شعور کے سامنے لانا، مخاطب افراد کے ضمیر مین ایک طرح کی خلش پیدا کر دیتا ہے وہ در اصل کم عمر معلوم ہونا چاہتے ہین، لیکن یہ بھی نہین چاہتے کہ کوئی اونکی اس خواہش کو پہچانے اس سقم کے باوجود، اس اشتہار مین کامیاب اشتہارات کے اکثر خصائص نفسی نظر آتے ہین،

غرض کہ اشتہارات مین کسی فطری خواہش کو تحریک دینا ضروری ہو، اب دیکھنا یہ ہے کہ مختلف فطری خواہشات مین سے ایسی کون سی چیزین ہین جن مین سے مشتہرین زیادہ مدد لے سکتے ہین، امریکہ کے ایک مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر ایڈورڈ ک، اسٹرانگ (Edward.K. Strong.) نے اس بارہ مین متعدد تجربے کیئے ہین، اور ان کی بنا پر چند مفید اصولون کا استقصا کیا ہے، ایک تجربہ یہ تھا کہ اشیائے خورد و نوش کے متعلق بیس مختلف اشتہارات جمع کیئے گئے، ان بیسون اشتہارات کی نقلین پچاس

بی۔ اے کامیاب اور بی، اے کے متعلمین کے حوالہ کی گئین، اِن لوگون کو ہدایت کی گئی کہ اِن اشتہارات کو غور پڑھین، اور ایک علیحدہ کاغذ پر ان کی ترغیبی قوت کو لکھتے جائین، یعنی یہ کہ اگر وہ خود اِن اشیاء کو خریدین تو مختلف مشتہرین مین سے کس سے خرید کرین گے جو اشتہار سب سے زیادہ ترغیب دیتا ہو اُسے نمبر اول پر رکھکر بقیہ کو علی الترتیب اوس کے نیچے درج کرتے جائین، جب یہ مختلف نتائج تجربہ کنندہ کے حوالہ کیے گئے اور اونکو جانچا گیا تو معلوم ہوا کہ بلحاظ آرا جس اشتہار کو سب سے پہلے نمبر پر رکھا گیا وہ حسب ذیل تھا،

"ہمارے یہان خورد و نوش کی جملہ اشیا صاف ستھرے باورچی خانون مین، پاک وصاف لوگون کے ہاتھ سے صاف ستھرے برتنون مین تیار ہوتی ہین، قانون غیر آمیزش خوراک مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۶ء کے ماتحت ہماری دوکان کی گارنٹی ہو چکی ہے، ہر سال ہزارہا افراد ہمارے باورچی خانون مین آکر بچشم خود چیزون کو تیار ہوتے ہوئے دیکھتے ہین"

ڈاکٹر صاحب موصوف اِن صفات کی ترتیب جن کی بنا پر مذکورہ بالا اشتہارات کم یا زیادہ مقبول ہوئے، درجہ وار حسب ذیل کرتے ہین،

(۱) سب سے زیادہ ترجیح پاکی وصفائی کو دی گئی،

(۲) جن اشتہارات نے طبی صداقت نامے دیے تھے اون کی مقبولیت دوسرے نمبر پر تھی،

(۳) ذائقہ اور صحت کی طرف جن اشتہارات نے اشارہ کیا تھا، اونکا نمبر تیسرا رہا،

(۴) چوتھا نمبر اون اشتہارات کا تھا جنمین کارخانون کی قدامت اور شہرت کا ذکر تھا، اور جمہوریت امریکہ کے سابق صدر روزولٹ (ROOSEVOLT) کی سفارش اور ارزانی کی طرف اشارہ کیا گیا تھا،

(۵) پانچوین نمبر پر وہ اشتہارات تھے جن مین حسب ذیل، یا اونہی معنون کے دوسرے جملے

درج تھے، "ہر جگہ فروخت ہوتی ہین"، "ملکی تجارت کو فروغ دو"، "عظیم الشان کارخانون مین تیار ہوتی ہین"
وغیرہ وغیرہ،

اِس قسم کے تجربات دلچسپ ہونے کے علاوہ سبق آموز بھی ہوتے ہین، اور اگر زیادہ بڑے پیمانہ پر
کئیے جائین تو اون کی بنا پر صحیح نتائج بھی مستنبط ہوسکتے ہین جو ظاہر ہے کہ تجارتی حیثیت سے بہت کچھ
مفید ہون گے،

لیکن ایسے تجربات کا ایک نقص یہ ہوتا ہے کہ اُن کے استقرار مین تعمیم کا وجود نہین ہوتا، ایک
محدود حلقہ کے اندر یہ البتہ صحیح ہوتے ہین، مثلاً اسی تجربہ مین دیکھو کہ اگر یہی بیس اشتہارات کسی
جامعہ کے طلبہ کی بجائے فوج کے سپاہیون کے حوالہ کیئے جاتے تو مختلف صفات کی تبویب اور ترتیب موجودہ
صورت سے ضرور مختلف ہوتی، بہت ممکن ہے کہ صفائی کے بجائے روز دولت کی سفارش یا ارزانی کی صفات
ان لوگون پر زیادہ اثر کرتین، تاہم اِس قسم کے تجربات سے اتنا ضرور معلوم ہوجاتا ہے کہ غالب افرادین
کونسی خواہشات قوی تر ہین، اور کونسی کمزور، اور اِسی بنا پر اشتہارات کی عمارت تیار کی جاسکتی ہے،

دوسری بات جو مذکورہ بالا تجربہ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جتنا زیادہ ترغیبی پہلو کسی اشتہار مین
نمایان ہوگا، اسی قدر کم احتمال اس کی کامیابی کا ہے، انسانی طبائع کا خاصہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہوجائے
کہ کوئی شخص ہم پر کوئی خاص اثر ڈال رہا ہے تو ان مین ایک طرح کی "ضد" پیدا ہوجاتی ہے، اور قوت ارادی
کی خاص کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس اثر کو قبول نہ کیا جاوے، اسی طرح سے اشتہارات کی ترغیب بھی سی تت
کامیاب ہوسکتی ہے جب یہ "بند" پیرایہ مین اور بالواسطہ دی جارہی ہو، جس اشتہار کو گزشتہ تجربہ مین اول
نمبر پر رکھا گیا تھا، اِسی مین دیکھو، تو ترغیبی پہلو کہین صاف نہین نظر آتا، ہندوستانی مشتہرین، اِس اصول کو
بھلائے ہوئے ہین، اور اکثر اشتہارات ہماری نظر سے ایسے گزرتے ہین جن مین بعض اوقات قسمین تک دیجاتی
ہین، اور تاکیدی عبارت مثلاً "آج ہی آرڈر دیجئے"، "ضرور خریدئیے"، "دیکھئے دیر نہ کیجئے ورنہ پھر موقع

ہاتھ نہ آئے گا" درج ہوتی ہے،

اشتہار بازی کا ایک جدید اسلوب جو امریکہ اور یورپ کے مشتہرین استعمال کر رہے ہین بحیثیت آلۂ ترغیب بہت کچھ کامیاب ثابت ہوا ہے، اِس طریقہ مین نہ تو غیر متعلق اور بے تکی تصویرون سے مدد لیجاتی ہے، اور نہ کوئی بے معنی عنوان قائم کیا جاتا ہے، "مضمون" کی طرح ایک آدھ کالم کی مسلسل عبارت ہوتی ہے جس مین منشاء اشتہار کے مطابق کوئی علمی، سیاسی، طبی بحث ہوتی ہے، ناظر کو تاوقتیکہ پوری عبارت نہ پڑھی جائے یہ معلوم کرنا دشوار ہوتا ہے کہ یہ اشتہار ہے یا کوئی بحث، اسی سلسلہ مین عجیب بے ساختگی کے ساتھ شئے مشتہرہ کا حوالہ دیا جاتا ہے، ذیل مین اِسی قسم کے ایک انگریزی اشتہار کا (جو آئی۔ ڈی۔ ٹی لکھنؤ مورخہ ۲ مئی ۱۹۳۳ء سے لیا گیا ہے) ترجمہ درج کیا جاتا ہے،

"اگر تمھارے گردون مین کھڑکیان ہوتین"

تو تم دیکھتے کہ وجع مفاصل، گردہ، جگر، مثانہ، اور معدہ کے جملہ امراض انفلوانزا، شدید نزلہ، ریڑھ کا درد، ضعف وغیرہ یہ سب کی سب تیزاب کے اثر اور خون کے فساد کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین،،

ڈبلیو، جی، ایسٹ جو ۳۰ سال تک کیمبرج مین معلم ورزش رہ چکا ہے، کہتا ہے:-

"بغیر خون صاف کیئے ہوئے امراض کا علاج کرنا محض تضیع اوقات ہے"،

یہ تو عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور بآسانی اِس کا ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہے کہ مختلف عضویاتی امراض، اور دیگر شکایات جسمانی، سب براہ راست جراثیم، تیزاب، زہر آلود مادہ، اور دیگر فسادات کی وجہ سے رونما ہوتی ہین، مثلاً یورک ایسڈ کے اثرات سے گٹھیا اور اعصابی امراض، اور معدے کے تیزابون کے اثر سے بدہضمی پیدا ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ٹیوبرکیولاس (TUBER CLOSIS) اور معمولی زکام کے درمیانی تمام امراض مہلک صورت اختیار کر لیتے ہین تب طبیبون کو فکر ہوتی ہے

کہ کسی طرح زہر کا دفعیہ کیا جائے، لیکن احتیاط کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیے کہ قبل از قبل خون کی
صفائی مدنظر رکھی جائے، ہر شخص کو چاہیے کہ وقتاً فوقتاً جگر کو تقویت پہنچا کر، معدہ اور گردونکا
تنقیہ کرکے خون صاف کرتا رہے تاکہ تولید جراثیم کی مرکز ہی نہ رہے، اور یہ خون مین سرایت
نہ کرنے پاوے، خون اور نظام عضوی کو جراثیم اور دیگر فسادی مادے سے صاف کئے ہی بغیر ازالۂ
مرض کی کوشش کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا بغیر آگ کے بجھائے ہوئے دھوئین کو دور کرنے کی
کوشش کرنا، تم اِس کا ثبوت خود فراہم کرسکتے ہو اور وہ اس طرح کہ اپنے دوا فروش سے ایک
کم قیمت دوا جس کا رجسٹری شدہ نام الکیا سالٹریٹس (بہ شکل سفوف) ALKiA-
SALRATES ہے، حاصل کرو، سادے پانی کے ایک گلاس مین چمچہ بھر سفوف ملاکر پیو، دو
تین دن کے استعمال سے بعد تم کو معلوم ہوگا کہ تمہارے امراض رفتہ رفتہ رخصت ہو رہے ہین
اور تمہاری صحت اور قوت مین بین اضافہ ہوتا جاتا ہے،،

اِس قسم کے اشتہارات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ استدلال سے زیادہ اپیل کی جاتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ کسی طرح کی ظاہری ترغیب کا پتہ نہین چل سکتا، اور ضد پیدا ہونے کے بدلے اثر زیادہ ہوتا ہے۔

اشتہار بازی کا جدید ترین طریقہ بائسکوپ کا استعمال ہے، مشین کے ذریعہ متحرک تصاویر پردہ پر دکھائی جاتی ہین، مثلاً لپٹن کی چائے کے اشتہارات بائسکوپ مین اِس طریقہ پر دیئے جاتے ہین کہ پہلے دوکان کی تصویر نظر آتی ہے، پھر کچھ لوگ آکر دوکان مین بیٹھتے ہین تھوڑی دیر مین چائے تیار ہوکر اون کے سامنے آتی ہے جس کو پی کر وہ بہت محظوظ ہوتے ہین، سب کچھ ہو چکنے کے بعد کرۂ ارض کی تصویر نظر آتی ہے، ایک شخص لپٹن چائے کی پیالی پھینکتا ہے، جو کرۂ ارض پر پھیل جاتی ہے، جس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ تمام دنیا مین اِس کی طلب ہے، پھر یہ عبارت لکھی نظر آتی ہے:-

"لپٹن کی چائے بہترین چائے ہوتی ہے"

اِس طریقۂ اشتہار بازی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ناظرین سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں اور پھر متحرک تصاویر کی وجہ سے تفریح اور مسرت کا اثر پیدا ہوتا رہتا ہے۔

کامیاب اشتہارات کی جو کچھ خصوصیات اوپر بتائی گئی ہیں، ان کے علاوہ ایک ضروری شرط ان کی کامیابی کی یہ ہے کہ اُنھیں متعدد مرتبہ شائع کیا جائے تاکہ ہر شخص اِنھیں پڑھ سکے، اور بار بار پڑھے، جب تم متعدد مرتبہ ایک ہی اشتہار کو دیکھتے ہو، اور تار کے ستونوں پر، مکان اور دیوار وغیرہ اخبارات کے کالموں اور ریل کے ڈبوں میں سب جگہ تم کو وہی ایک مضمون، اختلافِ عبارت کے ساتھ نظر آتا ہے، تو تحتِ حسّ ادراک کی حالت سے گزر کر یہ اشتہار بھی جزوِ نفس بنجاتا ہے اور کبھی نہ کبھی تم اِس سے متأثر ضرور ہوتے ہو۔ تکرار سے کسی شے کے جزوِ نفس بنجانے کی عام ترین مثال یہ ہوسکتی ہے کہ اگر کوئی شے تمھارے کمرہ میں ہمیشہ ایک مقام پر رکھی جاتی ہو، اور تمھاری لاعلمی میں وہ وہاں سے ہٹائی جائے تو خواہ تم کو اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو، تمھارے نفس میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایک طرح کے خلا کا احساس ہوتا ہے، یہ احساس اِس امر کی دلیل ہے کہ وہ چیز بتکرار ایک ہی مقام پر موجود رہنے سے، تمھارے شعور میں سرایت کر گئی تھی، مبلّغین کا بار بار کسی خیال کا اظہار کرنا اِسی مصلحت سے ہوتا ہے، عام مقولہ ہے کہ "کہنے سننے سے دیواریں ٹل جاتی ہیں"، اسی حقیقت کے ایک رُخ کو ظاہر کرتا ہے۔

ترغیب کی دیگر اقسام کی طرح، اشتہارات کا استعمال بھی ناجائز طور پر کیا جا سکتا ہے، سیاسی اُمور میں اشتہارات کی باطل ترین ترغیبیں بہت کچھ عام ہیں، اونکا استعمال زیادہ تر، افراد کی دماغی کمزوریوں یا دیگر نقائص طبعی سے فائدہ حاصل کرنے کے لیئے کیا جاتا ہے، تجارتی اشتہارات میں بھی یہی عیوب ہو سکتے ہیں،

ہندوستان میں "اشتہاری دوافروشوں" کی بدنامی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، ان میں سے اکثر افراد ناکارہ اشیاء فروخت کرکے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور تجارت میں خوش معاملگی سے کام نہیں لیتے،

ظاہر ہے کہ جن لوگون کی نیت یہ ہو وہ ناجائز وسائل کے استعمال سے گریز نہ کرین گے، زائد سے زائد تعداد کو اپنے قبضہ مین لانے کی غرض سے یہ حضرات ادنیٰ درجہ کے جذبات کو مشتعل کرنا بھی معیوب نہین سمجھتے، قانونی بندشون کی موجودگی مین بھی بعض اوقات فحش ترین اشتہارات ہماری نظرون سے گزرتے ہین، کم سمجھ لوگون سے سند قبولیت حاصل کرنے کے لیئے محض یہ لکھنا کافی خیال کیا جاتا ہے، کہ "فیشن حال کے مطابق ہے" کبھی کبھی انتہائی مبالغہ سے بھی کام لیا جاتا ہی، سنسنی پیدا کرنے والے الفاظ مین اشتہار دینا اشتہار بازی کا بہترین اسلوب خیال کیا جاتا ہے، ہم ذیل مین ایسے اشتہارات کی چند مثالین درج کرتے ہین، واضح رہے کہ یہ خالص علمی بحث ہے۔ ذاتیات سے بحث کرنا مقصود نہین،

(۱) **خون سے بچیئے**

یعنی ہمارے یہان کے نئے ریکارڈ سنکر دل خوش کیجیئے،

(۲) **بڑے دن کو خون ہوگا،**

گراموفون کے ریکارڈ دن کا اشتہار،

(۳) **یورپ اپنے گھر مین رہے،**

مصر کے کسی بزرگ کی تصنیف "مستقبل الاسلام" کا اشتہار ہی،

(۴) **زار روس کی ہتھکڑیان،**

رسائل شیخ سنوسی کے ترجمہ کا اشتہار ہے،

(۵) **ہندوستان مین جہاد،**

محمود کی تاخت ہند اور حملۂ سومنات کے متعلق ایک کتاب کا اشتہار ہی،

مذکورۂ بالا اشتہارات کی سرخیان نفس مضمون سے جو کچھ ربط رکھتی ہین ظاہر ہے، ان سے صرف جلب توجہ مقصود ہے، اور اس مین شک نہین کہ ان پر نظر پڑتے ہی طبیعت مین ایک طرح کا انتشار

نیز شوق پیدا ہوتا ہے، لیکن دوسری سطر پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ ہنسی آتی ہے، اور ترغیب کے بدلے نفرت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ذیل کی مثال سے واضح ہوگا کہ اِس قسم کے اشتہارات جلبِ منفعت کے لیے کِس طرح دیے جاتے ہین،

ہندوستان مین طاعون

ڈاکٹرون نے پیشین گوئی کی ہے کہ عنقریب طاعون بہت شدت کے ساتھ پھیلنے والا ہے، اُنکو چاہیئے کہ قبل از قبل الخ .... (کم فہم لوگون کا اِس دھوکہ مین آجانا، اور مشتہرہ دوا خریدنا مقام تعجب نہین ہو سکتا)

اشتہارون مین مذکورۂ بالا عیوب کی موجودگی کی ایک اہم وجہ سامانِ طباعت کی گرانی، اور اشتہارات کے بڑھے ہوئے نرخ ہین، کچھ تو اِس وجہ سے کہ اشتہار بازی کو محض ایک معمولی چیز سمجھا جاتا ہے اور زیادہ تر قلتِ گنجائش کی وجہ سے مشتہرین اِس بات پر مجبور ہوتے ہین کہ کم سے کم جگہ مین اپنے مطلب کو ادا کرین، اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دلائل و براہین کے استعمال سے قاصر رہ کر، مبالغہ آمیز متوحش عبارت کا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ گنجائش بھی کم لیجائے اور (ان کے غلط خیالات کے مطابق) اثر بھی زیادہ ہو، اشتہارات مین غلط بیانی، مبالغہ، بے سروپا ادعا، بے تکے عنوانات وغیرہ کا وجود اسی سبب سے ہوتا ہے،

مذکورۂ بالا وجہ کے علاوہ ایک اور وجہ آجکل کی شدید مسابقت ہے، اگر بیس برس قبل کے اشتہارات کا آجکل کے اشتہارات سے مقابلہ کرو تو مؤخر الذکر مین تم کو اِن عیوب کا رنگ زیادہ گہرا نظر آئے گا، اسکی وجہ ظاہر ہے، تمدن کی ترقی، ضروریات کی کثرت، اور وسائلِ آمد و رفت کی سہولتون نے مختلف ممالک کی تجارت گاہون کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا ہے، چونکہ خریدارون کا حلقۂ انتخاب وسیع ہو گیا ہے لہذا ہر مشتہر اسی فکر مین رہتا ہے کہ دوسرون پر اپنے تفوق کا اظہار کرے، اور اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے جو ذرایع بھی کام دیسکین، استعمال کرے، زمانہ کا رنگ بتا رہا ہے کہ آیندہ اِس سے بھی سخت

مقابلہ ہوگا اور ممکن ہو کہ اشتہارات کی مُبالغہ آمیزی، فریب دہی اور کثرت بھی اب سے کہین زیادہ ہوجائے،
ہندوستان کے مشتہرین اُس وقت تک کامیاب نہین ہوسکتے، جب تک کہ وہ اشتہار بازی کو علمی حیثیت دینے
کیلیے تیار نہ ہون، اس مخصوص بحث پر مضامین و کتب کی ضرورت ہی، نفسیات کا ذوق رکھنے والے
حضرات محولۂ بالا تجربہ کی طرح بہت سے مفید تجربات کر سکتے ہین، اور اِس طرح سے نہ صرف ایک مفید علمی مقصد
بلکہ بالواسطہ ہندوستان کی تجارت کو بھی مدد دے سکتے ہین،

ہمارے ہندوستانی مشتہرین جو اشتہار بازی کے پیش پا افتادہ اُصولون سے بھی ناواقف
ہین، شاید یہ سنکر تعجب کرین کہ ویمبلے کی عظیم الشان نمایش مین جہان اور بہت سے شعبے اور محکمے قایم ہین
وہان اشتہار بازی کا بھی ایک مستقل شعبہ ہے جو ''بین الاقوامی مجلس اشتہارات'' (INTER
NATIONAL ADVERTISIM CONVERTION) کے نام سے موسوم ہے، ابھی حال ہی مین اس
مجلس کا ایک اجلاس ہوا ہے، جس مین تمام دنیا کے مشاہیر تجار و دیگر سر برآوردہ اصحاب کے روبرو
ہندوستان مین یورپی اشتہار بازی کے متعلق تقریرین ہوئین، اِن تقریرون مین اگرچہ اشتہار بازی
کے نفسیاتی اُصولون سے کوئی بحث نہین کی گئی، پھر بھی ایسی باتون پر بحث کی گئی جو شاید ہندوستانی
اور خصوصاً اُردو مشتہرین کے لیئے خالی از منفعت نہ ہون، اِن تقریرون کے ضروری اقتباسات اپنے
خیالات کے ساتھ پیش کیے جاتے ہین، ان سے ہمارے یہان کے مشتہرین کو معلوم ہوجائے گا کہ ہندوستان
مین مغربی تجارت کی کامیابی مین اور اُون کی کامیاب اشتہار بازی کا کہان تک دخل ہی
وہ لوگ اشتہارات مین کن اُصولون کو مدنظر رکھتے ہین،

سب سے پہلے مسٹر ڈینی کیمبر نے ہندوستانی بازارون کی حالت پر تبصرہ کیا، ان کی یہ رائے
نہایت صحیح ہے کہ دوسرے ممالک کی بہ نسبت ہندوستان مین اشتہارات کی کامیابی کے بہت زیادہ
مواقع ہین، اس کی وجہ یہ ہی کہ یہان کے بائع، دوکانداری اور نمایش اشیاء کے اصولون سے ناواقف ہین

دوسرے درجہ کے شہرون کا تذکرہ ہی کیا، بڑے بڑے تجارتی شہرون مین بھی بہت کم ایسی ہندوستانی دوکانین نظر آئین گی جہان کہ اشیا کو خوشنما اور جالبِ توجہ طریقہ پر سجایا جاتا ہو،" — Show windows — (دریچہ ہائے دوکان) جو ہر انگریزی دوکان کا ضروری جزو خیال کیجاتی ہین، ہماری نظرون مین کوئی اہمیت نہین رکھتین، اِس کا راز اگر ایک طرف ہماری تجارتی پستی مین مضمر ہے، تو دوسری طرف ہندی بلکہ ایشیائی فطرت بھی اِس کی بڑی حد تک ذمہ دار ہے، ہماری فطرت سادگی پسند ہے، اور تجارت مین نمایش سے اتنی ہی دور رہتی ہے جتنی کہ زندگی کے اکثر شعبون مین۔ اِس مین شک نہین کہ مغربی اُصولون کے تصادم سے یہ بات رفتہ رفتہ مٹتی جارہی ہے، لیکن اب بھی کم از کم ساٹھ فیصدی تاجر اور دوکاندار ایسے نظر آتے ہین جو یا تو بازارون مین سڑکون پر اپنا بساط خانہ پھیلائے ہوئے بیٹھے رہتے ہین، یا پھر اپنی دوکان کے اندر ایک عجیب بے نیازی کے ساتھ بیٹھے یا لیٹے نظر آتے ہین، اور اپنی کساد بازاری کو خریدارون کے فقدانِ مذاق پر محمول کرتے ہین، اور یہ نہین سمجھتے کہ اِس دورِ مسابقت نے گاؤن یا شہرون کے حدود کو توڑ کر تمام عالم کو مدمقابل کردیا ہے، اور آجکل "مُشک کی خوشبو" کے علاوہ عطار کی یادہ گوئی" کا بھی تجارت کی کامیابی مین بہت بڑا دخل ہوگیا ہے،

دریچون کی نمایش کے علاوہ، اشتہار بازی کا ایک اور طریقہ یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے کاغذون پر جلی قلم سے اشتہار لکھکر شہر کے متعدد حصون مین اسے چسپان کیا جائے۔ بڑے بڑے شہرون مین ہمین اس قسم کے "پوسٹر" نظر آتے ہین، لیکن اِن سے بھی پوری طرح فائدہ نہین اُٹھایا جاتا، ان مین سے اکثر تو کھیل، بائسکوپ وغیرہ کے اشتہارات ہوتے ہین، اور اگر کسی چیز کے متعلق کبھی اشتہار دیا جاتا ہے تو وہ ایسا مضحک اور بے سروپا ہوتا ہے کہ خریدارون کی احتیاج مین شدت پیدا کرنا تو درکنار، اس سے اولٹا تنفر پیدا ہوتا ہے، کسی اشتہار مین جلی قلم سے "خوشخبری" لکھا ہوا ہوتا ہے، اوس کے نیچے کسی نئی دوکان کے قائم ہونے کی اطلاع ہوتی ہے، کہین بڑے بڑے حرفون مین "مفت، مفت،،

لکھا ہوا نظر آتا ہی، پوسٹر اشتہارات کی عبارت ایسی ہونی چاہیئے کہ جتنی مرتبہ انھین پڑھا جائے اتنا ہی وہ اپنی مختلف ترغیبی خصوصیات کی بدولت زیادہ جزو نفس بنتے رہین اور اندر ہی اندر خریدارون کی خواہشات کو اکساتے رہین، انگریزی مشتہرین نے گلی کوچون مین اشتہار بازی کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا ہے، وہ لوہے کی روغنی چادرون کا استعمال کرتے ہین، اور انھین شہر کے ممتاز مقامات، مثلاً اسٹیشن پلیٹ فارم، باغ وغیرہ مین آویزان کر دیتے ہین، اگر ان چادرون کا استعمال ایک طرف اپنی قیمت کی وجہ سے بے سروپا اشتہار بازی کو روکتا ہے، تو دوسری جانب یہ زیادہ پائدار بھی ہوتی ہین، اور پوسٹرون کی طرح موسمی تغیرات کا اثر اس پر نہین ہوتا میلنس فوڈ Mellens food پیرس سوپ (Pears soap) اسٹیفن کی روشنائیان، غرضکہ متعدد چیزون کے اشتہارات ہمین انھین چادرون پر لکھے ہوئے نظر آتے ہین، لیکن کسی ہندوستانی مشتہر کی طرف سے ایسا ایک بھی اشتہار ہماری نظرون سے نہین گذرتا، اس کی وجہ یہ ہے، کہ ایک طرف تو اخراجات کی زیادتی انھین ان آہنی ٹکڑون کے مستقل فوائد نہین دیکھنے دیتی، علاوہ ازین وہ اپنے انوکھے، جالب توجہ اور مضحکہ خیز اشتہارات کے لیئے ان کو موزون نہین پاتے، کیونکہ ان کو ہمیشہ "نئی سرخیون" کی فکر رہتی ہے، مسٹر کیمر کی رائے مین، ان روغنی ٹکڑون کا استعمال اس وجہ سے نہین ہوتا کہ:-

"عام طور پر ادنیٰ درجہ کے ہندوستانی ان ٹکڑون کو اپنی دیوارون کی زیبایش یا چھتون مین لگانے کی غرض سے چرا لیا کرتے ہین"

اس رائے کے متعلق ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ یہ ایک انگریزی کی رائے ہے، جسے وہ ہندی اخلاق کی پستی سے تعبیر کرتے ہین، اوسے ہم صرف ہندی مشتہرین کی لاعلمی کا نتیجہ سمجھتے ہین، تعجب ہے کہ انگریزی مشتہرین کی طرف سے جو روغنی چادرین شہر کے مختلف حصون مین آویزان کیجاتی ہین، انھین کیون نہین چرا لیا جاتا!

ہندوستان مین جہان زندگی کے دوسرے شعبے، مذہب، رسم و رواج، ذات اور روایات کے پیچیدہ اثر دن کے تابع ہین، اِسی طرح خرید و فروخت، تجارت وغیرہ بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکین، مثلاً اکثر ذاتین خاص خاص اشیائے خورد و نوش کا استعمال مذہباً ناجائز سمجھتی ہین، یہی وجہ ہو کہ یہان اِن چیزون کے اشتہارات زیادہ کامیاب نہین ہوتے اور دوسری اشیاء کے اشتہارات مین بھی اِس کا خاص طور پر خیال رکھنا پڑتا ہے کہ یہ کسی ذات یا فرقہ کے حسیات کے خلاف نہ ہون، تعجب و افسوس کی بات ہے کہ اِس معاملہ مین مغربی مشتہرین، ہندوستانی اشتہار بازون سے زیادہ ہندستانی فطرت کو سمجھے ہوئے ہین، ایک انگریز مقرر کے الفاظ سُنو،

"یورپ مین اشتہار بازی، ہندوستان کی بہ نسبت کہین زیادہ آسان ہو، ذات کی تفریق، رسم و رواج، مختلف اقوام کا مختلف خوراک سے پرہیز کرنا، اِن سب باتون کی وجہ سے کچھ وہی ہندوستان کے لیئے موزون اشتہار تیار کر سکتے ہین جو وہان کا تجربہ اور مقامی حالات سے واقفیت رکھتے ہون"

اشتہارات وہی کامیاب ہوتے ہین جن کے تیار کرنے والے انسانی فطرت، اس کی خوبیون اور کمزوریون سے واقف ہون، اور عملی نفسیات کی واقفیت کے ساتھ ساتھ وسیع نظر بھی رکھتے ہون، اور نوعی اور انفرادی اختلافات طبائع کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہون، عام طور پر نفس انسانی بے شمار داخلی محرکات کے زیر اثر ہے، لیکن انہی محرکات مین سے بعض ایسے ہین جن کا اثر کسی ایک قوم مین دوسرے کی بہ نسبت زیادہ دیکھنے مین آتا ہے، اپنے گذشتہ صفحات مین ہم نے اِن نفسیاتی خصائص سے بحث کی تھی جن پر اشتہار کی ترغیب منحصر ہے، لیکن کیا ہمارے مشتہرین اِن سے واقف ہین یا ان پر عمل کرتے ہین؟ وہ صرف یہ کوشش کرتے ہین کہ اشتہارات پر نظر پڑ جائے" اور اس مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے "عجائب پسندی" کے فطری شوق سے کام لیتے ہین، اور صرف "عنوان" اور "سُرخیون" کے درپے رہتے ہین، اب

تھوڑی دیر کے لیئے یہ ان بھی لیا جائے کہ عجائب پسندی کا شوق، مشرقی اقوام مین مغربی قومون کی بہ نسبت زیادہ ہے، پھر بھی صرف یہی ایک محرک اشتہار کی کامیابی کا ضامن نہین ہو سکتا۔ اِس شوق سے کام لیکر ہم ناظرین کے ذہن مین کسی سلسلۂ خیالات کا آغاز ضرور کر سکتے ہین، لیکن اِس کے استمرار کی بھی کوئی سبیل ہونا چاہیئے؛ اِس حقیقت کو ابھی تک نہین سمجھا گیا ہے، مثلاً سطوت، یا شخصیت کے اثر ہی کو لو، ہر قوم اِن سے متاثر ہوتی ہے، لیکن نسبتہً ان کا چرچا ہندوستان مین زیادہ ہے، دوسرے ممالک کے مقابلہ مین یہان نام زیادہ بکتا ہے، اگر ایک مرتبہ عوام کی نظرون مین کسی کا اعتبار قائم ہوجائے تو اسکو آسانی کے ساتھ شہرت دوام حاصل ہو جاتی ہے؛ "راجرس" (Rodgers) کے چاقو چھریان، ہنکس کے لیمپ، ڈیٹز کی دستی قندیلین (Dietz Lanterns) لپٹن کی چائے "ہاتھی چھاپ" کاٹن کا تیل، ویسٹ اینڈ کمپنی کی گھڑیان، یہ سب کی سب اِس مرتبہ کو پہنچ چکی ہین، اِس کے برخلاف اگر ایسے ہندوستانی مشتہرین کو تلاش کرو جو ان ہی کی طرح مشہور و مقبول ہو چکے ہون تو تمھین معدودے چند مثالین نظر آئین گی، ایکمر صاحب ہندی فطرت کی اِس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہین،

> ہندوستان کے متعلق میرا تجربہ یہ ہے کہ وہان انگلستان کی طرح فوری اثر تو نہین ہوتا، لیکن نتائج ضرور دیرپا ہوتے ہین، اور اسی وجہ سے ہندوستان مین ایک دفعہ "ہوا" کا قایم ہوجانا انگلستان کے اتنے ہی بڑے "ہوا" سے کہین زیادہ مفید ہوتا ہے، قدیم زمانے مین ہندوستان مین راجرس کے چاقو اور چھریان بہت کچھ مشہور ہوئے تھے اور بساطون کے لئے ایسی چیزون کو "راجرس" کے کارخانہ بتلا کر بیچنا بہت آسان تھا، جو اس کے کارخانہ مین کبھی تیار بھی نہین ہوئین، مثلاً انگریزی ٹوپیان! ہندوستان مین کسی اچھے نام کو دیکھکر، اوس کے ساتھ چمٹ جانے، کی ایک ادنیٰ مثال ہے،

کیا ہمارے ہندوستانی مشتہرین، ہندی فطرت کی اِس خصوصیت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اگر نہ با اُصول اور صداقت آمیز تجارت و اشتہار بازی سے ایک دفعہ اپنا وقار قایم کرلین، تو ان کو روز روز عجیب وغریب اشتہارات دینے کی ضرورت نہ ہو،

دیسیلے کی "بین۔ قومی مجلس اشتہارات،، اِس غرض سے قایم ہوئی ہے کہ تمام ممالک مین خباری اشتہارات کی اصلاح کرے، یہ مجلس فن اشتہار بازی کے متعلق ایک کتاب کی ترتیب بھی کر رہی ہے، جو ابھی تک شائع نہین ہوئی ہے، ان لوگون کے لیئے جو نفسیات سے واقف نہین ہین، یہ کتاب بہت مفید ہوگی، کیا ہمارے یہان کے مشتہرین اب بھی پرانی روش پر پڑے رہین گے، اور بالواسطہ ہندوستانی تجارت کو نقصان پہنچاتے رہین گے، ضرورت ہے کہ اُردو اشتہارات کو بھی اون کی موجودہ سطح سے بلند کیا جائے، وزمانہ کی بدلی ہوئی حالتون کے اعتبار سے اِنھین بھی بدلا جائے، کسی زمانہ مین انگریزی اشتہار مین بھی "غوغائیت" (BARNUMISM) کا دور دورہ تھا، آج کل کے ہندی اشتہارات کی طرح کبھی انگریزی اشتہارات بھی اپنی بلند آہنگی کے لیئے مشہور تھے، اڈنبرا کا ایک واقعہ ہے کہ وہان کسی بازار مین ایک مصور نے اپنی دوکان قایم کی اور اس پر لکھدیا:۔

"یہان اڈنبرا مین سب سے زیادہ اچھی تصویرین تیار کی جاتی ہین"

اتفاق سے دوکان کو خوب فروغ ہوا، ایک اور مصور نے بھی وہین اپنی دکان کھولی، اور اپنی فوقیت ظاہر کرنے کے لیئے اس پر یہ لکھوایا:۔

---

[1] فی نیاس ٹیلر بارنم (۱۸۱۰ء تا ۱۸۹۱ء) ایک امریکی "مستند" (SHOWMAN) تھے تجارت مین نشانی شور اور ہنگامہ آرائی کے سب سے پہلے مؤید تھے، اِنھین چیزون کو وہ تجارت کی کامیابی کا راز سمجھتے تھے، اِن کا اصول تھا کہ جو جو سب سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ اپنا مال مشتہر کرے گا، وہی سب سے زیادہ کامیاب ہوگا لفظ بارنزم (BARNUMISM) انھین کے نام سے مشتق ہے ہمنے بجائے "بارنمیت" کے "غوغائیت" کو زیادہ پسند کیا، ع و ج الدین،

"یہان تمام انگلستان سے اچھی تصویرین تیار ہوتی ہین"

اِن دونون کے چلتے ہوئے کاروبار کو دیکھکر ایک اور مصور نے بھی وہین دکان کرایہ پر لی اور عجیب ظریفانہ انداز مین اپنے پیشرودون پر اپنی برتری کا اظہار کیا، اِس نے صرف یہ عبارت استعمال کی،

"یہان اِس گلی مین سب سے اچھی تصویرین بنائی جاتی ہین"،

لیکن آج کل اسم صفت کا استعمال پہلے کی طرح فراخ دلی کے ساتھ نہین ہوتا، اور ہو بھی کیسے سکتا ہے، اِس قسم کے مشتہر نہ صرف بدنام ہوتے ہین، بلکہ عام طور پر لوگون کو اشتہارات کی طرف سے بدظن کر دیتے ہین، چنانچہ ہمارے یہان اشتہاری کا لفظ عموماً تحقیر کے لئے مستعمل ہوتا ہی، جیسے اشتہاری حکیم، یا اشتہاری دوا، اشتہاری مدرسہ وغیرہ،

آج کل تجارت "اور اشتہارات کی کامیابی کے لئے صداقت بہت ضروری ہے، لنکان (Loncon) کا قول ہے:-

"تم کچھ لوگون کو ہمیشہ بے وقوف بنا سکتے ہو، اور سب لوگون کو تھوڑے عرصہ کے لئے دھوکہ دے سکتے ہو لیکن تم ہمیشہ سب لوگون کی آنکھ مین خاک نہین ڈال سکتے"

بڑے بڑے تجار جیسے ٹامس بیرٹ (پیر سوپ کے کارخانہ کے مالک) اب آجکل اِس کا خاص طور پر لحاظ رکھتے ہین کہ کوئی غلط بیان نہ درج کیا جائے، اب رفتہ رفتہ اشتہار بازی کو بھی قعر مذلت سے باہر نکالنے کی کوششین ہو رہی ہین تاکہ لوگون کو مشتہرین کی خوش معاملگی کا تجربہ ہو جائے، اور اخباری اشتہارات کی طرف سے ان کا سوء ظن جاتا رہے، ویمبلے کی مجلسِ اشتہارات نے جن اصولون کو مدنظر رکھکر اِس اصلاح کی کوشش کی ہے، وہ اگرچہ مفصل طور پر اُسی وقت معلوم ہو سکین گے جبکہ اون کی مکمل روئداد شائع ہو تاہم مجملاً وہ حسب ذیل ہین،

۱- اشتہار اِس اعتماد کا مظہر ہوگا جو کسی مشتہر کو اپنے مشتہرہ اسباب کی عمدگی پر ہوا کرتا ہے،

گویا آلۂ تقریبی حیثیت سے قطع نظر اس کی حیثیت آیندہ ایک ایسے صداقت نامہ کی سی ہوگی جو عام طور پر
قابل قبول ہو،

(۲) یہ دیانت اور صدق نیت کا ضامن ہوگا، اگر کوئی اشتہار ایسا نہ ہو تو اس کے مشتہر کو ضرورۃً
ناکام رہنا پڑے گا،

۳- اشتہار کا کام یہ ہوگا کہ وہ لوگوں میں "طلب" پیدا کر کے بڑے پیانہ پر تیاری اشیا کا
محرک ہو،

۴- اشتہار بازی کی ایک میں، قومی مجلس کے قیام سے لوگوں میں ایک طرح کا اعتماد ہوگا، اور
مجلس کی کوشش یہ ہوگی کہ اس اعتماد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے،

یہ ہیں وہ اصول جن کی اشاعت کا ذمہ ویمبلے کی مجلس نے لیا ہے، کیا ہندوستانی مشتہرین بھی اس
قسم کی مجلس کا خواب دیکھ سکتے ہیں، ہم اسے ناممکن نہیں سمجھتے، لیکن انفرادی اصلاح اور بیداری کے بغیر
اس قسم کی مشترکہ جد وجہد دشوار ضرور ہے، ہم بشرط فرصت اس چیز کے متعلق اپنے خیالات عنقریب
ایک کتاب کی صورت میں پیش کریں گے السعی منی والاتمام من اللہ،

اخبارات | **اشتہارات کی** ترغیب جن اصولوں کی بنا پر ہوتی ہے اور جن طریقوں سے
اس کا ناجائز استعمال کیا جا سکتا ہے، ان سب کا اطلاق صحت کے ساتھ اخبارات کی ترغیب پر
بھی ہو سکتا ہے، اس موقع پر ان کا اعادہ نہ کیا جائے گا اور صرف انھیں باتوں سے بحث کی جائیگی
جو اخبارات کی ترغیب کے لیے مخصوص ہیں،

اخبارات کا وجود ہماری موجودہ زندگی کی ضروریات میں سے ہے، بے شمار فوائد سے ہم
انکار نہیں کر سکتے، آلۂ ترغیب کی حیثیت سے دیکھو تو اون کا حلقۂ اثر بہت بڑھا ہوا ہے، نشر واقعات
کے علاوہ عوام الناس کے سامنے مسائل حاضرہ پیش کرنا، اور اون کو کسی نہ کسی خیال کی تائید پر ابھارنا

یہ بھی چندان معیوب نہین کہاجا سکتا، یہ سب کچھ تو ہی لیکن اگر تصویر کے دوسرے رُخ پر نظر ڈالو، اخبارات کی باطل ترغیب کے طریقے دیکھو، تو تمھین اون مین یہ غرابیان اشتہارات سے بھی کہین زیادہ نظر آئین گی کیونکہ مؤخرالذکر مین قلت گنجایش، مختصر عبارت چاہتی ہے، لیکن اخبارات مین سنسنی خیز واقعات کے علاوہ، غلط استدلال اور ناقص تمثیلات سے کام لیکر ترغیب باطل کا حلقۂ اثر زیادہ وسیع کیا جاسکتا ہی، جماعتون کی باطل ترغیبات کے کرشمے بھی اون مین نظر آتے ہین،

ایک زمانہ تھا کہ جب ہمارے اخبارات حقیقی معنون مین ہندوستان کے اخبارات کہے جاسکتے تھے، اور کُل ملک کے متحدہ نقطۂ خیال کو ظاہر کرتے تھے، لیکن فرقون کے (سیاسی اور مذہبی) وجوہ نے اس چیز کو باقی نہ رکھا، جیسے جیسے کہ افراد آزاد خیالی سے دست بردار ہو کر مخصوص حلقون مین سمٹتے گئے، ویسے ویسے اخبارات بھی خاص خاص فرقون کے خیالات کی نمایندگی کرنے لگے، حتیٰ کہ آج اس وسیع ملک مین ایک اخبار بھی ایسا نہین ہے جسے حقیقی معنون مین متحدہ ہندوستان کی آواز کہا جا سکے، برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہین کہ ہر اخبار نے ایک خاص حلقۂ اثر اور ایک مخصوص نقطۂ خیال کی حمایت کا بیڑا اٹھایا ہے، اور اوس کے وجود کا انحصار اس پر ہے کہ جب کبھی آزادانہ اظہار رائے کی ضرورت ہو، تو اپنی پارٹی کا گراموفون بنے، اور اوسی کے خیالات کو ظاہر کرے، لبرل پارٹی کا اخبار، ماڈریٹ پارٹی کا اخبار، سوراج پارٹی کا اخبار، غرضکہ اسی طرح فرقہ وار اخبارات نظر آتے ہین،

ہر اخبار کا اصلی طغرائے امتیاز یہ ہونا چاہیے کہ مسائل متنازعہ فیہ پر آزادانہ اظہار خیال کرے، ہمارے یہان کے اخبارات اپنے اغراض و مقاصد مین سب سے پہلے اسی آزادانہ اظہار خیال کا دعویٰ کرتے ہین، لیکن آزادانہ اظہار خیال سے مراد کیا ہے، ظاہر ہے کہ صرف گورنمنٹ کے مقابلہ مین آزادی کے ساتھ رائے دینا اس مقصد پر حاوی نہین ہے، اس کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ

مسئلہ پر صداقت کا پہلو ہاتھ سے نہ دیکر، استدلال اور متانت سے بحث کی جائے، پھر دیکھو کہ فرقہ وار اخبارات کہان تک یہ کرتے ہین؟ اپنی جماعت کے خیالات و معتقدات کی روشنی مین کسی مسئلہ کا حل نہ تو آزادانہ کہا جا سکتا ہی اور نہ مبنی بر صداقت، ایسے اخبارات کی ترغیب بالکل وہی اثر کرتی ہی جو جماعات کی باطل ترغیب، اور جس سے ہم تیسرے باب مین مفصل بحث کر چکے ہین، ایسے اخبارات بھی ہین جن کو اس بیان سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہی،

ہندوستان مین تو خیر ابھی نہین لیکن امریکہ مین اور یورپ مین اخبارات کی حیثیت بالکل تجارتی ہوگئی ہی، اگر کوئی اخبار کسی سرمایہ دار پارٹی کا ترجمان ہی، تو صرف اسی جماعت کی آرا کی ترجمانی کو اپنا فرض سمجھتا ہے، مضامین کے طبع کرنے سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان کا شایع کرنا کمپنی کے ڈائرکٹرون کے خلاف تو نہ ہوگا، بعض وقت یہ ہوتا ہی کہ کوئی ذی اثر اقتدار پسند شخص کئی اخبارات خرید لیتا ہے، اور اون سے اپنے منشا کے مطابق کام لیتا ہی، اخفائے واقعات مین بھی تامل نہین کیا جاتا غلط بیانیان بھی ہوتی ہین، لارڈ نارتھ کلف (LORD NORTHCLIFFE) جن کا انتقال ۱۹۲۲ء مین ہوا ہی، انگلستان مین خبرون کے بادشاہ کہلاتے تھے، تمین سربرآوردہ اور کثیر الاشاعت اخبارات اُن کی ملک تھے، جو اون کی مرضی کے موافق ہر مسئلہ پر عوام الناس کی رایون کو متاثر کرتے تھے،

کبھی یہ ہوتا ہی کہ متعدد اخبارات متحد ہو کر کسی خاص مقصد کی اشاعت کو اپنا فرض بنا لیتے ہین، اس کے اثر سے ابھی تک ہندوستان بچا ہوا ہی، لیکن اخبار فروشی، یہان بھی ہوتی ہی، اخبارات ایک مالک کے قبضہ سے نکلکر دوسرے کے قبضے مین برابر منتقل ہوتے رہتے ہین، اس کا لازمی نقصان یہ ہی کہ ان مین یکرنگی، اور ان کی پالیسی مین یکسانیت کا فقدان ہوتا ہے، یہ چیزین مختلف مالکون کے ساتھ ساتھ

ملا باب ششم مین لارڈ چیمبرلین کی ایک تقریر کے اقتباسات دیئے گئے ہین انکا مطلب لارڈ نارتھ کلف ہی سے تھا، مؤلف

بدلتی رہتی ہین، تجارتی نقطۂ نگاہ سے دیکھو تو کسی اخبار کے اِس طرح فروخت کیئے جانے پر کوئی اعتراض نہین کیا جا سکتا، لیکن کسی قوم کی دماغی ترقی کے اعتبار سے، یہ شرح وبیع قابل تعریف نہین معلوم ہوتی، بازار طباعت مین آزادی رائے کا سودا کچھ خوش نہین آتا،

اخبارات کی خانگی اور ذاتی ملکیت تو جو عیوب رکھتی ہو وہ ظاہر ہے، لیکن جب کبھی کوئی حکومت اپنے ملک کے پریس کو اپنے قبضۂ اختیار مین لے لیتی ہو، تو اِس سے بھی زیادہ مُضر نتائج پیدا ہوتے ہین، سب سے پہلی بات تو یہ ہو کہ عوام الناس فطرتی طور پر بدظن ہو جاتے ہین، اخفائے واقعات کتمانِ حق، یک طرفہ اظہار رائے، یہ سب عیوب پیدا ہو جاتے ہین، اور حاکم و محکوم کے تعلقات مین فرق پیدا کر دیتے ہین، انڈین پریس ایکٹ کے نفاذ نے ملک مین جو بے چینی پیدا کر دی تھی وہ ہر شخص جانتا ہے، ہمارے یہان کے سرکاری اور نیم سرکاری اخبارات کو عام رائے جس نظر سے دیکھتی ہو وہ بھی محتاج بیان نہین، ایک خاص طبقہ سے قطع نظر، بقیہ تمام ہندوستان اِن اخبارات کی خبرون کو بلا تصدیق مزید سچ نہین جانتا،

ضرورت اِس بات کی ہو کہ ہم اپنے ملک کے اخبارات کو جماعتی اثر سے نکال کر، ایسے اُصولون پر چلائین جن سے مفاد عامہ مدنظر ہو، اِس ضرورت کی اہمیت سے تو شاید کسی کو انکار نہ ہو، لیکن یہ سوال کہ ایسا ہونا ممکن بھی ہو، آسانی سے حل ہوتا ہوا نہین معلوم ہوتا، جب تک جماعات اپنا اقتدار برقرار رکھین گی اُس وقت تک اخبارات پر یہی رنگ غالب رہے گا، جماعتون کے ناجائز اور مُضر اقتدار توڑنے کے لیئے ہم کو ان اصولون پر کاربند رہنا چاہیئے، جو باب چہارم مین بتائے جا چکے ہین،

باب ہفتم

ترغیب لفظی - کتابون اور تقریرون کی ترغیب

کتابون، اور تقریرون کی ترغیبی حیثیت، سہ گانہ عناصر ترغیب کا اون مین استعمال، دلائل، توضیحات، ظرافت، خوش طبعی، تشنیع وغیرہ، ترغیب کا موضوع

کتاب اور تقریرون کی ترغیب

ابتک ہماری بحث ترغیب لفظی کی اون مختلف صورتون سے رہی ہے، جو اگرچہ مفہوم اور ساخت کے لحاظ سے ترغیب و تشویق کے کام تو ضرور آتی ہین، لیکن پھر بھی عام طور پر اون کو آلۂ ترغیب نہین کہا جاتا ہے، مثلاً اشتہارات، اخبارات، فن بیع وغیرہ وغیرہ، اِس باب مین ہماری بحث ترغیب لفظی کے اون بڑے بڑے شعبون سے ہوگی، جو عرف عام مین "ترغیب" کہے جاتے ہین (مثلاً کتابون اور تقریرون کی ترغیب) اور خاص خاص مقاصد کے لیئے استعمال ہوتے ہین، مثلاً سیاسی، یا معاشی، اخلاقی یا قانونی، اور مذہبی خیالات کی نشر و اشاعت، اِس کا لحاظ ہے کہ جس طرح بحیثیت ایک نفسی عمل ہونے کے، ترغیب کے عناصر ترکیبی، ذہن، تخیلہ اور جذبہ ہوتے ہین اسی طرح سے کتب، اور تقاریر کی ترغیبات مین بھی یہی تینون عامل رہتے ہین اور ایک دوسرے کی وساطت سے ترغیب کو مؤثر بناتے رہتے ہین، کسی مصنف یا

کلیات ہون، یا متفرق مثالین، ایک دوسرے پر بغایت منحصر ہے، عام طور پر ہر دو اقسام دلائل کا ساتھ ساتھ استعمال کیا جاتا ہے

دلیل استخراجی، ترغیب مین اسکا استعمال| اب سے کچھ ہی زمانہ قبل لوگون کا رجحان دلیل استخراجی کی طرف زیادہ تھا، اور آج بھی جب کبھی معاملات انسانی پر بحث آپڑتی ہی، تو اسی دلیل کا استعمال زیادہ تر کیا جاتا ہے، ماہران سیاست، عالمان معاشیات، مصلحانِ قومی، مشیرانِ قانونی، علمائے دین، غرضکہ ہر گروہ کے پاس اوس کے حسب حال کلیات کا ایک ذخیرہ موجود رہتا ہے، اور انہی کلیات کی روشنی مین مسائل حاضرہ حل کیئے جاتے ہین، اِس طریقہ کو اگر محدود مخصوص طور پر استعمال کیا جائے تو کسی کو بھی مجال اعتراض نہو، اسلیئے مباحثہ اور نظام خیالات کی ہر صنف مین کچھ نہ کچھ باتین ایسی ہوتی ہین جو بجا طور پر کلیات کا مفہوم پورا کرسکتی ہین، اور اون مین تعمیم بھی ہوتی ہے لیکن مصیبت تو یہ ہی کہ لوگ دلائل پیش کرنے کی زحمت سے بچنے، اور کفایت وقت کے خیال سے بغیر سوچے سمجھے کلیات پیش کرنے لگتے، اور ان کی بنا پر اپنے منشاء کے مطابق نتیجہ اخذ کرلیتے ہین، اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہین کی جاتی کہ مسائل متنازعہ فیہ پر فی الحقیقت اِس کلیہ کا انطباق ہو بھی سکتا ہے یا نہین، مثلاً ارباب سیاست مین قدامت پسندون ہی کے فرد کو لو، یہ حضرات بجائے اس کے کہ کسی جدید تجویز پر غور و خوض کرین، دلائل و براہین سے حالیہ واقعات اور تغیرات حالات کی روشنی مین اوسے دیکھین، سرے سے اوسکو مسترد کردیتے ہین، اور جواب مین یہ کلیہ پیش کردیتے ہین کہ گزشتہ نظام عمل بہت کچھ کامیاب رہاہے، ہر جدید تجویز قدیم نظامِ سیاست کے خلاف ہے، لہٰذا یہ بھی اوسی زمرہ مین ہے،،

اِس قسم کے مفروضات مین سب سے بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ عوارض و حالات کی تبدیلی کو قطعاً نظر انداز کردیا جاتا ہے، یہ نہین دیکھا جاتا کہ فلان کلیہ، جو آج سے دس یا بیس برس

پہلے صحیح تھا، حالات کے بدلنے سے آج بھی قابل قبول ہے یا نہین؟ آنکھ بند کرکے ماضی کی حال پر تطبیق کی جاتی ہی، سیاست پر موقوف نہین، بلکہ حیات انسانی کے ہر شعبہ مین جہان رسم و رواج کی بند شین، اور قدیم رواج کی کورانہ تقلید ترقی کی راہ مین مُخل ہو گی، تم کو یہی کیفیت نظر آئیگی قائدین جماعات، یا ججان عدالت کی تقریرون کو سُنو تو نقدیات (HYPOTHESIS) ور کلیات کی یہ گرم بازاری وہان بھی نظر آئے گی، دلائل اول تو ہونگے نہین، اور اگر کچھ ہون، اور تمہارا تجسس اون کے سرچشمہ کی تلاش کرے تو دیکھوگے کہ جن اٹل مسلمات پر اونھون نے دلیلون کی عمارت کھڑی کی ہی، وہ آج سے ۲۵ یا ۵۰ برس پہلے تو ضرور عام اور صحیح تھے، لیکن آج زمانہ کے بدل جانے کی وجہ سے ان کی کوئی قدر وقیمت نہین رہی، ناظرین ہمین معاف کرین ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ جو شخص کسی سلسلۂ بحث مین دعویٰ کرے کہ میرے قائم کردہ مقدمات اٹل ہین، وہ ہرگز قابل اعتبار نہین، ہمارے نزدیک اوس کا دعویٰ محض ایک دھوکہ کی ٹٹی ہے، جو اس کی ذاتی ناقابلیت استدلال و استقرا ئے نتائج کی کافی پردہ پوشی نہیں کرتی۔

کلیات کا استقرا واقعات اور امثلہ سے کیا جاتا ہے، دلیل استقرائی مین یہ کلیات قایم کیئے جاتے ہین، اور دلیل استخراجی مین کسی کلیہ کو مقدمہ بناکر اوس سے کوئی خاص نتیجہ نکالا جاتا ہے، مثالین اور واقعات جیسے کچھ تغیر پذیر ہین ظاہر ہی ہے، پھر اب اگر زمانہ قدیم کے بعض کلیات آج قابل وقعت نہ سمجھے جائین تو اس مین تعجب کی کیا بات ہی، اون کی تردید سے اون کے واضع پر کوئی حرف نہین آتا، اوس کے علم وقیاس مین وہ یقیناً مسلمات کی حیثیت رکھتے تھے، لیکن آج واقعات بدل گئے ہین تو وہ کلیات بھی بدلنا چاہئین، قدیم زمانہ مین خیال رائج تھا کہ "آفتاب سیارہ ہے جو زمین کے گرد گھومتا ہے" اس قیاس کی حیثیت اوس وقت کے علوم ہیئت و ہندسہ مین بے شک کلیہ کی تھی، لیکن اگر آج کوئی شخص اسی قدیم کلیہ کو مقدمہ بناکر

بناکر کوئی نیا نتیجہ نکالے، یا نظریہ پیش کرے تو تم کہان تک اوسے صحیح سمجھو گے؟ یہی حال تمام کلیات کا ہے
بہت سے یقیناً ایسے بھی ہین جو آج اپنی قدیم حالت پر قایم ہین، ان کی تغلیط کا فضا نے کوئی سبب
تلاش نہین کیا، لیکن کچھ ایسے بھی ہین جو اب صحیح نہین رہے ہین، پس اون کو استعمال کرکے مخاطبین
کو کوئی ترغیب دینا، باطل ترغیب کہلائے گا، اور کسی شخص کا ان کلیات کی بنا پر کسی ترغیب کو قبول
کر لینا، ترغیب کی فریب دہی مین داخل ہوگا، انتخاب کونسل مین عورتون کے حق الرائے کا مسئلہ جب
پیش تھا، تو اوس وقت اِس تجویز کے مخالفین کا عام ترین طریقۂ استدلال یہ تھا کہ وہ اپنی تقریر کو
عورتون کی ناقص العقلی کے اظہار سے شروع کرکے، حاضرین کو اپنے حسب منشا، ترغیب دیتے
تھے، اون کی دلیل بے شک صحیح ہوتی بشرطیکہ وہ اپنے اِس کلیہ کو بھی ثابت کر دیتے کہ "عورتین
ناقص العقل ہوتی ہین"، کلیہ ہی ثبوت طلب تھا، تو اس کی بنا پر اخذ کردہ نتیجہ کب صحیح ہو سکتا تھا، لیکن
بہت کم لوگ تھے جو اسے سمجھتے، اور جو سمجھ گئے، اونھون نے اون کی ترغیبات سے متأثر ہونا چھوڑ دیا،

اگر تھوڑی دیر کے لیے حسیات، اور جذبات کے دائرہ سے الگ ہٹکر ٹھنڈے دل سے قومون
کے زوال اور فنا کی وجہ تلاش کرو، تو اکثر صورتون مین تم دیکھو گے کہ اون کی بربادی مین دو زبردست
ترین عوامل روایات اور سند (AUTHORITY) رہے ہین، کسی قوم نے اوس وقت تک
ترقی نہین کی جب تک روایات کے دائرہ سے نکلکر مطابقت ماحول، کے اصول پر کاربند نہ ہوئی ہو،
اور بدلی ہوئی حالت کے اعتبار سے اپنے طرز عمل اور خیالات کو نہ بدلا ہو، واضح رہے کہ ہم متلون
المزاجی کی تلقین نہین کر رہے ہین، بلکہ استمرار حیات انفرادی و ملی کی زبردست ترین شرط بتا رہے ہین

درمع الدہر کیف ما دارا

اور:- اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

اسی حقیقت کو ظاہر کرتے ہین کہ:-

روایات کی مقبولیت کی وجہ تلاش کرو، تو یہی نظر آئیگی کہ انسان دلائل استخراجی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے، اور یہ اسلیئے کہ دوسرون کے بنائے ہوئے مسلمات اور کلیات کو قبول کرلینا، استقرار، تلاشِ واقعات، تحقیقِ امثلہ، فراہمی ثبوت، اور بہت سی دوسری زحمتون سے بچا دیتا ہے، اور ترغیب دہندہ، اور اس ترغیب کے دینے والے دونون اِس سے مطمئن ہوجاتے ہین،

اِس استخراج پسندی کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے عقائد، و معتقدات منجمد اور مرکوز ہو کر مجرد اصطلاحات کی شکل اختیار کرلیتے ہین، اور سکۂ رائج الوقت کی طرح عام گفتگو مین دخل پالیتے ہین، اِس قسم کی اصطلاحات کثرت سے اخبارون اور عام تقریرون مین استعمال کی جاتی ہین اور باعتبار زمانہ ان کی حالت بدلتی رہتی ہے، فی زمانہ کسی تحریک کے لیئے یہ کہدینا کہ اس مین استبدادیت کی بو آتی ہے یا کسی طریقۂ تعلیم کے لیئے یہ کہدینا کہ غلامی سکھاتا ہے، اِن دونون کے مردود بنانے کو کافی ہے، اور کسی مزید ثبوت لانے کی ضرورت نہین رہتی، تقاضائے عقل تو یہ ہونا چاہیئے، لیکن ثبوت کی زحمت کون گوارا کرے، اور اسی لیئے اِن اصطلاحات کو کلیہ کی حیثیت دیدی جاتی ہے، فاضل مصنف "فلسفۂ اجتماع" نے بھی اپنی اس کتاب مین جماعتون کے خصائص سے بحث کرتے وقت اِس قسم کی مجرد اصطلاحات کا ذکر کیا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہین.

> "کسی شے کی بُرائیان، یا خوبیان تفصیلاً بیان کرنے کے بجائے، اوس کا محض ذکر ایسے الفاظ سے کرنا جو اندر نفرت یا رغبت کے جذبات پوشیدہ رکھتے ہین، تخیل کے متاثر کرنے مین کامیاب ہوتا ہے"

عبارت بالا مین تشریح طلب جملہ یہ ہے کہ "اصطلاحات نفرت یا رغبت کے جذبات کیون پوشیدہ رکھتے ہین؟" اِس کا جواب ہمارے گزشتہ بیان سے مِل جاتا ہے، استبدادیت، حُریت، نوکرشاہی، قوم پسندی، دفتری اقتدار، ایسے بہت سے الفاظ جو اخبارون مین نظر

آتے ہین، لکھنے والے، اور پڑھنے والون کے معتقدات اور آراء کے مظہر ہیں، ان الفاظ کے کہدینے کے بعد، کہنے والے اور سننے والے، بخیال خود، کسی مزید توضیح و ثبوت کے محتاج نہین رہتے، اور بہت سے دلائل سے نجات پا جاتے ہین، بغیر سمجھے ہوئے محض ایک لفظ کا اطلاق کسی شئے پر ہوتے دیکھکر اوس کو بُرا تصور کر لیا، اور یہ نہ غور کرنا کہ اس کا لفظ کا یہ اطلاق صحیح ہی یا غلط، بداہتہً جذبہ کے تسلط اور دلیل کی قوت کے نقدان کا ثبوت ہی،

ترغیب مین دلائل استقرائی، اور اون کے اقسام کا استعمال،

ابتک ترغیب مین دلیل استخراجی کے استعمال سے بحث کی گئی، اب دیکھنا یہ ہے کہ دلیل استقرائی کا استعمال جو عام طور پر لوگون کو سمجھانے کے لیئے کیا جاتا ہے، کہان تک صحیح ہوتا ہے اور کس حد تک اوس مین غلطی کا اندیشہ ہی،

(۱) **دلیل استقرائی** کا عام ترین استعمال تو اس طرح کیا جاتا ہے کہ ایک یا کئی مثالین پیش کرنے کے بعد کسی قضیہ کا بیان کر دیتے ہین، مثلاً کسی پالسی کو مضرت رسان اور قابل تنسیخ قرار دینے کے لیئے پہلے خاص خاص مثالین اوس کے مضر اثرات کی بیان کی جاتی ہین، اور پھر بحیثیت مجموعی اوس کا مُضر ہونا مخاطبین پر ثابت کر دیا جاتا ہے،

(۲) دوسری قسم دلیل استقرائی کی وہ ہوتی ہی جب مختلف اشیا یا واقعات مین علاقہ سببیت کی موجودگی کی بنا پر، کوئی استنتاج کیا جائے، اِس کی ایک صورت تو یہ ہی کہ علت سے معلول کا استنتاج کیا جائے، اور دوسری یہ کہ اس کے برعکس ہو، اول الذکر کی مثال تو یہ ہوسکتی ہی کہ چونکہ" درآمد سامان پر محاصل بڑھا دیئے گئے ہین، لہذا ملکی تجارت کو فروغ ہوگا،،، اور ثانی الذکر کی مثال یہ ہی کہ" ملک مین اجناس گران ہین اسلئے شاید اون کی برآمد آزادانہ طور پر ہو رہی ہے،،

(۳) دلیل استقرائی کی تیسری قسم مین تمثیلات و تشبیہات کے ذریعہ سے اِستدلال کیا جاتا ہے اور مشبہ بہ سے مشبہ کے متعلق انتاج کیا جاتا ہے مثلاً یہ شعر ؎

مَر و قایم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہین — موج ہے دریا مین اور بیرون دریا کچھ نہین

اِس قسم کے استدلال تمثیلی کی اچھی مثال ہی، اکثر مقررین تاریخ سے مثالین پیش کرتے ہین، اون کی طرز استدلال بھی اِسی قسم کی ہوتی ہے، چنانچہ مشہور انگریزی خطیب برک (BURK) نے جب پارلیمنٹ کے سامنے امریکہ سے صلح کرنے کی تائید مین تقریر کی، تو اُس نے مثال مین آئرلینڈ اور ویلز کو پیش کیا، اور یہ کہا کہ جس طرح ہنری ہشتم کے عہد سے پہلے یہ دونون جیسے ہمیشہ انگلستان سے برسرپیکار رہے لیکن جون ہی کہ ان کو حقوق آزادی عطا کیئے گئے جنگ وجدل بھی موقوف ہوگئی، اِس طرح امریکی نوآبادیات کو دوست بنانے کا بہترین طریقہ ان کو آزادی، اور انتظام سلطنت مین دخل دینا ہے،،

ان ہرسہ اقسام استقرا سے کسی واقعہ کا قطعی ثبوت اوس وقت تک نہین فہم ہوسکتا

جب تک کہ ان مین سے ہر ایک کے متعلقہ شرائط کی پیروی نہ کی جائے، مثلاً قسم اول مین مثالون کا ناکافی یا ناقابل اطلاق ہونا، دلیل کو غلط کر دیتا ہے قسم دوم مین علاقۂ سببیت کا پایا جانا ہی کافی نہین ہے بلکہ علت قریب یا بعید، مستقیم یا غیر مستقیم کو بھی دیکھنا ہوتا ہی، اِسی طرح سے قسم سوم مین استدلال کے صحیح ہونے کا دارومدار کل وجوہ تشبیہ کے تام اور کامل ہونے پر ہی، یہ تو خیر ایسی خامیان ہین جن کا احتمال ہر دلیل استقرائی مین ہوتا ہے، لیکن سب سے اہم نقص اِس کا یہ ہے کہ واقعات اور حالات انسانی سے بحث کرتے وقت تم ملکاً اور حتمی طور پر کسی قسم کا استقرا نہین کر سکتے، ہان مسائل سائنس یا موجودات غیر ذی حس سے بحث کرتے وقت اس کا استعمال البتہ قطعیت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ ترغیب کا موضوع سیاسی، معاشی، اخلاقی، غرضکہ کچھ ہی کیون نہو، نگر بہت پیچیدہ ہی، علاوہ برین فطرت انسانی کے مظاہرات اِس قدر تغیر پذیر اور غیر قطعی ہوتے ہین کہ اون مین کسی خالص علمی یا عقلی ثبوت کی گنجایش ہی نہین، معاملات انسانی پر جو لوگ اظہار خیال کرتے ہین، اون سے تم صرف اِسی قدر صحت استدلال اور ثبوت کی توقع رکھ سکتے ہو، جس کی اون کا موضوع بحث اجازت دے، کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی

مدبر سلطنت یا سیاست دان، قانون سلطنت وضع کرتے وقت عام طور پر فطرت انسانی کے متعلق کوئی دعوی کر سکے، ہرگز نہین، اوس کے دعوون مین تعمیم اور جامیت ہو ہی نہین سکتی، ہان یہ بے شک ممکن ہے کہ کچھ افراد یا غالب تعداد افراد کے لحاظ سے اوس کا دعوی بے شک صحیح ہو، اِس ایک مثال کو پیش نظر رکھو، تو معاملات انسانی مین دلیل استقرائی کے محدود، اور غیر جامع ہونیکی ایک اور وجہ بھی نظر آتی ہے، کسی عالم طبیعیات کے پاس ثبوت کا ایک اور وسیلہ اختیار (EXPRIMENT) ہے، لیکن اگر کسی سیاست دان کی حالت پر غور کروئی تو اوس کے موضوع مین اِس کا امکان ہی نہین پایا جاتا، فطرت انسانی پر تجربہ کرنا آسان نہین ہے، تاریخ آج تک محمد تغلق، چارلس اول، اور لوئس شاہ فرانس کی خام خیالی کا ماتم کر رہی ہے، ہماری تحریک عدم تعاون، ہجرت وغیرہ کا سبق بھی، بالخصوص اِس باب مین کچھ کم عبرت آموز نہین ہے،

قصہ مختصر یہ کہ کسی ترغیبی عمل مین دلائل استقرائی کو آنکھ بند کر کے قبول نہ کرنا چاہیئے، ایسا کرنا، اور ظاہری معقولیت سے مرعوب ہوجانا فریب دہ ہوگا، تم شاید یہ اعتراض کرو کہ جب ہر دو اقسام استدلال (استقرائی، اور استخراجی) مین غلطیون کا اتنا احتمال ہے، تو پھر عنصر ذہنی کی وساطت سے جائز طور پر ترغیب دینا کس طرح ممکن ہے؟ یہ جو عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "ہر معاملہ کے دو رُخ ہوتے ہین" یہ واقعی صحیح بھی ہے، ترغیب دہندہ کا کام صرف اسی قدر ہے کہ جس "رُخ" کو وہ سمجھتا ہے اور پسند کرتا ہے اوسے حتی الوسع واضح اور مدلل بنا کر اپنے مخاطبین کے سامنے پیش کرے، اور قطعیت کے ساتھ حکم لگانے سے باز رہے، استدلال کا استعمال قیاسی، اور اعتباری حیثیت سے تو ترغیب مین البتہ ہوسکتا ہے لیکن دعوی کے ساتھ ممکن نہین،

کتابون اور تقریرون مین عنصر تخیلی کا استعمال

ترغیب مین عنصر ذہنی کا جو کچھ حصہ ہوتا ہے، وہ اور نیز اوس کے استعمال سے ہم بحث کر چکے

اب ترغیب کے دوسرے عنصر یعنی تخیل کو لیتے ہین،

توضیحات جس طرح عنصر ذہنی کا عام ترین استعمال دلائل کی صورت مین ہوتاہے، اوسی طرح عنصر تخیلی کا استعمال توضیحات کی صورت مین کیا جاتا ہے، اِن توضیحات مین زیادہ تر صنائع لفظی کا استعمال ہوتاہی، مثلاً تمثیل، استعارہ، تضاد، مبالغہ وغیرہ کہنے کو تو توضیحات اور دلائل علیٰحدہ علیٰحدہ الفاظ ہین، لیکن بیشتر ان مین کوئی زیادہ تفاوت قایم نہین کیا جاسکتا، کتابون اور تقریرون مین بہت سے دلائل ایسے نظر آتے ہین، جن کی ثبوتی حیثیت منطقی اعتبار سے، توضیحات سے زیادہ نہین ہوتی، بات دراصل یہ ہے کہ توضیح کا خواہ زبانی ہو، یا تحریری، اشیائے محسوسہ کے ذریعہ سے کی جائے یا لفظی مثال دی جائے، مقصد اولی یہ ہوتاہے کہ مخاطب کے دماغ مین کسی مسئلہ کے متعلق جو تصورات وخیالات دھندلے اور مبہم ہون، اون مین وضاحت پیدا کردی جائے، ظاہر ہے کہ کسی مسئلہ کے ثبوت، یا کسی طرز عمل کی پیروی کے لیئے وضاحت خیالات ناگزیر ہی، توضیحات سے چونکہ یہ بات پیدا ہوجاتی ہے اسلیئے اکثر اوقات ان کا اثر وہی ہوتاہے جو دلائل کا ہوتاہے، دوسری بات یہ ہی کہ جتنا زیادہ جو خیال ہمارے دماغ مین واضح اور صاف ہوتاہے، اتنا ہی زیادہ سہولت کے ساتھ وہ عملی صورت بھی اختیار کرلیتاہے، اِس اعتبار سے بھی ترغیب مین توضیحات کی اچھی خاصی اہمیت ہی، ان کی وساطت سے ترغیب دہندہ اپنے حسب منشا انفعال کرا سکتاہی تیسری بات توضیحات مین یہ ہوتی ہے کہ وہ مخاطب مین ایک طرح کی فرحت اور خوشنودی کا تاثر پیدا کردیتے ہین، جس کی وجہ سے اون مین اخذ اور قبول کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے، اِس نقطۂ نظر سے دیکھو، تو معلوم ہوتاہے کہ یہ عنصر جذبی کی بھی ہم آہنگ ہین، حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ توضیحات، دلائل اور جذبات کی ہمنوائی کرتی ہین، لیکن اصلیۃً ان کی حیثیت تخیلی ہے نہ کہ عقلی یا جذبی، عام طور سے یون کہہ سکتے ہو کہ جس طرح سے کہ ترغیب مین عنصر عقلی دلیلون کی صورت مین ظاہر ہوتاہی اسی طرح سے عنصر تخیلی توضیحات کی وساطت سے اپنا کام کرتاہے،

ذیل کے اقتباس سے توضیح کا عنصر تخیلی ہونا بخوبی ثابت ہوجائے گا، نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ترغیب مین اِس کا استعمال کس طریقہ پر کیا جاتا ہے، یہ اقتباس جان برائٹ[1] کی تقریر سے لیا گیا ہے، مقرر کا منشا، یہ ثابت کرنا تھا کہ حکومت کی حریفانہ خارجی پالیسی کی قربان گاہ پر رعایا کی "گاڑھی کمائی" اور ملک کی ثروت کس طرح نذر کی جارہی ہے، اوس کی توضیح مین آپ کہتے ہین:۔

"مین بلا مبالغہ کہہ سکتا ہون کہ اِس چھلاوہ (توازن اقتدار۔ آزادی یورپ) کی عبث تلاش مین ہمارے اِس چھوٹے سے بے بضاعت جزیرے سے، اور رعایا کی گاڑھی کمائی سے حاصل کیے ہوئے کم از کم ۲ ارب پونڈ بے دریغ خرچ کر دیے گئے ہین، مین اِس رقم کا خیالی اندازہ بھی نہین لگا سکتا، اِسی لیئے مین آپ حضرات کو بھی کوئی اندازہ نہین بتا سکتا کہ یہ رقم کس قدر ہوتی ہے، لیکن جب کبھی مین اِس رقم کا خیال کرتا ہون تو میری آنکھون کے سامنے ایک عجیب و غریب مرقع آجاتا ہے، میری نظر کے سامنے آپ کے ملک کا شریف کسان زمین کھودتا اور ہل چلاتا ہوا معلوم ہوتا ہے، فصل بوتا ہے، پھر اُسے کاٹتا ہے، گرمیون کے سورج کی تیز شعاعین اوسکو پسینہ مین تر بہ تر کیئے دیتی ہین، یا شدید جاڑے اُسے قبل از قبل ضعیف بنائے دیتے ہین، پھر میرے خیال مین آپ کے ملک کے شریف اور مضبوط دست کار کی تصویر آتی ہے، اوس کا مردانہ چہرہ، اوس کی مہارت فن میری آنکھون مین گھوم جاتی ہے، مین دیکھتا ہون کہ وہ بنچ پر بیٹھا ہوا دیدہ ریزی کر رہا ہے، یا بھٹی کے پاس موجود ہے، اِس کے بعد میرے پیش نظر آپ کے ملک کے شمالی حصہ کے کارخانے آتے ہین، مجھے ایک کام کرنے والے کی دھندلی تصویر اب بھی نظر آتی ہے، لیکن تصویر جب زیادہ صاف ہوتی ہے تو عورت کی شکل معلوم ہوتی ہے، عورت کیا بلکہ یون کہئیے کہ ایک شریف اور باحیا دوشیزہ جیسی کہ میری یا آپ کی بہنین اور بیٹیان ہین مین دیکھتا ہون کہ یہ غریب لڑکی پوشم

---

[1] جان برائٹ، (JOHN BRIGHT)

چلانے مین ہمہ تن مصروف ہی، جس کی گردشون کے سامنے اس کی آنکھ تک تھک جاتی ہے ؛
اس جگر خراش منظر کے بعد میرے خیالی مرقع مین آپ کے ملک کے ایک اندرونی آبادی کی تصویر
آتی ہے، مین غریب کان کنون کو اپنی آنکھون کے سامنے دیکھتا ہون، جن کو زیر زمین رہتے ہوئے
اتنی مدت گزری کہ آفتاب کا وجود اون کے لیئے خیالی شے سے زیادہ وقعت نہین رکھتا، یہ بیچارے
زمین کا جگر شق کرکے اس ملک کے تمول اور اس کی کثرت کے عناصر نکالتے ہین، مین یہ سب نظارے
دیکھ چکتا ہون تو بھی مجھے ڈوارب پونڈ کا تصور ٹھیک طور سے نہین ہوسکتا، ہان ایک بات کا
تصور البتہ واضح تر ہوجاتا ہی، اور وہ کیا؟ آپ کی حکومت کی شدید ترین غلطی جس کی مہلک پالسی
کی بدولت اِس ملک کی آدھی دولت کم از کم ایک ثلث ہر سال فضول خرچ ہوجاتی ہے، خداوند
تعالیٰ کا منشا تو یہ تھا کہ کثیر رقم جو آپ لوگون کی محنت سے حاصل کی جاتی ہے، اِس ملک کی بہبودی
اوس کی سرسبزی، اور زرخیزی مین کام آئے، لیکن یہی رقم دنیا کے ہر گوشہ مین ہر سال کمال بے
دردی سے لٹا دی جاتی ہے، جس سے اہل انگلستان کو کسی طرح کا کوئی فائدہ نہین،،

مقابلہ وموازنہ۔ **مقابلہ اور موازنہ سے بھی** اکثر اوقات کتابون اور تقریرون مین واقعات
کی توضیح کی جاتی ہے، دیگر اقسام توضیحات کی طرح اِن کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ واقعات مین وضاحت
پیدا کردین، اور ساتھ ہی ساتھ دلچسپی اور جدت بھی ہوتی رہے، مقابلہ اور موازنہ سے ایک خاص فائدہ
یہ ہوتا ہے کہ ان کی وساطت سے کوئی مقرر یا مصنف ایک ہی واقعہ کو بہ تکرار پیش کرسکتا ہے، لیکن اس
تکرار سے مخاطبین کی دلچسپی مین فرق نہین آنے پاتا، حالانکہ عام طور پر تکرار اور دلچسپی مین نسبت معکوس ہے
یعنی اول الذکر مین اضافہ دوسرے مین کمی کو مستلزم ہی، دوسری بات یہ کہ مقابلون اور موازنون کے
ذریعہ سے کتابون اور تقریرون مین زندہ دلی اور ظرافت کی جھلک بھی پیدا ہوجاتی ہے، اور یہ دونون
باتین ترغیب کی کامیابی مین بہت کچھ ممد ومعاون ہوتی ہین، ہر مقابلہ مین مشترک اصول یہ ہوتا ہے

کہ دقیق الفہم چیزون کو سہل اور معلوم چیزون کے ذریعہ ذہن نشین کیا جاتا ہے، یا تجریدی خیالات کو
سمجھانے کی غرض سے، تجربات حسی اور اشیائے محسوسہ کو استعمال کیا جاتا ہی، یہی وجہ ہے کہ تمام اعلیٰ درجہ
کے موازنون اور مقابلون مین موجودات قدرت، حیات نباتی وحیوانی، اعمال نشوونما، مشاغل اور
تفریحات انسانی وغیرہ کا استعمال نہایت لطافت کے ساتھ کیا جاتا ہی، مقابلون کی توضیحات مین
وہی حیثیت ہوتی ہی جو تمثیلات کی دلائل مین، اور کبھی کبھی تو اول دونون مین فرق کرنا بہت دشوار
ہوجاتا ہے، اگر ان دونون کو عمیق نظر سے دیکھو تو پتہ چلتا ہے کہ جسے تمثیل کہتے ہین اوس کا مدعا یہ ہوتا ہے
کہ اصل واقعہ یا اصل حالت سے ملتے جلتے واقعات اور حالات کا بیان کردیا جائے، واقعات، اور حالات
سے یہ مراد کہ جو درحقیقت کسی وقت مین پیش آچکے ہون، اس کے بالکل برعکس، مقابلہ، مین کسی واقعہ کو
سمجھانے کے لیئے کوئی فرضی مثال یا اختراعی واقعہ استعمال کیا جاتا ہے، واقعیت کا پایا جانا اوس مین
ضروری نہین سمجھا جاتا، تمثیلات اور توضیحات مین دوسرا فرق یہ ہے کہ تمثیل کو دلائل مین استعمال
کرتے وقت اس کا خاص لحاظ کرنا پڑتا ہے کہ مثل اور ممثل لہ خاص خاص باتون مین ایک دوسرے
سے انتہائی مشابہت رکھتے ہون، برخلاف اس کے مقابلہ کو بحیثیت توضیح استعمال کرتے وقت صرف
سطحی مشابہت یا ظاہری فرق پر اکتفا کی جاتی ہے، ذیل کی مثال کو غور سے دیکھو تو صاف معلوم
ہوتا ہے کہ دو چیزون کا مقابلہ یا موازنہ محض سطحی فرق یا مشابہت کی بنا پر کس طرح کیا جاتا ہے، یہ اقتباس
رائٹ آنریبل رابرٹ لو کی اوس تقریر کا ہے جو صاحب موصوف نے ۲۶ اپریل ۱۸۶۶ء مین دار العوام
انگلستان مین کی موضوع بحث "اصلاح پارلیمنٹ" تھا، صاحب موصوف کے مخالفین نے یہ رائے ظاہر
کی کہ اگر حق الرائے جو اس وقت خاص اہلیت کی بنا پر لوگون کو حاصل ہے عام کردیا جائے، تو رائے
دہندگان کی خرابیان، مثلاً رشوت ستانی وغیرہ خود بخود مٹ جائین، اس کی مخالفت کرتے ہوئے
صاحب موصوف نے حسب ذیل مقابلۂ توضیحی سے کام لیا:—

"ہمارے مخالفین کا بیان ہے کہ موجودہ بیماری کا علاج یہ ہے کہ ایک کثیر تعداد کو حق لرائے دیکر اِس زہر کی قوت کو کم کر دیا جائے، جس طرح سے کہ تیزاب مین پانی ملانے سے اوس کا اثر کم ہوجاتا ہے،

اگر بیماری کی طرح صحت بھی متعدی ہو اکرتی، اور اس کا سرایت بھی ممکن ہوتا، تو ہم اس نرالی منطق کے بے شک قائل ہوجاتے لیکن واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے اگر میرے پاس نصف درجن بیمار مویشی ہون، اور مین ۱۰۰ عدد تندرست مویشیون کو اُن کے ساتھ رکھون تو میری اِس تدبیر سے صحیح مویشی تو البتہ بیمار پڑ سکتے ہین، لیکن پہلے کے بیمار مویشی کسی طرح اچھے نہین ہوسکتے،،

غور سے دیکھو کہ رشوت ستان، رائے دہندگان پر بیمار مویشی کی تطبیق کس حد تک درست کہی جاسکتی ہے نیز رشوت ستانی، کو مرض متعدی، بناکر اس کی بنا پر استدلال کرنا کس قدر سطحی اور غیر حقیقی مقابلہ ہے، لیکن مقابلہ مین یہ چیزین جائز ہین، تمثیل مین نہین،

توضیح کی ایک اور قسم جس کی بنا منطق کے اصول مشابہت پر ہے، کسی قصہ یا روایت کا بیان کرنا ہے، جو قصے جائز طور پر استعمال کیئے جاتے ہین، اون مین کسی ایسی ہی صورتِ حالات کا بیان ہوتا ہے جیسی کہ موضوع بحث مین موجود ہے، جس سے مؤخر الذکر پر روشنی پڑتی ہے، فرضی اور غیر متعلق قصے ترغیب کو ناجائز بنا دیتے ہین، اور مخاطبین ان کے دھوکے مین بآسانی آجاتے ہین،

قصہ گوئی، روایت، حکایت،

قِصّون کا استِعمال کتابون اور تقریرون مین بہت عام ہے، شروع مضمون مین ان سے تمہید کا کام لیا جاتا ہے، اور مخاطبین کو آیندہ خیالات کے سمجھنے کے لیئے تیار کیا جاتا ہے، دوران مضمون مین اِن سے تفہیم مین مدد ملتی ہے، مذہبی مباحث مین قِصون کا استعمال بہت کثرت سے ہوتا ہے

اس کی وجہ یہی ہے کہ روحانیت، حقانیت، عقائد اور اعمال کی تجریدی بحثین بغیر اس قسم کی توضیح کے عام لوگون کی سمجھ سے باہر ہوتی ہین، کتب الہامی مین کثرت سے قصے ہوتے ہین، اور ان سے پیچیدہ باتون کے سمجھنے مین بہت مدد ملتی ہی،

ہر توضیحی قصہ کی صفت خصوصی یہ ہونا چاہیے کہ معاملۂ زیر بحث پر اوس کا حقیقی مضمون مین اطلاق ہو سکے، محض لوگون کو خوش کرنے کے لیئے ایسے قصے بیان کرنا جنمین اور موضوع بحث مین کوئی اتحاد اور رابطہ ہی نہو، ترغیب باطل کا پتہ دیتا ہے، توضیحات عام طور پر جالب توجہ ہوتی ہین اور دلچسپی پیدا کرتی ہین، اسی وجہ سے اکثر اوقات مقررون اور مضمون نگارون کو اون کے استعمال کی خاص خواہش ہوتی ہی، اسلیئے نہین کہ مضمون زیر بحث پر اوس سے روشنی پڑے، بلکہ محض اسلیئے کہ لوگون کی توجہ کو اپنی طرف مائل کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ نام نہاد خطیب اور بازاری زعما اپنی تقریرون مین ایسی مثالین بیان کرتے ہین، جو دائرۂ بحث سے باہر، اور بے ربط ہوتی ہین، یا ایسے موازنون اور قصون کا استعمال کرجاتے ہین جن کا تعلق نفس بحث کے ساتھ سطحی اور غیر حقیقی ہوتا ہے، اور جن کی حیثیت تلبیسات سے زیادہ اور کچھ نہین ہوتی، ہر اخبار بین، ذراسی کوشش اور تلاش سے اس قسم کی مثالین سیاسی تقریرون سے ڈھونڈھ سکتا ہی،

عنصر جذبی کا استعمال کتابون اور تقریرون مین

ترغیب کے لیئے جذبہ کا وجود لازمی ہی | جس طرح عنصر ذہنی کا عام ترین اظہار دلائل اور عنصر تخیلی کا توضیحات کی شکل مین ہوتا ہے، اسی طرح سے عنصر جذبی کا اظہار چند خاص خاص صورتون مین کیا جاتا ہی، مثلاً استفہامیہ جملے کہنا، یا کلمۂ حیرت کا استعمال (اللہ - اللہ! آج وہ دن ہے کہ.......) مخاطبت یا ندا "بھائی مسلمانو! دیش بندھو، وغیرہ، پیش رائے مثلاً (وہ دن دور نہین ہے کہ جب........ وغیرہ وغیرہ) تفضیح (جیسے اون لوگون پر خدا کی مار ہو وغیرہ) خداوند تعالیٰ کو مخاطب کرنا جیسے

خدایا تیرے ہاتھ بڑے ہین۔۔۔۔۔۔)

اگرچہ فی زمانہ متانت اور سنجیدگی کے مواقع پر جذبات کو تحریک دینا خطابت کا کمال متصور نہین ہوتا، بلکہ اونھین مخفی رکھنا اور استدلال کا پہلو لئے ہوئے بحث جاری رکھنا جزو فصاحت ہوگیا ہی تاہم مذکورۂ بالا صورتون مین سے بہت سی آج کل بھی رائج ہین ایسی تحریرین ناظرین کو الہلال کی مجلدات۔ اور بالخصوص مقالات افتتاحیہ مین بہت کثرت سے نظر آئین گی، تقریری ترغیب مین تو اون کا استعمال بہت ہی زیادہ ہوتا ہی، تحریرون پر فرصت کے مواقع پر غور کیا جاسکتا ہی لیکن مقررون کو اتنی فرصت کہان کہ دل بحثون سے اپنا مقصد حاصل کرین، لہذا زیادہ تر جذبات سے بحث کرتے ہین، اور سامعین کو متاثر کرنے مین کامیاب ہوجاتے ہین،

جذبات کی اپیل اگرچہ بہت سے نقائص رکھتی ہی تاہم ترغیب کی کامیابی کے لیئے ان کا استعمال ناگزیر ہی، جذبہ مثل ایک قوت محرکہ کے ہی، جو ترغیب دہندہ کی ذات سے گزر کر اوس کے مخاطبین پر بھی اثر کرتی ہی، اور ان سے کسی مجوزہ طرز عمل کی پیروی کراتی ہی، اُسکے بغیر ترغیب ہو ہی نہین سکتی، جب ہم کسی روش یا نقطۂ خیال کی مخالفت کرنا چاہتے ہین تو ہمارے دل مین رنج، شرم، خوف، توہین وغیرہ مین سے کسی ایک جذبہ کا تسلّط ہونا ضرور ہی ہی، اور اسی کو ہم اپنے مخاطبین مین پیدا کرنے کی کوشش کرسکتے ہین، بعینہ جب ہمارا مقصد یہ ہوتا ہی کہ لوگون کو کسی طرز عمل کی طرف مائل کیا جائے تو اوس صورت مین ہم اون جذبات سے مدلیتے ہین جن سے تقویت یا تحریک ہوسکے، مثلاً امید، حبّ الوطنی، رشک، غصہ، ان دو صورتون کے علاوہ کچھ اور جذبات ایسے بھی ہوتے ہین جو اگرچہ بذات خود تحریک یا تردید کی صلاحیت نہین رکھتے، لیکن پھر بھی مذکورۂ بالا قسمون مین سے کسی ایک کے ساتھ ملکر کام کرسکتے ہین، انکی مثالین

یہ ہین۔ خوشی، محبت، قدر، ہمدردی وغیرہ.

ترغیب مین جذبات کو بالواسطہ تحریک دی جاتی ہے،

یہ ایک عجیب بات ہو کہ باوجودیکہ ہر ترغیب کا جزو لاینفک جذبہ
ہی ہوتا ہی، لیکن پھر بھی ترغیب دہندہ کا مقصد لوگون پر یہی ظاہر کرنا ہوتا ہے
کہ گویا دلائل کے ذریعہ سے یقین دلایا جا رہا ہی، دوسرون کو ترغیب دیتے وقت اِس بات کی ممکن کوشش
کی جاتی ہو کہ اون کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ ہم اونکے جذبات پر اثر ڈال رہے ہین، اسی وجہ سے ترغیب
مین براہ راست جذبات کو تحریک نہین دی جاتی بلکہ عقل یا متخیلہ کی ریشہ دوانیون سے اون کو
بیدار کیا جاتا ہی، کسی موضوع سے بحث کرتے وقت ہم دلچسپ اور واضح ترین طریقہ پر اس کا
احضار کرتے ہین، اور اس ترکیب سے مخاطبین کی کسی خواہش یا جذبہ کو تحریک دیتے ہین، اِس کا
بھی خاص التزام کیا جاتا ہو کہ مخاطبین کہین یہ خیال نہ کرین کہ ہم عمداً اون کے تاثرات یا جذبات
کو برانگیختہ کر رہے ہین، اِس اخفا کے لیے مضمون کو اس طرح پیش کیا جاتا ہی کہ ناظرین کو یہ یقین ہو جائے
کہ اون کے جذبات کو بجا طور پر اشتعال دیا گیا ہے، اور وہ یہ محسوس کر لین کہ ہماری ترغیب کے بموجب
عمل کرنے سے اِن جذبات کی تشفی ہو سکے گی،

جذبہ کو بالواسطہ ترغیب دینے کے طریقے،

(۱) کسی شے کو ممکن الوقوع ثابت کر دکھانا، دلیل کی اگرچہ
باعتبار اِسکی حیثیت کے تمامتر اپیل قوت عقلی سے ہوتی ہی، لیکن جذبات کے برانگیختہ کرنے مین اسکا
بھی اچھا خاصہ حصہ ہو سکتا ہے، یہ اِس طرح ہوتا ہے کہ فراہمی ثبوت، اور دیگر شواہد عقلی و نقلی کی
بنا پر لوگون کے ذہن مین کسی چیز کے متعلق تیقن کی کیفیت پیدا کر دی جاتی ہی، یا کم از کم اوسکا امکان
اون پر ثابت کر دیا جاتا ہی، یہ امکان تیقن کی اور تیقن رفتہ رفتہ معتقدات کی صورت اختیار کر لیتا ہے
اور یہین سے جذبات کا عمل شروع ہو جاتا ہے، فرض کرو کہ کسی مقدمہ کی سماعت کے وقت وکیل
استغاثہ، جج اور جوری کو ملزم کے جرم کا یقین دلا دے، تو اس تیقن کی کیفیت کے ساتھ ہی ساتھ

ایک طرف تو ان اصحاب مین احساس فرض کا جذبہ پیدا ہوتا ہی، اور دوسری طرف جرم اور اوس کے مُضر اثرات کا تصور ان کے جذبۂ غضب کو اشتعال دیتا ہی، ان ہر دو جذبات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بالآخر ملزم کے مجرم ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا جاتا ہی، اسی مثال مین دیکھو کہ وکیل کی تقریر سے قبل، جج یا جوری کے قلوب پر کسی جذبہ کا اثر نہ تھا، جس سے اون کے فیصلہ پر اثر پڑتا لیکن وکیل کے دلائل نے یقین اور یقین نے جذبات پیدا کر دیئے، مختصر یہ کہ کسی واقعہ یا صورت حالات کو اس اسلوب سے پیش کرنا کہ وہ ممکن معلوم دینے لگے، بالواسطہ تحریک جذبات مین بہت کچھ کارگر ہوتا ہے،

(۲) کسی شے کو صداقت نما بنا کر پیش کرنا: — مذکورہ بالا مقصد حاصل کرنے کی ایک دوسری سبیل یہ ہو کہ احضار واقعات مین بجائے امکان کے صداقت نمائی پیدا کر دی جائے، عام طور سے کسی شے کو ممکن الوقوع ثابت کر دکھانے اور اسے صداقت نما، بنانے مین کوئی فرق نہین کیا جاتا، یہ دونون چیزین جذبات کی تحریک مین معاون ہوتی ہین اور اس اعتبار سے اونھین ایک کہہ سکتے ہو لیکن کسی شے مین امکان پیدا کرنا، دلیل چاہتا ہے، اور فاعل کی قوت استدلال پر منحصر ہے، مگر صداقت نمائی واقعات کی صفت ہوتی ہے، جو اپنی ساخت یا رنگ آمیزی کی وجہ سے لوگون مین توجہ اور شوق پیدا کرتے ہین، جس طرح سے اول الذکر کا تعلق ترغیب کے عنصر عقلی سے ہی، اوسی طرح سے موخر الذکر عنصر تخیلی سے علاقہ رکھتی ہے، کسی بیان کو صداقت نما اس صورت مین کہا جاتا ہی، جب اوس کی ظاہری حالت کو اس طرح بنا دیا جائے کہ واقعات، اون کی ترتیب اور اون کے باہمی رشتے بالکل قدرتی اور ناگزیر نظر آئین، اور ہمارے عام تجربات سے اون کی تصدیق ہوتی ہو، اس قسم کے بیانات کو ذہن بخوشی سنتا ہے، اور اونھین حقیقی اور واقعی مان لینے کے لیئے جلد آمادہ ہوجاتا ہے، لیکن اگر کسی بیان مین ایسے مجموعۂ خیالات کا

اظہار کیا جائے جن کی تائید و توثیق عام تجربات نہین کرتے، تو ذہن کو اوسکے سمجھنے مین وقت کا سامنا ہوتا ہے، اونھین خلاف فطرت۔ نا قابل یقین۔ یا باطل سمجھکر مسترد کر دینے کا میلان طبیعت مین پیدا ہوجاتا ہے۔ کسی بیان مین خواہ امکان پایا جائے یا نہ پایا جائے، محض صداقت نمائی، کی صفت ہی مخاطبین مین ایک طرح کی فرحت پیدا کر دیتی ہے، اور ترغیب وہ ثابت ہوتی ہو مثلاً اگر راستہ مین کوئی فقیر تم سے اپنی مصیبتون کی داستان دلچسپ اور صداقت نما پیرایہ مین بیان کرے تو خواہ تم اوس کے بیان کی صداقت مین شبہہ ہی کیون نہ کرو۔ لیکن اس کی مدد کرنے کو مستعد ہو جاتے ہو۔ اس صورت مین ترغیب کا کل دجز عمل صداقت نمائی کے اثر سے ہے، چونکہ یہ متخیلہ سے اپیل کرتی ہے اور ایک قسم کی تفریح و تاثر پیدا کرتی ہی۔ اسلئے کہہ سکتے ہین کہ ترغیب کے معین و مؤید جذبات کو بیدار کرنے مین یہ امکان، سے کہین زیادہ کارگر ہوتی ہی، لیکن جب واضح اور مقررہ واقعات سے بحث ہو رہی ہو، یا فیصلہ کی نوعیت پر بہت سی ضروری باتون کا انحصار ہو (مثلاً کسی مقدمہ مین) تو اوس وقت امکان، کو زیادہ موثر خیال کرنا چاہیئے، ایسی صورت مین صداقت نمائی پر نہ جانا چاہیئے،

۳۔ مضمون زیر بحث کی اہمیت پر زور دینا **ذہن اور تخیل** کے واسطہ سے جذبہ کو بیدار کرنے کی ایک تیسری ترکیب یہ ہو کہ مضمون ترغیب کی اہمیت پر زور دیا جائے۔ اِس ترکیب سے اول تو توجہ زیادہ مرکوز ہوتی ہی، دوسرے خیالات کی قوت اور اونکی وضاحت مین اضافہ ہوتا ہے، یہ دونون باتین مل جل کر جذبات کی قوت کو زیادہ کر دیتی ہین، مثلاً اگر تم کسی فرد یا قوم کے کسی فعل کو بدترین صورت مین اپنے مخاطبین کے سامنے پیش کرو، یا کم از کم اونھین اس کا یقین دلا دو کہ اس فعل کے مضر اثرات کی اہمیت بہت کچھ ہو گی تو تم اپنے مخاطبین مین غصہ کے جذبات کو بہت کچھ شدت کے ساتھ اشتعال دے سکتے ہو،

۴۔ ترغیب دیتے وقت ایسے واقعات کا بیان کرنا جو حال ہی مین رونما ہوئے ہین، یا جن کے متعلق یہ پیش گوئی کی جاسکے کہ عنقریب رونما ہونے والے ہین (اون واقعات کی بہ نسبت جو بہت زمانہ قبل وقوع مین آچکے ہین) جذبات کو کہین زیادہ تحریک دیتا ہی، جذبات کے مشتعل کرنے مین قرب زمانی کی بہ نسبت قرب مکانی بھی کہین زیادہ مفید ہوتا ہی، ہم ایسے واقعات سے جو دور دراز ملکون مین وقوع پذیر ہوئے ہون، اتنے زیادہ متاثر نہین ہوتے جتنا کہ خود اپنے ملک یا اپنے قبیلہ کے واقعات سے۔ اگر آج امریکہ مین کوئی عالمگیر اثر رکھنے والا حادثہ پیش آئے۔ اور آج ہی حیدرآباد مین کوئی معمولی حادثہ ہوجائے تو کل کا صحیفہ پڑھتے وقت سب سے پہلے مین مقامی حالات مین اِس واقعہ کے حالات پڑھنے کی خواہش کرون گا۔ اور اس کے بعد دنیا کی اہم ترین باتون کی طرف توجہ کرون گا،

(۵) ترغیب مین جذبات کے حصہ سے بحث کرتے وقت ایک اور بات جس کا لحاظ ضروری ہے، یہ ہی کہ مصنّف یا مقرر (ترغیب دہندہ) اور اُسکے موضوع ترغیب کا مخاطبین سے کتنا گہرا تعلق ہے، جب حیدرآباد دکن مین ایک عام جلسہ مین مولٰنا حالی مرحوم نے اپنی نظم "چپ کی داد" کا آغاز اس طرح کیا ؎

اے ماؤن، بہنو، بیٹیو دنیا کی زینت تم سے ہے

تو سامعین نے اِس کا بہت کچھ اثر لیا۔ اونھون نے محسوس کیا کہ مولانا مرحوم کی نظم کا ان سے قریبی تعلق ہی، برخلاف اِس کے اگر وہ تخاطب کا یہ طریقہ نہ اختیار کرتے تو شاید اتنا اثر نہوتا اسی طرح جب مارک انٹونی، جولیس سیزر کے قتل کے بعد مجمع سے اِن الفاظ مین یہ خطاب کرتا ہی؛

"دوستو! رومیو!! ہم وطنو!!!"

تو اس کا اثر مجمع پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ الفاظ کی ترتیب پر غور کرو۔ دوسرا پہلے سے زیادہ

اور تیسرا دوسرے سے زیادہ مقرر کو مخاطبین کی ہمدردی کا مستحق ثابت کرتا ہو۔ ظالم کے حامیون میں غصہ اور انتقام کے جذبات جو کسی ظالمانہ فعل کیوجہ سے پیدا ہوتے ہین، وہ اتنے شدید نہین ہوتے جتنے کہ مظلوم سے تعلق رکھنے والون کے دلون مین، سمرنا مین ترکون کا کشت خون دنیاے اسلام مین تہلکہ ڈالدیتا ہے لیکن ہندوستان کے ہنود اوس سے اتنے زیادہ متاثر نہین ہوتے جتنے کہ یہان مسلمان۔ اگر کوئی مقرر اپنے سامعین کو یہ باور کرا سکے کہ فلان فعل اون کو بھی متاثر کرے گا۔ تو وہ اُن کے جذبات کو یقیناً زیادہ کامیابی کے ساتھ برانگیختہ کرسکیگا۔ طبع اِنسانی کچھ اس طرح پر واقع ہوئی ہو کہ غیر متعلق اثرات کی بنسبت اپنی ذات تک پہونچنے والے نتائج کا کہین زیادہ اثر لیتی ہے یہ جو کسی نے کہا۔ ع۔

گزرتی ہے جو دلپر مبتلا کے مبتلا جانے

واقعی سچ بھی ہی، سیدھی سی بات ہو کہ جب تم کسی شخص کا ناجائز طور پر نقصان ہوتے دیکھتے ہو، تو تمھین غصہ تو ضرور آتا ہی، لیکن خود اس شخص کے غصہ کی سی شدت تم مین نہین پیدا ہوتی، تمھارا غصہ یہ چاہتا ہو کہ نقصان رسان سے کِسی طرح کا تاوان لیا جائے۔ یا اوسے منفعل اور شرمندہ کیا جائے۔ لیکن اوس شخص کا غصہ (جس کا نقصان ہوا ہی) بعض وقت اتنا شدید ہوتاہے کہ انتقام کی شکل اختیار کرلیتا ہی، اسی طرح سے دیکھو کہ کسی مخیر المزاج سخی کی فیاضی کا حال سنکر تم مین صرف مسّرت اور امتنان کی کیفیّات پیدا ہوتی ہین، لیکن جو شخص کہ فی الحقیقت اِس فیاضی کا مرہون منت ہو اوس کے جذبات مسّرت اور امتنان سے گزر کر، تشکر و احسانمندی کی شکل اختیار کرلیتے ہین

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر کوئی مقرر اپنے مخاطبین کے جذبات کو قوی تر بنانا چاہے تو اس کی ترکیب یہ ہو کہ وہ کسی فعل کو ایسے پیرایہ مین پیش کرے کہ یہ مخاطبین بھی اوس کے اثرات اپنی ذات پر محسوس کرسکین۔ مثلاً پہلی مثال مین اگر تمھین یہ باور کرا دیا جائے کہ جو

نقصان فلان شخص کو پہونچایا گیا ہی، اوس کے اثرات تم تک بھی پہونچتے ہین۔ تو لا محالہ تمھارے جذبات بھی انتقام کی شکل اختیار کرلین گے۔ فروری ۱۹۲۰ء مین بہار مین زبردست سیلاب آیا تھا جس سے کئی گانون تباہ، اور ہزارون لوگ بے خانمان ہوگئے تھے، دوسرے صوبون کے باشندون نے بھی اِس مصیبت کا حال پڑھا تھا، ادن کے قلوب مین یہ پڑھکر ایک سرسری رنج و ہمدردی کی کیفیت ضرور پیدا ہوئی تھی، لیکن اس کیفیت مین کسی طرح کی شدت نہ تھی، بات یہ تھی کہ یہ لوگ یہ نہ محسوس کرسکتے تھے کہ اس طوفان کے اثرات خود اون کی ذات پر کیا ہین۔ لیکن جب چند جادو بیان مقرر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اونھون نے ہندوستان کے تمام حصون مین دورہ لگاکر اپنی تقریر سے لوگون کو اِس کا احساس کرادیا تو سب نے چندہ دینا شروع کردیا وجہ صرف یہ تھی کہ بعد مکانی، عدم واقفیت۔ اور بے تعلقی کی وجہ سے پہلے لوگون کے جذبات صرف سرسری ہمدردی اور رنج کے تھے، لیکن جب چشم دید حالات سنائے گئے، تباہ شدہ علاقون کی تصویرین دکھلائی گئین، اور لوگون کو یقین دلایا گیا کہ وہ بھی بحیثیت انسان اور ہندوستانی ہونے کے اِس سے متاثر ہوتے ہین تو اون کے جذبات شدید اور ارادی ہمدردی مین منتقل ہوگئے، اور چندہ دینے کے محرک ہوئے۔

ترغیب مین اکثر اوقات ظرافت، اور خوش طبعی بھی بہت کچھ ظرافت، اور خوش طبعی، مؤثر ہوتی ہین، یہ تو عام تجربہ بتاتا ہو کہ وہی ایک بات جب فلسفیانہ خشکی اور مدبرانہ متانت کے ساتھ کہی جاتی ہی، دماغ پر اتنا اثر نہین کرتی، جتنا کہ اوس صورت مین ہوتا ہو جب یہی بات ظریفانہ اور خوش طبعی کے پیرایہ مین پیش کی جاتی ہو، اول الذکر صورت مین دماغ تجریدی بحثون سے پریشان ہوتا ہے، ثانی الذکر صورت مین سریع الفہم ہونے کے علاوہ ایک طرح کا خوشگوار تاثر بھی پیدا ہوتا ہے۔ دلیل اور منطق کے خشک ٹکڑے عام طور پر قابل قبول نہین ہوتے، لیکن جب ان مین

ظرافت اور خوش طبعی کی چاشنی دیدی جاتی ہی، تو یہ ہر شخص کے پسند خاطر ہوتے ہین علم دین تقوی کی ناقدری پر ہندوستان کے متعدد فاضل علمانے مسلمانون کو توجہ دلائی۔ آیات قرانی اور دلائل سے اون کی ضرورت کو واضح کیا، اوس کو اکبر مرحوم نے ایک ظریفانہ پیرایہ مین پیش کیا۔ ہر پڑھنے والے کے دل پر اثر ہوا۔ وہو ہذا۔

کچھ یون مین ہی پرسش گر یچوئیون کی | سٹرک پہ مانگ ہی قلیون کی اور میٹیون کی
نہین جو پوچھ تو بس علم دین وتقوی کی | خرابی ہے تو فقط شیخ جی کے بیٹون کی

یا

سید اٹھے جو گزٹ لیکے تو لاکھون لائے | شیخ قرآن دکھاتے پھرے پیسہ نہ ملا

اکبر مرحوم کی شاعری اور سجاد حسین مرحوم کے اخبار اودھ پنچ کی مقبولیت کی یہی وجہ ہی، انگلستان مین سالہاسال سے 'پنچ' جو اثر عام رائے پر ڈال رہا ہی وہ صرف ماہران سیاست کی مدلل تقریرون سے ہرگز نہ پیدا ہوسکتا تھا،

ظرافت اور خوش طبعی حقیقت مین علحدہ علحدہ چیزین ہین۔ لیکن ان کے درمیان کوئی ممتاز حد فاصل قایم نہین کی جاسکتی۔ اور نہ اون کی مختلف اشکال مین باہمی تمیز ہوسکتی ہے کہ یہ ظرافت کی شکل ہی۔ اور یہ خوش طبعی کی، ان دونون کی مشترکہ صفت یہ ہے کہ ہماری فطرت کے ہر سہ عناصر ذہنی، تخیلی اور جذبی سے مناسبت رکھتی ہین۔ جب تیقن کی کیفیت پیدا کرین۔ تو ان کا تعلق عنصر ذہنی سے ہوتا ہی جب خیالی موازنون سے کام لیا جاتا ہے، اور خوشگوار تاثر پیدا کیا جاتا ہی، تو ان کا عمل عنصر تخیلی پر منحصر ہوتا ہی۔ اور جب احساسات کو بیدار کیا جاتا ہے، تو جذبی عنصر کا لگاؤ ہوتا ہے،

ظرافت ہو یا خوش طبعی، ان کے اثر کی وجہ تلاش کرو تو تمہین معلوم ہوگا کہ ان دونون مین

بظاہر بے تعلق، اور بے سر و پا خیالات کو اس طرح سے مخلوط کر دیا جاتا ہی۔ کہ تعجب اور خوشی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، خوش طبعی مین "تعجب" کا تاثر اتنا نہین پیدا ہوتا جتنا کہ ظرافت مین۔ وہ زیادہ تر جذبی ہوتی ہی اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اوس کا لازمی جز ہے، بقول تھیکرے "خوش طبعی نام ہی محبت اور ظرافت کے مجموعہ کا" کارلائل کہتا ہی کہ "خوش طبعی فہمیدہ طبیعت اور کل موجودات کے ساتھ پُر جوش خلوص اور محبت چاہتی ہی"، یہی وجہ ہے کہ خوش طبعی کی استدلالی اہمیت کچھ زیادہ نہین ہوتی، ہان جذبات کا لگاؤ البتہ بہت کچھ ہوتا ہے اور خوش طبع شخص کی طرف ہر شخص کا دل خود بخود مائل ہوتا ہے،

ترغیب مین ظرافت کا اثر خوش طبعی کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ اور موضوع ترغیب سے اس کا تعلق بھی بہت کچھ گہرا ہوتا ہے۔ ظرافت کے معنی مین تعقل اور استدلال بھی داخل ہے اور ظرافت کے ہر نمونہ مین تم کو دلیلون کا شائبہ زیادہ نظر آئے گا۔ خوش طبعی کی بہ نسبت اسمین تعجب کی کیفیت کو کم دخل ہوتا ہے، اس کا حربہ زیادہ باڑھ دار ہوتا ہے، اور گہرا کاٹتا ہی خوش طبع شخص معصومیت کے ساتھ ہنستا ہی، اور دوسرون کو ہنساتا ہی ظریف آدمی دانتون کے نیچے ہونٹ دبا کر مسکراتا ہی، اوسکی آنکھون مین شرارت کی چمک ہوتی ہی، یہ غیر متعلق لوگون کو ہنساتا ہی لیکن جن پر اسکا وار ہوتا ہی وہ دل مین روتے ہین، جب ظرافت، کنایہ یا تمسخر، طنز یا ہجو ملیح کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تو اس کا وار زیادہ سخت ہو جاتا ہی، خوش طبعی، کی مثال مین ہم کلام اکبر کو پیش کر سکتے ہین۔ اس کا بیشتر حصہ ہجو ملیح سے پاک ہے اور پر لطف پیرایہ مین اظہار خیالات کرتا ہے ظرافت کی مثالین زیادہ تر اودھ پنچ کی پرانی مجلدات مین نظر آئینگی، اور اس کی مذکورہ بالا اقسام بھی نظر آئینگی

ہم ذیل مین کچھ **اقتباسات** دیتے ہین جن سے متین اور سنجیدہ تحریرون مین طنز اور ہجو ملیح کا استعمال بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے،

سنہری گراموفون سے ایک نیا نغمہ
لیڈری کا طوطی کہنہ مشق

(اس مضمون مین ہز ہائنس آغا خان کی اِس تجویز پر کہ ترکون کو جنگ بلقان سے کنارہ کش ہوکر صلح کر لینی چاہیئے۔ اعتراضات کیئے گئے ہین)

آخر[1] مین اون کا مشورہ ہی کہ اسلام کو اب اپنے یوروپین مقبوضات سے فوراً جلاوطن ہوجانا چاہیئے صرف ایشیا ہی پر قناعت کرنا چاہیئے، ایسا کرنے سے ایک نعمت گران مایہ یعنی "دولت علیہ برطانیہ" کی سرپرستانہ اعانت اور اسلام نوازانہ مہرونوازش کی دولت لازوال حاصل ہو جائے گی۔

یہ ایک "بانسری" کی نئی "حکایت" یا گراموفون کا نغمۂ تازہ ہی۔ جو ہز ہائنس کے ساز وجود سے منتقل ہوکر، سامعہ نواز بزم و انجمن ہو رہا ہے،

بعض ظاہر بین بدمزہ ہو رہے ہین کہ یہ آواز تو کچھ خوش آیند نہین، لیکن باطن شناسان حقیقت کہتے ہین کہ ملامت بے فائدہ ہی، تم اون تارون کو دیکھتے ہو جن سے آواز نکلتی ہی، اور ہماری نظر اون انگلیون پر ہی جو انہیں زیر وبالا کر رہی ہین!

نغمہ از نائیست، نے از "نے" بدان!

ہز ہائنس نے اس ایک چٹھی مین اپنے "باطنی" کمالات کے کتنے بھیس بدلے ہین! آغاز تحریر مین ترکون کی ہمدردی کرتے ہوئے اپنے تئین "مسلمان" ظاہر کرتے ہین، کچھ دیر بعد اون کو اس خیال سے سخت پریشانی ہوتی ہی کہ "جنگ دو بارہ جاری کر دی جائے" یہان آکر وہ موجودہ مسیحی جہاد کے مقدس علم بردار شاہ (فرڈیننڈ) کے ہاتھ بیعت کرتے ہوئے نظر آتے ہین کیونکہ صوفیا سے بعینہ یہی آواز دہرائی گئی ہے کہ ترکون کو جنگ جاری رکھنے کا مشورہ نہ دیا جائے،

---

[1] منقول از الہلال مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۱۳ء

آگے چلکر اون کا چہرہ زیادہ صاف نظر آتا ہے، وہ بے تکان مشورہ دینے کے لیئے بڑھتے ہین کہ "اسلام کے لیئے بہتر ہو کہ یورپ کو خالی کرے" اب اون کا لباس بلغاری وضع کی جگہ اون کی اصلی انگریزی وضع اختیار کر لیتا ہو، کیونکہ اس مذہب کے ابولا بار مسٹر گلیڈ اسٹون نے بھی ۱۸۷۶ء مین یہی رائے دی تھی کہ

"بس اب ترکی کے لیئے صرف ایک ہی کام رہ گیا ہے، یعنی فوراً اپنے مدیرون، بک باشیون، قائمقامون، اور باشی بزوقون کو ساتھ لیکر اپنی گٹھری اور بقچے سمیت باسفورس کے پار ایشیا مین چلی جائے"

البتہ گلیڈ اسٹون کا نیا تنا سخ نسبتہً اچھے لفظون مین ہوا ہے"

اِس مثال سے طنز اور ہجو ملیح کے معائب اور محاسن بحسب محرکات ترغیب بخوبی ظاہر ہوجاتے ہین۔ جس چیز کی مخالفت کی گئی ہو وہ البتہ ایسی ہے کہ اوس کی مخالفت اوس وقت کی حالت کا لحاظ کر کے کرنا چاہیے تھی لیکن استدلال کا شائبہ اس مین بہت کم ہے۔ صرف اس چیز کی کوشش کی گئی ہے کہ ناظرین کے دل مین استدلال سے نہین بلکہ نفرت کے جذبات برانگیختہ کر کے اِس تحریک کی مخالفت پیدا کی جائے۔ جن الفاظ پر خط کھینچا گیا ہے، اون پر غور کرو، اون کا منشا بس یہی ہے کہ کسی طرح سے تحریک اور محرک دونون کی طرف سے لوگون کو بدظن کر دیا جائے "جلاوطن" کا لفظ اس وجہ سے استعمال کیا گیا ہو کہ ترکون کی طرف سے ہمدردی، اور محرک کی طرف سے غصہ کے جذبات پیدا کیئے جائین "نعمت گران مایہ" طنزاً استعمال کیا گیا ہے۔ مقصود اس پرخاش کا اظہار ہے۔ جو برطانیہ کو ترکون کے ساتھ ہو "ہماری نظر اون انگلیون پر ہو . . . . پڑ رہی ہین" اس کنایہ سے یہ بتلانا مقصود ہو کہ ہز ہائنس انگریزی دباؤ سے متاثر ہو کر اپنی تحریک پیش کر رہے ہین "مسلمان" طنزاً استعمال کیا گیا ہے۔ اس کو خاص طور سے ان دونڈ کا مین اس وجہ سے رکھا گیا ہو،

کہ لوگ ہزہائنس سے ہمدردی اسلام کی توقع نہ کرین" اون کی اصلی انگریزی وضع" یہ بھی ایک حملہ ہے، اور محرک کی انگریزپرستی، کا ذکر کرکے لوگون کو اون کی طرف سے بدظن کرنا مقصود ہے گلیڈاسٹون کا نیاتنا سخ" یہان پر مضمون نگار نے محسوس کیا کہ گلیڈاسٹون کی پالیسی کا ہزہائنس آغاخان سے انتساب حقیقت نہین ہے، اون کے خیالات کچھ اور ہین، لہٰذا بجائے ان الفاظ کو ظاہر کرکے جو ہزہائنس نے استعمال کئے طنزاً یہ کہا گیا کہ "نیاتناسخ نسبتہً اچھے لفظون مین ہوا ہے"، انصاف کا تقاضا یہ ہونا چاہیے تھا کہ اون کے اصلی خیالات پیش کردیئے جاتے۔ مگر ایسا کرنے سے گلیڈاسٹون کی پالیسی سے اون کی مشابہت ثابت نہ ہوسکتی تھی، اور مضمون نگار کا مدعا یہی تھا کہ گلیڈاسٹون کا ذکر کرکے ناظرین کے جذبات نفر اور شدید کردیئے جائین، ساتھ ہی ساتھ اپنا پہلو بچانے کے لیے یہ جملۂ معترضہ بھی طنزیہ پیرایہ مین لکھدیا گیا۔

اگر ناظرین مذکورہ بالا اقتباس کو پڑھتے وقت ہمارے بتائے ہوئے جملون کی اصلیت پر غور کرین، تو شاید وہ اس تحریر سے زیادہ متأثر نہون۔ لیکن جب کسی چیز کو استدلال کی تیز اور صاف روشنی کی بجائے، تخیل ظرافت اور خوش طبعی کی رنگ برنگ کی روشنیون مین دیکھا جاتا ہے، تو ناظرین اپنی فرحت اور خوشی کے تاثر سے لبریز ہوکر خالص عقلی نقطۂ نظر سے اوسے نہین دیکھتے، طنزاً، اور تمسخر عام طور سے لوگون کے خلاف استعمال کیئے جاتے ہین۔ اور ان سے ناظرین یا سامعین کے دلون مین اپنی فوقیت و برتری کا احساس پیدا ہوتا ہے" گلیڈاسٹون کا نیاتناسخ" ایک طرف تو لوگون کو ہنساتا ہے لیکن دوسری طرف ہزہائنس پر انکی ایکطرح کی برتری بھی ظاہر کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو اس قسم کی رکیک، حرکات سے ارفع محسوس کرتے ہین، چونکہ مختلف اقسام ظرافت مثلاً کنایہ، ہجو، تلمیح وغیرہ مخاطبین مین اس طرح فوقیت کا تاثر پیدا کرتے ہین، لہٰذا ترغیب مین ان سے بہت کچھ مدد لی جاتی ہے،

ہمارے ناظرین نے شاید یہ خیال قایم کرلیا ہو کہ ترغیب مین ظرافت اور خوش طبعی کا

استعمال سراسر نمائشی اور مصنوعی ہی، اور اس سے صرف ادنی درجہ کے جذبات کو تحریک دی جاتی ہی، یا مسئلہ زیر بحث کو مبہم بنا کر پیش کیا جاتا ہی ترغیب کے دوسرے وسائل کی طرح ان کا استعمال بھی دھوکہ دہی کے لیئے ہو سکتا ہی لیکن ہمیشہ یہ حالت نہین ہوتی، اگر ان چیزون کا با موقع اور مناسب استعمال کیا جائے تو ان سے موضوع پر اچھی خاصی روشنی پڑتی ہی، طبائع انسانی کی فطری خامیون اور جبلّی کمزوریون مثلاً حیلہ بازی، دونفضلہ پن۔ نخوت، نمود کا شوق وغیرہ کے اظہار مین تو اس سے مفید تر دوسرا ذریعہ ملنا مشکل ہے، ان کا ناجائز استعمال جب ہی ہو سکتا ہی کہ یہ محض ہنسنے ہنسانے کے لیئے استعمال کی جائین۔ اور کوئی گہرا مقصد پنہان نہ رکھتی ہون۔ یا مضمون زیر بحث پر ان کا اطلاق نہ ہو سکتا ہو، لیکن جب ظریفانہ اور تمسخر آمیز پیرایہ مین مسئلہ متنازعہ فیہ پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے، اور ناظرین کو اس کے معائب، یا محاسن سے لطیف انداز مین واقف کرایا جاتا ہے، تو اوس صورت مین ان کا استعمال ناجائز نہین کہا جا سکتا، بیہودہ تمسخر اور سنجیدہ ظرافت مین یہی فرق ہے۔ اودھ پنچ کے پرانے فائل اٹھا کر دیکھو، تم کو معلوم ہوگا کہ کیسے کیسے ادق مباحث سیاسی اور معاشرتی پر ظریفانہ انداز مین تبصرہ کیا گیا ہی۔ اور بنادٹ کے ناصحانہ انداز مین بڑے بڑے والیان ریاست اور انگلستان کے وزراء کو کیسی کیسی قابل قدر نصیحتین کی گئی ہین،

تمسخر کی ایک خاص قسم جس کا استعمال بہت کچھ کامیابی کے ساتھ کیا جاتا ہی، ہجو ملیح ہی۔ ہجو ملیح اوسے کہتے ہین کہ واقعات کے بالکل برعکس بات کہی جائے۔ تاکہ موازنہ اور ضد سے یہ واقعات بہت زیادہ منکشف ہو جائین۔ ایک تو کسی قدر ہلکے رنگ کی ہجو ملیح ہوتی ہی۔ اور اس کا استعمال اکثر گفتگو مین ہم کرتے رہتے ہین۔ مثلاً کسی دوست سے جب ہم راستہ مین ملتے ہین۔ اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ ملاقات کا وعدہ کرکے جو وعدہ خلافی کی گئی ہی اوس کی طرف اسے متوجہ کرائین تو ہم کہتے ہین "آپ وعدہ کے بہت پابند ہین، مین نے سنا ہے کہ آپ کل مجھ سے ملنے آئے تھے۔۔۔۔"

لیکن اِس کے علاوہ ایک اور قسم بھی ہجو ملیح کی ہی، اور یہ ذرا زیادہ تلخ اور مکمل ہوتی ہی، سخت برہمی اور غصہ اسکے وجود کے لیئے لازمی ہین۔ اور اِس کا استعمال زیادہ تر وہ لوگ کرتے ہین۔ جو ولی ناراضی کے ساتھ ساتھ بلند تخیل بھی رکھتے ہون، ایک صاف دل شخص انتہائی غیظ و غضب کی حالت مین اون لوگون کو جنھون نے اسے ناراض کیا ہی بُرا بھلا کہتا ہے، اور اپنے غصہ کے جذبہ کو صاف صاف ظاہر کر دیتا ہی، لیکن ایک رسا اور بلند تخیل رکھنے والا شخص، اِس سے بھی شدید غصے کے جذبات کو پوشیدہ رکھتا ہے، اور اون کے اوپر ایک نقاب ڈالدیتا ہے تاکہ اپنی فرحت کے ساتھ ساتھ دوسرون کی بھی تفریح ہوتی رہے، اور جو شخص اوس کے غصہ کا نشانہ ہی، وہ نقصان اور شماتت ہمسایہ کا مصداق بنے، جہان تحریر یا تقریر مین ہجو ملیح کا سلسلہ دور تک برقرار رکھنا پڑتا ہے، وہان یہ تمسخر اور مذاق کی نقاب کہین کہین سے ذرا سی ہٹا دی جاتی ہی تاکہ مخاطبین اصلی رنگ کو دیکھ سکین، اکثر اسپیچون مین یہ ہوتا ہے کہ کوئی ظریف شخص کسی نقطۂ خیال کی مخالفت کرنے کے لیئے اوٹھتا ہی، لیکن اپنی تقریر مین اوس کے حامیون کی حمایت کرتا ہی، اور آخر مین مصنوعی طور پر خود قائل ہوجاتا ہی۔ یہ ترکیب سامعین کو اوس نقطۂ خیال کا مخالف بنانے مین بہت کچھ کارگر ہوتی ہی،

ظرافت اور خوش طبعی سے ترغیب کے اساسی اصول، اور اوس کے طریقون پر کافی روشنی پڑتی ہی، اسلیئے کہ ان مین ترغیب کے خاص اجزائے ترکیبی، ذہن متخیلہ اور جذبہ تینون کے تینون باہمی طور پر عمل کرتے رہتے ہین۔ ترغیب لفظی مین یہ تینون عناصر ہمیشہ ساتھ ساتھ عمل پیرا رہتے ہین۔ دلائل اور توضیحات مین کوئی ممتاز حد فاصل قایم نہین کی جاسکتی اسی طرح سے جذبہ کو بھی متخیلہ، اور ذہن کی وساطت سے تحریک پہونچتی رہتی ہے۔ غرضکہ اِن تینون عناصر کا باہمی امتزاج لازمی ہی، لیکن یہ مختلف طریقون پر ہوسکتا ہی، اور مختلف اقسام کی ترغیب

پیدا کرتا ہے، بعض اقسام مین (مثلاً مدلل تقاریر) عنصر ذہنی کی زیادتی ہوتی ہے، بعض مین متخیلہ کی اپیل کا زیادہ حصہ ہوتا ہے، بعض مین جذبی عنصر خاص الخاص اساس ترغیب ہوتا ہے، یہ سوال کہ ان ہرسہ عناصر مین کون سا عنصر کس ترغیب مین زیادہ یا کم ہوگا، ترغیب دہندہ کی شخصیت اور ایک بڑی حد تک موضوعِ ترغیب پر بھی منحصر ہے،

کتابون، اور تقریرون کی ترغیب کے موضوع

(۱) سیاسی (۲) قانونی (۳) مذہبی (۴) تشریحی،

عام طور پر، موضوعاتِ ترغیب چار طرح کے ہو سکتے ہین (۱) سیاسی (ان مین معاشی اور معاشرتی مباحث بھی داخل ہین) (۲) قانونی (۳) مذہبی (۴) تشریحی (۱) و (۲) و (۳) تو صاف ہین، لیکن (۴) تشریح طلب ہے، اس مین وہ جملہ مباحث داخل سمجھے جانا چاہئین جو پہلے تین اقسام مین شریک نہین ہین، لیکن ان سے عام طور پر بحث کی جاتی ہے، اور ان مین ترغیب کے عناصر پائے جاتے ہین، ماضی کے سبق آموز نتائج، واقعات حالیہ کی تعبیر، نئی تحریکات کی ابتدا، مشہور آدمیون کی یادگار قائم رکھنے کی تدبیرین، یا تفریح آور مباحث، یہ سب اسی عنوان کے تحت مین آتے ہین، اُنکو تشریحی اسی وجہ سے کہا گیا کہ ان مین خیالات کا اظہار اور انکشاف اور ان کی تحقیق وغیرہ کا زیادہ دخل ہوتا ہے، تم دیکھوگے کہ ہم نے خالص علمی مباحث کو ترغیب کا موضوع نہین قرار دیا ہے، یہ اسلیے کہ عام طور پر ان کا استعمال طرزِ عمل اور معتقدات کو متاثر کرنے کے لیے نہین کیا جاتا، ہان جب ایسی صورت ہو، تو اوس وقت اونکی اہمیت بھی ترغیبی ہوجاتی ہے،

انسانی طرزِ عمل پر مذکورۂ بالا موضوعات کا مختلف اثر ہوتا ہے	ہر عمل ترغیب کا ایک مشترک خاصہ یہ ہوتا ہے کہ اوس مین اوّلاً تو انسانی طرزِ عمل سے بحث ضرور ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے، کہ

مستقبل کی طرف اشارہ بھی ضرور ہوتا ہے، ہر سہ عناصر مین سے کسی ایک کا زیادہ یا کم ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اس مین انسانی طرز عمل اور مستقبل سے کم بحث کیگئی ہے، یا زیادہ، سب سے پہلے ہم شق اول کو لیکر یہ دیکھنے کی کوشش کرینگے کہ ہمارے بتائے ہوئے موضوعات ترغیب مین سے ہر ایک اسے کس حد تک متاثر کرتا ہے،

مدبر سلطنت، سیاست دان، اور وکیل، ان تینون کی ترغیب کا ماحصل یہ ہوتا ہے کہ لوگون کو کسی خاص طرز عمل کی طرف راغب کرین، مثلاً پہلے دو حضرات اس کوشش مین رہتے ہین کہ اپنی ترغیبانہ تحریرون اور تقریرون سے لوگون کو کسی خاص پارٹی یا شخص کو "ووٹ" دینے کے لئے تیار کرین، یا کسی خاص پالیسی کا ان کو موافق یا مخالف بنائین، وکیل کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ جج اور جوری کو اپنی جادو بیانی سے متاثر کر کے، اپنے مقدمہ کی کامیابی کی صورت پیدا کرے، ان تینون کے برخلاف (جنکا مقصد کسی خاص طرز عمل کی پیروی ہے) مذہبی واعظون کی ترغیب جس طرز عمل کے متعلق ہوتی ہے وہ خاص نہین، بلکہ عام ہوتا ہے، ان کا مقصد عام حالت کی درستی ہوا کرتا ہے، اور اسی لیے اگرچہ اونکی بعض ترغیبات کسی خاص طرز عمل سے متعلق ہوتی ہین، لیکن زیادہ تر ان مین طرز عمل، کا حلقہ وسیع ہوتا ہے،

تشریحی، موضوع ترغیب مین، بقیہ تین موضوعون کے برخلاف، طرز عمل کی طرف بہت کچھ مبہم اشارہ ہوتا ہے، اور اکثر اوقات تو یہ عمل سے بحث ہی نہین کرتین، مثلاً اگر کسی مشہور عالم کی سوانحعمری، خالص علمی بنیاد پر مرتب کیجائے، تو یہ صرف "ذہن" کو تحریک دے سکتی ہے اور جذبہ یا تخیل سے اپیل نہین کرتی، اس قسم کی علمی اور اصطلاحی بحثون کو ہم "ترغیب" کے مفہوم مین شامل نہین کر سکتے، لیکن اگر یہی سوانحعمری اس طرح تیار کیجائے کہ اس مین ناظرین کو کسی خاص طرز عمل یا کسی خاص بطل (ہیرو) کی مثال کی تقلید کی ترغیب دی گئی ہو، یا کم از کم اونھین یہ شوق

پیدا کرد یا جائے کہ اس موضوع پر اور اضافہ خیالات کریں، تو اس صورت میں اس کتاب کی حیثیت بھی اچھی خاصی ترغیبی ہو جائے گی،

مستقبل کی طرف اشارہ | ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہر ترغیب میں انسانی طرز عمل سے بحث لازمی ہے، اسی طرح سے بالواسطہ، یا بالراست ہر عمل ترغیب کا تعلق مستقبل سے بھی ہوتا ہے، ترغیب دہندہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کے اعتبار سے اپنے مخاطبین کے موجودہ طرز عمل کو بدلے، صرف موجودہ حالت سے بحث نہیں کیجاتی، مثلاً جو چار موضوع ہم اوپر بتا چکے ہیں، ان میں دیکھو، تو مستقبل بالواسطہ یا بالراست بحث ضرور پاؤگے، مدبر سلطنت، اور سیاست دان زیادہ تر مستقبل کو سامنے رکھکر ترغیب دیتے ہیں، ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ گذشتہ اور موجودہ حالات کی خامی دکھاکر اپنے مخاطبین کو آئندہ ان خامیوں سے پاک کر دیں، ہندوستان میں جتنی سیاسی جماعتیں دیکھو گے یہی نظر آئے گا کہ ہر ایک اپنے خیال کے موافق مستقبل کی تاسیس میں مصروف ہے، ترک موالاتی "مستقبل کی سوراج" کو سامنے رکھکر جد وجہد کی تلقین کرتے ہیں، لبرل فرقہ مستقبل کا "اقتدار" اور عہدہ سامنے رکھکر اپنی تبلیغ واشاعت علحدہ کرتا ہے، یہی حال مذہبی ترغیبات کا ہے، مخاطب کو آئندہ اعمال صالح کرنے کی ترغیب دیجاتی ہے، اور صرف مستقبل ہی نہیں، بلکہ حیات بعد الممات کو بھی سامنے رکھکر موجودہ طرز عمل کی درستی کی نصیحت ہوتی ہے، دوسری دنیا، کا ذکر تقریباً ہر مذہب کی ترغیبوں میں ہوتا ہے، وکیل، جج، اور جوری کو اس خیال سے ترغیب دیتا ہے کہ مستقبل قریب میں وہ اس کے موافق مقدمہ کا فیصلہ کریں، تشریحی، موضوع ترغیب میں البتہ مستقبل کی طرف زیادہ اشارہ نہیں کیا جاتا، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر تعریف یا الزام کا دخل ہوتا ہے، طرز عمل سے بھی (جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں،) اس میں بحث نہیں ہوتی، لیکن پھر بھی تھوڑا بہت خیال آئندہ کا اس میں بھی داخل ہے،

ترغیب مین، جہان ایک طرف مستقبل کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، وہان ماضی اور حال کو بالکل نظر انداز بھی نہین کیا جاتا، عدالتون مین وکلا، ماضی کے قصص پارینہ چھیڑتے ہین، نظائر کی تلاش کیجاتی ہے، مقدمات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ سیاست دان بھی ماضی کی تنقید وتمثیل سے باز نہین رہتا، اور ماضی کے خراب اثرات کی طرف اشارہ کرکے موجودہ خراب حالت کی توجیہہ کرتا ہے، مذہبی واعظ بھی گذشتہ سے بحث کرتے ہین، گذشتہ بداعمالیون کے موجودہ مضر اثرات، یا گزشتہ صالح اعمال کے موجودہ اچھے اثرات سے لوگون کو واقف کرکے انہین ترغیب دیتے ہین،

سیاسی اور مذہبی موضوعات ترغیب مین بقیہ دو کی بہ نسبت مستقبل کی طرف زیادہ اشارہ پایا جاتا ہے، اسکی ہم ابھی ابھی تشریح کرچکے ہین یہی وجہ ہے، کہ ان اقسام ترغیبات مین توضیح، مقابلہ، موازنہ، مثالون کے استعمال کی زیادہ گنجائش ہے، کیونکہ یہ چیزین گزشتہ سے موجودہ، اور موجودہ سے آئندہ تک ہماری رہبری کرسکتی ہین، بیان کا حصہ ان دونون اقسام مین ذرا کم ہے، اور وہ اسلیے کہ مستقبل کے متعلق بیان ذرا مشکل ہے، تاہم گذشتہ وموجودہ حالات کی بناپر جب مستقبل کی تعبیر کیجاتی ہے، تو اس مین قوت بیانیہ کا اچھا خاصہ دخل ہوتا ہے جذبی عنصر سے بھی ان دونون مین اچھی طرح کام لیا جاسکتا ہے۔ بالخصوص سیاسی مباحث مین تو جذبات کا بہت کچھ دخل ہے، متعدد جذبات کو شہ دیجا سکتی ہے، اس لیے کہ کسی خاص طرز عمل کی طرف اشارہ ہوتا ہے، لیکن مذہبی مباحث مین چونکہ مقصد ترغیب بہت کچھ گہرا ہے، اور متانت اور سنجیدگی کے ساتھ بحث کرنا پڑتی ہے اس لیے جذبات کا حلقہ اس موضوع مین ذرا تنگ ہے، ظاہر ہے کہ ایک سیاسی مقرر کے پاس اپنی کامیابی کے لیے تمسخر، تضحیک، طعن، طنز، ہجو ملیح وغیرہ سبھی حربے موجود ہین، لیکن مذہب مین ان کا استعمال

اوسکی حرمت اور شان کے منافی ہے، استدلال کے لحاظ سے بھی یہ دونون مختلف ہین، ہر سیاسی مقرر اپنی تقریر کو واقعات سے ثابت کرسکتا ہے، مشاہدات بھی ممکن ہین تجربات مین اضافہ بھی ہوتا ہی رہتا ہے، لیکن مذہبی بحثون مین جہان معاد، حشر، روحانیت حیات بعدالممات، اور اس طرح کے دوسرے مابعدالطبیعی مسائل درپیش رہتے ہین، تجربہ اور مشاہدہ کی گنجائش نہین رہتی، اور ایک مذہبی مقرر ہمیشہ روایات سند کی بنا پر بحث کرتا ہے، مذہب کی جو مخالفت، جدید "تعلیم یافتہ" طبقہ کی طرف سے ہوتی ہے، اس کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، لیکن کسی قدر مقام شکر ہے کہ زمانہ جدید مین روشنخیال علمار، علوم جدیدہ اور مذہب دونون مین کامل دستگاہ رکھنے لگے ہین، اور بہت سے مافوق الفہم مسائل کو ایسے دلائل کی رو سے سمجھا سکتے ہین جنمین تنگ نظری کا لگاؤ نہین ہوتا،

قانونی اور توضیحی مباحث مین زیادہ تر گذشتہ اور حال سے بحث کیجاتی ہے، قانونی ترغیبات زیادہ تر ماضی پر مبنی ہوتی ہین، اسی لیے قوت بیانیہ کا ان مین زیادہ حصہ ہوتا ہے تشریحی مباحث مین توضیح اور تخیل آرائی لازمی شرطین ہین، استدلال کا قانونی بحثون مین زبردست حصہ ہوتا ہے، کیونکہ ماضی کے نظائر سے حال کے واقعات کا اندازہ لگانے مین دلیل کی بہت گنجائش ہے، ہر دو اقسام کے دلائل استعمال کئے جاتے ہین، لیکن زیادہ تر دلیل استقرائی سے کام لیا جاتا ہے، خاص خاص مثالون اور واقعات کا بیان کرنے کے بعد، وکیل ایک عام نتیجہ اخذ کرتا ہے، اور اس عام نتیجہ کا مقدمۂ زیر بحث پر اطلاق کرکے، جج اور جوری کو ترغیب دیتا ہے، تشریحی مباحث مین دلائل کا اتنا استعمال نہین ہوتا، جذبات کی اپیل بھی ان دونون مین بہت کم ہوتی ہے، عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چونکہ وکیل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حاکم کو کسی خاص طرز عمل کی طرف راغب کیا جائے، لہذا قانونی بحث مین

جذبات سے اپیل ضرور ہونی چاہیئے، اکثر بحثون میں جذبات سے اپیل کی بھی جاتی ہے، جن لوگون نے محترم مولانا محمد علی کی وہ تقریر جو انھون نے اپنے مقدمہ مین پونا کے جج کے سامنے کی تھی، پڑھی ہے وہ اُس مین کسی قدر جذبات کا شائبہ پائین گے، خاصکر وہ حصہ جہان پائیلیٹ (ROMAN PILATE) اور حضرت عیسیٰ کی مثالین دیگئی ہین، جذبات سے لبریز ہے، ہم اس تقریر کو مثالاً اس لیے پیش کر رہے ہین کہ قانونی حیثیت سے یہ تقریر فاضل پیشل وکیل کی بحث کے مقابلہ مین رکھی جاسکتی ہے، ایسا بہرحال شاذونادر ہوتا ہے، اور مدتون تک قانونی عدالتون مین جذبات کی بحث سننے مین نہین آتی، قانونی بحثون مین جذبات سے بحث نہ لینے کے متعلق ذیل کے وجوہات پیش کیے جاسکتے ہین،

۱۔ عدالت مین مخاطبین چیدہ چیدہ لوگ ہوتے ہین، اور سیاسی جلسون کی طرح بڑی بڑی اور مختلف خیالات کے لوگون کی جماعت نہین ہوتی،

(۲) بہت سے معاملات کا حسب دلخواہ تصفیہ صرف قانونی اصطلاحات استعمال کرکے ممکن ہے،

(۳) جج کو ٹھنڈے دل سے اظہار خیال کرنا پڑتا ہے، جذبات سے متاثر ہونا اوسکی کمانہ حاکمانہ شان کے منافی ہے، اس سے ناجائز طرفداری پیدا ہوسکتی ہے،

(۴) وکلا کو اس بات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ اوسکا مخاطب جج ہے، جو ہر بات کو قانونی عینک سے دیکھتا ہے، اور صرف جذبات کی اپیل پر کان نہین رکھ سکتا،

اب تک ترغیب کے جن جن اقسام کو ہمنے دیکھا ہے، ان مین سے ہر ایک کا ناجائز استعمال ممکن ہوسکتا ہے، اس کے ذریعہ سے زعماء اپنی مقصد برآری بالکل ناجائز طریقون سے کرتے ہین، غلط استدلالات کا استعمال کیا جاتا ہے، ایسی ایسی مثالون اور توضیحات سے کام

کیا جاتا ہے جو مخاطبین کی توجہ اصل موضوع سے ہٹا کر دوسری طرف مائل کر دین، صداقت نمائی کے پیرایہ مین جھوٹ باتین بیان کیجاتی ہین، مخاطبین مین فوقیت کا اظہار پیدا کرنے اور اپنے مخالف کو ذلیل کرنے کے لیے ہجو ملیح کا استعمال کیا جاتا ہے، ایسے ایسے جذبات سے اپیل کیجاتی ہے، جو مضمون زیر بحث سے کوئی تعلق ہی نہین رکھتے، واقعات کو غلط روشنی مین پیش کیا جاتا ہے، مخاطبین کے جذبات خوف، رشک، خواہش، اقتدار، اور مخفی تحریکات سے ناجائز طور پر کاربرآری کیجاتی ہے، یہ سب کچھ صحیح ہے، لیکن اگر ہم خود اپنی حالت پر غور کرین، تو ان کا شائبہ ہم کو اپنی ذات مین بھی نظر آئیگا جونہی ہم کسی بحث پر منھ کھولتے ہین یا قلم اٹھاتے ہین، ہم بھی زعیم بنجاتے ہین، کوئی مقرر کیسا ہی صاف دل کیون نہ ہو پھر بھی جب وہ اپنی ترغیب کا آغاز کرتا ہے تو تہدید یا خوشامد کو کسی نہ کسی شکل مین، غیر شعوری طور پر استعمال کر ہی جاتا ہے، خواہ یہ استعمال بے غرضانہ ہی کیون نہ ہو،

ترغیب مین، ع

ہر چہ بر خود نہ پسندی، بہ دیگران مپسند

کے مقولہ پر عمل ہونا چاہیئے، جو ذہنی کیفیات خود ہمارے دماغ مین پیدا ہو چکی ہون، دوسرون کو ترغیب دیتے وقت اونھی کیفیات کو ان مین بھی پیدا کرنا چاہیئے، جو خیالات ہم مین موجود نہ تھے انھین دوسرون مین بھی پیدا نہ کرنا چاہئین، جو دلائل خود ہم نے استعمال نہین کئے ہین، انھین دوسرون کے سامنے بھی استعمال نہ کرنا چاہیئے، اگر ایسا کیا جائے، تو خواہ ہماری ترغیب منطقی نقطۂ نگاہ سے غلط ہی کیون نہ ہو، لیکن کم از کم صاف دلی تو اس مین ضرور پائی جائیگی، لیکن سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو اچھی طرح نہین جانتے اور ہماری ذاتی ترغیبات بھی غیر شعوری خواہشات اور تحریکات پر مبنی ہوتی ہین، ان کے فریب سے بچنے

کی ترکیب یہی ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی ان تحریکات کو ذہن اور شعور کی روشنی مین دیکھین، اگر یہ کیا جاے تو البستہ ہماری ترغیبات زیادہ باطل اور پر فریب نہ ہو سکین گی، بلکہ غیر شخصی اور موضوعی ہونگی، ذاتیات سے اون مین بحث نہ ہوگی،

باب ہشتم

مستقبل کی ترغیبات،

زمانہ جدید کا رجحان، شخصیت کی عظمت، آئندہ ترغیبات کا رخ

چند حالیہ تغیرات عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فطرت انسانی کبھی تبدیل نہین ہوتی، ہمیشہ ایک ہی سی رہتی ہے، اس بیان سے اگر یہ مراد لیجائے کہ انسانی فطری خامیان، اور جبلی کمزوریان زمانہ کے سا تبدیل نہین ہوتین، تو یہ البتہ کسی قدر صحیح ہے، لیکن انسانی دماغی رجحانات ضرور تغیر پذیر ہین، زمانہ کی گردش نے جو اثر افراد، اور اقوام کی دماغی حالت پر کیا ہے، اوسکی مثالین ہر طرف نظر آرہی ہین، جاپانی قوم کی خصلت مین تھوڑے ہی سے زمانہ مین کیا کچھ تبدیلیان نہ ہوگئین، ہندوستانیون کے نقطۂ خیال کی تبدیلی، افغانی قوم کی وسیع النظری اور قدامت پسندی کو چھوڑ کر جدید باتون کی طرف ان کا میلان، یہ سب باتین بھی بہت تھوڑے ہی عرصہ مین ظہور پذیر ہوئی ہین، افراد کی ترغیبات بھی اسی طرح بدلتی رہتی ہین، زمان اور مکان کی خاص خاص تبدیلیان ان کو بھی اپنے ہی رنگ مین رنگ دیتی ہین،

ابھی کچھ دنون پہلے تمام متمدن اقوام مین ایک عام رجحان یہ پیدا ہوگیا تھا کہ علوم صحیحہ کے مسائل و نتائج کا انطباق، انسانی مباحث، امور معاشرت، سیاست، وغیرہ پر بھی کیا جائے، ہم یہ نہ سمجھتے تھے کہ انسان بے جان پتلی اور آہنی کل پرزون کا مجموعہ نہین، بلکہ احساسات

جذبات، اور خیالات کا پتلا ہے، موجودات غیر ذی حس کی تم حسب دلخواہ تقسیم و تبویب کر سکتے ہو، اپنی مرضی کے مطابق ان پر تجربات کر کے ان کے متعلق کلیات قائم کر سکتے ہو، لیکن معاملات انسانی مین ایسا ہونا قطعًا ناممکن ہے، خود کوئی شخص اپنے متعلق یہ حکم نہین لگا سکتا کہ فلان حالات و عوارض مین وہ فلان طرز عمل اختیار کرے گا، جب اس حقیقت کو فراموش کر دیا گیا تو حفظِ دیاؤ اور انتفاع ناجائز کا ظہور ہوا، جماعتی امتیازات و خصوصیات پہلے سے زیادہ معین ہو گئین اور ہر شخص اپنی جماعت کی فکر کرنے لگا، بجائے انفرادیت اور شخصیت کی عظمت کے، سب کو ایک ہی قانون کے ماتحت فرض کر لیا گیا، متمول سرمایہ دارون کی دولت مین ذرا سے اضافہ کی خاطر انسانی ہستیون کا بے جان آلون کی طرح استعمال کیا گیا، اور انکے جذبات و احساسات کو کمال خود غرضی کے ساتھ ٹھکرا دیا گیا،

کسی قدر مقام شکر ہے کہ اب اس حالت کا رد ہونا شروع ہوا ہے، لوگ محسوس کرنے لگے ہین کہ اس نقطۂ خیال کی پابندی جماعتون، اور قومون کی لڑائی کا باعث ہوتی ہے، جنگ نے ہماری آنکھین کھولدی ہین، اور ہم صاف طور پر دیکھ رہے ہین کہ کیسی ہی قوی سے قوی سلطنت کیون نہ ہو، اگر دوسری سلطنتون یا قومون کو مطلب برآری کے آلہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیگی تو نقصان اٹھائیگی، شخصیت کی عظمت کا سبق جنگ ہی نے ہم کو سکھایا ہے، اب خود وہ شخصیت، افراد کی ہو، یا قومون کی اعلیٰ ہو یا ادنی، اگر انسان افراد، اور فرقون کی ترقی کی خواہش رکھتا ہے، تو اسے اپنی آئندہ ترغیبات مین اس اصول کی پابندی کرنی چاہیئے، زندگی کے ضروری شعبون مثلًا، فن تعلیم و تربیت، سائنس، سیاسیات، معاشیات وغیرہ مین ہم کو اس تبدیلی کے آثار بھی نظر آنے لگے ہین،

فن تعلیم اور سائنس پر ان تغیرات کا اثر | آج کل تو فن کا خاص الخاص معیار یہ مانا جاتا ہے کہ انسانیت کے عمیق اور پوشیدہ پہلوؤن پر نظر ڈالی جائے، صرف مظاہرات سے قیاس نہ کیا جائے، بلکہ

عورتون اور مردون کے انفرادی خیالات، تخیلات اور جذبات کو ظاہر کیا جائے، جدید ترین ناولون مین یہ بات خاص طور پر مد نظر رکھی جاتی ہے۔ بجائے فتح و شکست کے کارنامون، یا حسن و محبت کے افسانون کے آج کل کی ناولین طبع انسانی کے نفسیاتی مطالعہ پر بہت زور دیتی ہین، فرضی کے بجائے اصلی اور حقیقی زندگی سے بحث کیجاتی ہے، انسانی طبیعتون مین جو انفرادی اختلافات پائے جاتے ہین، انھین ظاہر و روشن کیا جاتا ہے، اس تبدیلی سے ظاہر ہے کہ اس مخصوص شعبہ مین لوگون کو شخصیت کو پامال کرنے کے بجائے اسے اس کے مناسب حال عظمت دینے کا خیال پیدا ہو چلا ہے، یہ خیال جائز ترغیب کی ضروریات مین سے ہے، شفقت، تحمل، جبر و طاقت کا استیصال یہ باتین اسی خیال سے ظاہر ہو سکتی ہین،

فن کی طرح کسی ملک کا رائج الوقت نظام تعلیم بھی اس وقت کے ملکی اور قومی رجحانات کا خاصہ مظہر ہوتا ہے، چنانچہ تعلیم مین بھی ہم کو انفرادیت کا میلان نظر آتا ہے، آج تک جماعتی تعلیم ہر قومی نظام تعلیم کا بڑا جز تھی، کئی کئی طلبا اپنی ظاہری مساوات استعداد کے لحاظ سے ایک جماعت مین شریک کر دیئے جاتے تھے، اور ایک ہی طریقۂ تعلیم سے ان کو فیض حاصل کرنے کا موقع حاصل تھا لیکن پیمائش ذہنی ([illegible]) اور دوسرے جدید ترین نفسیاتی وسائل کی مدد سے اب معلوم ہو گیا ہے، کہ لڑکون کو اس طرح جماعتون مین تقسیم کرنا درست نہین ہے، ہر لڑکا مختلف استعداد ذہنی، اور صلاحیت رکھتا ہے، جماعت بندی کی بدولت قابل طلبا اپنی قابلیت کے اندازہ کے موافق ترقی نہین کرنے پاتے، اور جو ناکارہ ہوتے ہین ان کی درستی کی کوئی خاص ترکیب نہین کیجاتی، امریکہ اور انگلستان مین جدید نظام تعلیم انہی اصولون کی بنا پر مرتب کیا جا رہا ہے، انفرادی کوشش اور سعی کو زیادہ قابل ترجیح خیال کیا جاتا ہے، نئے نئے تعلیمی طریقے ایجاد کئے جا رہے ہین جن سے کہ انفرادی طور پر ہر لڑکے کی اس کے ذہنی اور دماغی استعداد کے اندازہ سے تعلیم و تربیت کیجا سکے

اب تک مدرس جماعت کو بحیثیت مجموعی پڑھاتا تھا، سوالات و جواب کے علاوہ کوئی اور ذریعہ انفرادی جد وجہد کے منتقل کرنے کا نہ تھا، اب استاد بہت کم گفتگو کرتا ہے، اور طلباء انفرادی طور پر زیادہ کام کرتے ہیں، شخصیت اور انفرادیت، کی عظمت کی یہ دوسری روشن مثال ہے،

شعبہ سائنس کے بعض جدید انکشافات، اس مین بھی مذکورۂ بالا رجحانات کی موجودگی کا پتہ دے رہے ہین، نفسیات مین جسکی حیثیت آج تک علوم صحیحہ کی سی مانی جاتی تھی، اب انفرادی اختلافات اور تغیر پذیر شخصی و ذاتی عوامل پر بہت کچھ زور دیا جارہا ہے منطق استقرائی کا حلقۂ اثر بھی بہت کچھ وسیع ہو گیا ہے، کسی نتیجہ کا استقرار کرتے وقت صرف مادی اور طبیعی واقعات کی بنا پر فیصلہ نہین کیا جاتا ہے، بلکہ نفسیاتی واقعات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے، بالخصوص جذبات، الہامات فطری، جبلی رجحانات کا لحاظ ہر انسانی معاملہ کے فیصلہ کے وقت ضرور کیا جاتا ہے، ان مادی حالات و عوارض کے علاوہ جنکے ماتحت ہمارے افعال سرزد ہوا کرتے ہین، ان احساسات اور تاثرات کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے، جو ان افعال کے محرک ہوتے ہین، یہ چیز بھی شخصیت کی طرف ہمارے میلان کا کافی ثبوت ہے، سیاسیات مین، لوگون کے سیاسی رجحانات مدنیت کی طرف ان کا میلان، خواہش اقتدار، حب الوطنی، غرور، جنگ پسندی، ذاتی محبت ان سب باتون کو مدنظر رکھا جاتا ہے، اور انسانی معتقدات اور افعال پر ان کے اثر کو تسلیم کیا جاتا ہے،

ہر اہم مسئلہ مین انسانی طبیعت اور اسکے متعلق جو کچھ معلومات ہوتی ہین، اسے بھی اہمیت دیجاتی ہے، اس کی توضیح ذیل کے واقعات سے بخوبی ہوتی ہے،

۱۔ جنگ کے شروع مین انگلستان مین ایک کثیر تعداد انسداد مے نوشی کی حامی تھی، عقلی اور استدلالی لحاظ سے اس تجویز کے موافق دلائل بھی بہت کچھ قوی تھے، اور سب کو یقین تھا کہ عنقریب شراب فروشی کو بند کرنے کا قانون جاری ہونے والا ہے، لیکن ایسا نہین ہوا،

زبردست سیاست دانون نے محسوس کیا کہ مزدوری پیشہ طبقہ کے دلون مین اس خیال نے اعتقاد کی شکل اختیار کرلی ہے، کہ شراب نوشی سے اون کی کارکردگی مین اضافہ ہوتا ہے، اور اس کا انسداد انفرادی آزادی پر حملہ ہوگا، ان لوگون کے جذبات کا لحاظ کرکے مدبران سلطنت سنے اپنی تجویز کو بدلدیا، اور کہتے ہین کہ جتنی زیادہ آمدنی شراب فروشی سے دوران جنگ مین ہوئی اتنی پہلے کبھی نہین ہوئی تھی،

۲- انگلستان مین جب جبریہ فوجی خدمت کا زور شور تھا اس وقت آئرلینڈ کو بھی اس مین شامل کرنے کی تجویز کیگئی تھی، تجویز معقول تھی، آئرلینڈ حکومت انگلستان کا جز تھا، اس کی حمایت سے فائدہ اٹھاتا تھا، اور انگلستان کو لڑنے والون کی بہت کچھ ضرورت تھی، لیکن رفتہ رفتہ یہ تجویز بھی مسترد کردی گئی، آئرلینڈ کی کیتھلک آبادی کے جذبات کا لحاظ کیا گیا، اور جبریہ فوجی خدمت سے وہان کے لوگ بری کردیئے گئے،

۳- ذیل کی مثال سے معلوم ہوگا کہ ججان عدالت بھی جو عام طور پر نظائر، اور سند پر اعتماد کامل رکھتے ہین اور ان کے خلاف کوئی فیصلہ نہین کرتے کس طرح وقتیہ رجحانات، اور جذبات سے متاثر ہوکر وسیع النظری سے کام لینے لگتے ہین،

دارالامرا کے سامنے ایک وراثت نامہ کو منسوخ قرار دینے کے متعلق اپیل پیش ہوئی ایک شخص نے کچھ جائداد Secular Society کے نام چھوڑی تھی، اور اس کا مصرف یہ بتایا گیا تھا کہ "وقتاً فوقتاً مختلف طریقون سے اس اصول کی حمایت کیجائے کہ انسانی ... طرز عمل کی بنیاد طبعی معلومات پر ہو نہ کہ مابعدالطبعی، اور حیات مابعدالممات پر، اور بجائے اس کے کہ لوگون کو یہ ہدایت کیجائے کہ "اپنی زندگی دوسری دنیا کی زندگی کو پیش نظر رکھکر بسر کرین، "ان کو یہ تلقین ہونا چاہیئے کہ خیالات اور اعمال کا منتہی انسانی بہبودی کو قرار دین" وصی کے وارث قانونی نے اس

وقف کی منسوخی کی درخواست اس بنا پر دی کہ یہ خلاف قانون ہے، اور اس سے عیسویت، اور دوسرے مذاہب کا بطلان ہوتا ہے،

جسٹس Joyce جویس نے اس درخواست کو مسترد کر دیا، اور محکمۂ اپیل سے بھی یہ نامنظور ہوئی۔ لیکن جب اپیل دارالامرا کے سامنے پیش ہوئی تو لارڈ چانسلر نے اپیل کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، ان کا استدلال یہ تھا کہ زمانہ کے رجحان کی وجہ سے اصول قانونی کیون بدلے جائین، اگر ایک کام قانوناً برا ہے، تو حالات کی تبدیلی اوسے اچھا کس طرح بنا سکتی ہے، یہ اور بات ہے کہ خود وہ قانون ہی جو اس فعل کو برا قرار دیتا ہے بدل دیا جائے، اس استدلال سے عدالتون کا قدامت پسندی کا رجحان پایا جاتا ہے، لیکن جب رائے لینے کی نوبت آئی، تو غلبۂ آرا سے اپیل مسترد کر دیگئی، اور وہ زمین وقف کے قبضہ ہی مین رہی،

کیا ہندوستان کی حکومت بھی وسیع النظری، اور احساسات کے پاس ولحاظ کی ایسی مثالین پیش کر سکتی ہے؟

کسی مسلمہ اصول کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کارآمد نہ فرض کرلینا، اور یہ سمجھنا کہ بعض حالات کے اضافہ یا واقعات کی تبدیلی سے اس مین تبدیلی کا امکان ہے، ترغیب جائز، کا محرک ہوتا ہے، وہ اصول ہی غلط ہے کہ جس مین تمام ضروری متعلقہ باتین شامل نہ کر لی گئی ہون، یا ان کا لحاظ نہ کیا گیا ہو، یہان تک تو کسی کو بھی کچھ اعتراض نہین ہو سکتا، لیکن اگر معاملہ کی دوسری سمت نگاہ دوڑاؤ تو یہ بھی ممکن معلوم ہوتا ہے کہ کسی اصول کو جو حقیقی معنون مین سچا اور قابل عمل ہو محض اس وجہ سے مسترد کر دیا جائے کہ بعض عارضی اور فرضی نئے حالات رونما ہوئے ہین جنپر اس اصول کا انطباق نہین ہوتا، بعض حاکمانِ عدالت جو جذبات کی اپیل سے مرعوب ہو جاتے ہین، ایسا ہی کرتے ہین، اور انسانی جذبات کے پاس ولحاظ مین اس حد تک مبالغہ سے کام لیتے ہین کہ اصول کی صداقت

کو قربان کر دیتے ہین، مثلاً کوئی سپاہی جنگ پر چلا گیا، وہان وہ چھ یا سات سال تک رہا، وہان
سے واپس آکر اس نے اپنی بیوی کو بے وفا پایا اور جوش رقابت مین کوئی خلاف قانون جرم مثلاً قتل عمد
یا ضرب شدید وغیرہ اس سے سرزد ہوا، اکثر جج صاحبان نے ملزم کو ایسی صورتون مین رہا کر دیا
ہے، اور انسانی جذبات (جوش رقابت، انتقام وغیرہ) کی قربان گاہ پر ایک اہم قانونی اصول
(قتل عمد کی سزا موت ہے) کو نذر کر دیا، اکثر اوقات ایسے فیصلون کے جواز کی کوشش ان الفاظ مین
کیجاتی ہے کہ یہ "قانون غیر منضبط" (UNWRITTEN LAW) پر مبنی ہین، یہ ایک صریح تلبیس ہے،
اس سے انکار نہین کہ بہت سے مسلمہ اصول ضروری واقعات وحالات کو نظر و گذاشت کر دیتے
ہین، اور ان مین ضرور تبدیلی ہونا چاہیئے، لیکن ساتھ ہی ساتھ بہت سے اصول ایسے بھی ہین جو فی الواقع
مسلمہ ہین، اور جن کے وضع کرتے وقت تمام ضروری باتون کا لحاظ رکھا گیا ہے، صداقت کا تقاضا
تو یہ ہے کہ کسی اصول کو مسترد کرتے وقت، یا اسے آنکھ بند کر کے قبول کرنے سے پہلے مذکورۂ بالا
باتون کا ضرور لحاظ کیا جائے،

ترغیب مین کمی (quantitative) طریقون کا استعمال

جہان ایک طرف، عصر جدید کا تقاضا یہ سمجھا جاتا ہے کہ ترغیبات مین وسیع النظری کو دخل دیا جائے، وہان ساتھ ہی ساتھ ترغیب کے کمی یا مقداری طریقون کے استعمال کا رجحان بھی پایا جاتا ہے، صرف عام اصول
اور کلیات لوگون کی تشفی کے لیے کافی نہین رہے ہین، وہ واقعات چاہتے ہین اور واقعات
بھی کیسے ؟ جو اتنے واضح اور معین طور پر بیان کئے گئے ہون کہ اخذ نتائج مین ان سے مدد ملے،
اس رجحان کا عام ترین نتیجہ ترغیب مین اعداد و شمار کا استعمال ہے، حکومت کا ہر شعبہ ان کا استعمال
کثرت کے ساتھ کرتا ہے، اور اگر نہ کیا جائے، تو اخبارات اسکی طرف توجہ دلاتے ہین، اور گورنمنٹ
کو تفصیلی حالات ظاہر کرنے پر مجبور کرتے ہین، اس قسم کے اعداد و شمار سے صحیح اندازہ لگانے مین

بہت کچھ مدد ملتی ہے، گذشتہ زمانہ مین اعداد و شمار، کا وجود نہ تھا، اور معطیات، (Data) کی طرف سے مجبور ہو کر لوگ صحیح نتائج کا استقصار نہین کر سکتے تھے ۔ آج یہ کمی بڑی حد تک پوری ہو گئی ہے ،

اعداد و شمار کی اہمیت ترغیب مین بہت کچھ ہے، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے ہم کسی حالت کا صحیح صحیح تصور کر سکتے ہین، اور اسے وضاحت کے ساتھ اپنی آنکھون کے سامنے دیکھ سکتے ہین، ساتوین باب مین عنصر تخیلی کے استعمال سے بحث کرتے وقت ہم نے جو اقتباس ، جان برائیٹ صاحب کی تقریر کا دیا وہ اسی قسم کی ترغیب کی بھی ایک مثال ہے، ۲۰ارب پونڈ کا تصور دلانے کی کوشش کس قدر واضح طور سے کیگئی تھی ، ذیل کی مثال بھی اسی قسم کی ترغیب کی ہے۔

"دوران جنگ مین جب ہر شیڈ مین (Herr Scheidemann) ریشتاگ (Reichstag) کے سامنے یہ سوال پیش کر رہے تھے کہ باہمی مراعات دے کر صلح کر لیجائے تو آپ نے فرمایا۔

"فرض کر و کہ باہمی سمجھوتے کی بنا پر صلح کرنے کا دن گزر گیا، اور اس کے ۱۰۰ دن بعد تک لڑائی جاری رہی، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ۲ کرور پونڈ زائد صرف ہو جائینگے، اس زاید صرف مین مقامی طبقون کا بار، معاشی زندگی کے ناقابل تلافی صدمات اور ان قربانیون کا شمار نہین کیا گیا، جو بے شمار خاندانون کو اپنے ارکین کے مصروف جنگ رہنے کی وجہ سے برداشت کرنا پڑینگی، اگر روزانہ ۱۲۰۰ جرمن مقتول اور ۳۰۰۰ مجروح ہون تو سو دن کا تخمینہ ۳ لاکھ مجروحین اور ایک لاکھ بیس ہزار مقتولین ہوتا ہے، فتحمندی کی یہ کیسی خوشنما تصویر ہے؟"

اعداد و شمار کے علاوہ ترغیبانہ خیالات کے کمی یا مقداری اظہار کی اور صورتین بھی

ممکن ہین، بقول ایک انگریزی مصنف کے بعض اوقات ایک تصویر، اعداد کی کئی قطارون کی بہ نسبت کہین زیادہ وضاحت سے اصل صورتِ حالات کا اظہار کر سکتی ہے، اور زیادہ آسانی سے حافظہ مین محفوظ رہ سکتی ہے، آغازِ جنگ سے ۱۹۱۶ء تک مصروفِ پیکار ملکون کی سالانہ آبادی ترسیم (Graph) کی شکل مین ظاہر کیجائے تو وہ گنجلک ہندسون کی قطارون سے کہین زیادہ آسانی کے ساتھ آبادی کی کمی کو ظاہر کر سکتی ہے، اخراجاتِ جنگ کے متعلق "پنچ" کا کوئی ظریفانہ کارٹون جس مین ترازو کے ایک پلڑے مین ایک گولا (شیل) رکھا ہو، اور دوسری طرف پونڈ کا انبار ہو، دیکھنے والون کو مختلف اعداد و شمار سے کہین زیادہ روشن تصور اخراجاتِ جنگ کا دلا سکتا ہے

ترغیب مین کمّی طریقون کا استعمال بہت کچھ محدود ہے، مثلاً اس طریقہ سے کہ تم ایک ہی طرح کی ذہنی حالتون کے مختلف درجہ معلوم کر سکتے ہو، کسی شخص کی قوتِ حافظہ یا تیزیِ مشاہدہ کو ناپ سکتے ہو، لیکن جہان وقت ایک دوسرے سے بالکل الگ جذبات اور وجدانات کا سوال درپیش ہو، وہان یہ طریقہ تم کو زیادہ مدد نہین دیسکتا، ترغیب مین چونکہ یہی دیکھنا ہوتا ہے کہ کونسے وجدانات وجذبات کی تشفی کے لیے کونسا طرزِ عمل انتخاب کیا جائے، اسلیے اس مین یہ طریقہ زیادہ کار آمد نہین اگر کوئی مدبرِ سلطنت یہ فیصلہ کر رہا ہو کہ فلان سلطنت سے جنگ کیجائے یا نہین تو اسے ایک طرف تو روپیہ کی بچت، اور صلح سے حاصل ہونے والے مادی وسائل کا خیال کرنا پڑے گا، اور دوسری طرف جنگ نہ کرنے کی صورت مین قومی نفوذ مین کمی، وقار مین فرق وغیرہ کو دیکھنا پڑے گا، اب یہ دو صورتین ایک دوسرے سے مختلف ہین، ان کا توازن ممکن نہین، اور ان مین کمّی طریقہ کی گنجائش نہین، مسٹر گریہم ولیس (Graham wallace) اپنی کتاب موسومہ "سیاسیات مین فطرت انسانی کا حصہ" (Human Nature in Politics) مین کمّی طریقہ کے محدود و ناقص العمل ہونے کو تسلیم کرتے ہین، لیکن مذکورۂ بالا اعتراض کا

وہ یہ جواب دیتے ہین کہ مدبران سلطنت کو عملی طور پر کام کرنا پڑتا ہے، جو شخص کام کرتا ہے، وہ اپنے پیش نظر تمام ممکنہ صورتون کا کسی نہ کسی طرح سے توازن کر ہی لیتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ممکنہ صورتون کا توازن کوئی کمی عمل نہین ہے، بلکہ ان ممکنہ صورتون کے کیف، اور ماہیت پر بہت کچھ منحصر ہے، جب کبھی بھی ہم کو دو یا زائد مختلف افعال مین سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے تو ہم لازماً 'مقدار' اور 'کم' کو چھوڑ کر معاملات کے 'کیف' پر اتر آتے ہین،

باوجود ان نقائص، کے کمی طریقے کا استعمال اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آجکل اصولون یا روایتون کو خواہ مخواہ قبول کرنے کے بجائے، آزادانہ اور بے غرضانہ تجسس واقعات سے کام لیا جاتا ہے، مسائل سے مبہم طور پر بحث نہین کیجاتی بلکہ واضح طور پر انفرادی حالات، ضروری عوامل وغیرہ کا لحاظ کرتے ہوئے ان پر تبصرہ کیا جاتا ہے، اس قسم کے تبصرہ مین کمی طریقہ سے بہت کچھ مدد ملتی ہے، یہ طریقہ جدید زمانہ کی ترغیبات مین طرز استقراء کے وسیع استعمال کا کافی ثبوت ہے،

ترغیب کے دو اصول | ضمنی اور ذیلی، مباحث سے قطع نظر کر کے اگر ذرا غور کرو تو تم کو ترغیبات کے دو اہم اصول اس کتاب مین نظر آئینگے، (۱) ایک تو اصول استثنائیت ہے جسکی رو سے ہر گروہ اپنے آپ کو ہر دوسرے گروہ سے علیحدہ تصور کرتا ہے، اور اس خیال کو سامنے رکھکر باطل اور پرفریب ترغیبات سے کام لیتا ہے (۲) دوسرا اصول طبع انسانی کی عظمت کا ہے جسکی رو سے کسی فرد یا گروہ کو الگ اور سب سے جداگانہ حیثیت نہین دیجاتی، اور یہ خیال ہمہ وقت پیش نظر رہتا ہے، کہ ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے، اس مین شک نہین کہ جب تک انسانی جذبات اپنی حالت پر قائم ہین، تب تک انسانی ترغیبات ان دو اصولون مین سے کسی ایک کے زیر اثر رہین گی، لیکن جہان تک قیاسات کا دخل ہے، ہمارے زمانہ کے رجحانات، اور اہم حالیہ واقعات تبلا رہے ہین

کہ دوسرے اصول پر زیادہ عمل کیا جائے گا، بالخصوص جماعتی ترغیبات مین تو اس کا اور زیادہ احتمال ہے۔ گذشتہ زمانے مین جماعتون کی تنظیم اصول مستثنائیت پر ہوتی تھی، شاید مستقبل کی ترغیبات عظمت انسانی کے تصور پر منحصر ہون آج کل کی حالت کو دورِ تکون کہا جا سکتا ہے، اور اسکی مثالین بھی موجود ہین، انجمن ہائے اتحاد مزدوران (TRADES UNION) گذشتہ زمانہ مین جارحانہ حیثیت رکھتی تھین، اور آجر (employer) اور مصرف (consumer) دونون سے برسرِ پیکار رہتی تھین، لیکن آج کل ایسی کونسلون کے انعقاد کی ضرورت محسوس کیجارہی ہے کہ جنمین سرمایہ دارون اور مزدورون کے نمائندے بحیثیت ایک ہی جماعت کے رکن کے داخل ہون، جنگ سے کچھ زمانہ قبل ایک تجویز پیش کیگئی تھی کہ مختلف انجمنین ایک طرح کے بین الاقوامی رشتۂ اتحاد مین منسلک ہوجائین ظاہر ہے کہ یہ دوسری تجویز پہلے کی بہ نسبت کہین زیادہ وسیع النظری پر مبنی ہے، اور اگر منظور ہوگئی، تو انسانی زندگی پر اس کا معتدبہ اثر پڑے گا، بعض حالیہ واقعات کی بنا پر یہ بھی پیشینگوئی کیجا سکتی ہے کہ مستقبل مین ہمارے تمام معاشرتی، سیاسی، معاشی مسائل بین الاقوامی اہمیت اختیار کرلینگے لیگ آف نیشنز (انجمن اتحادِ اقوام) اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ سلطنت کے معاملات مین بھی بین الاقوامی عمل آج پہلے سے کہین زیادہ مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہے، ان باتون کی بنا پر یہ امید شاید بیجا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ دنیا بین الاقوامی قانون کے ماتحت ہوجائے گی جو آجکل کے قوانین کی طرح خارجی حکومتون کا اور بزورِ شمشیر منوایا ہوا قانون نہ ہوگا، بلکہ وہ انسانی ضروریات کے تقاضا سے وجود مین آئے گا، اوس کی اساس انسانیت کی عظمت پر ہوگی، اور اسکا محرک یہ خیال ہوگا کہ

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند

—: تمت بالخیر :—